ان فی ذالک لآیت لقوم یتفکرون

الاستدلال

مصنفہ

محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

۱۹۲۶ء

مطبوعہ مطبع کریمی بازار عیسیٰ ان

قیمت ۔۔۔

زبان اردو میں علم الانسان میں یہ پہلی کتاب ہے جس سے انسان کے تمام قوا نفسانی وجسمانی اور تمام خصوصیات طبعی کی کیفیت اچھی طرح ہویدا اور منکشف ہوجاتی اور نئی اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ طرز بیان نہایت قریب الفہم ودلچسپ۔ زبان بامحاورہ اور شستہ ہے علوم جدیدہ کی اصطلاحات بہت عمدگی سے قایم کی گئی ہیں۔ علم الانسان اور مشاہدات کی تعریف اور کیفیت بیان کرنے کے بعد انسان کی جسمانی ساخت ارتقار قدامت انواع واقسام وغیرہ کے متعلق زمانہ حال کی تحقیقات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے اور پھر احساسات ونطق کی حقیقت بیان کرکے حیات نفسیہ کی کیفیت اور نفس کی تمام قوتوں کا حال مشرح لکھا ہے اور علم اخلاق۔ مذہب۔ معاشرت وتمدن کا فلسفہ نہایت خوبی سے بیان ہوا ہے یہ کتاب مذہبی علمی ادبی حیثیت سے قابل مطالعہ ہے۔ قیمت عہ
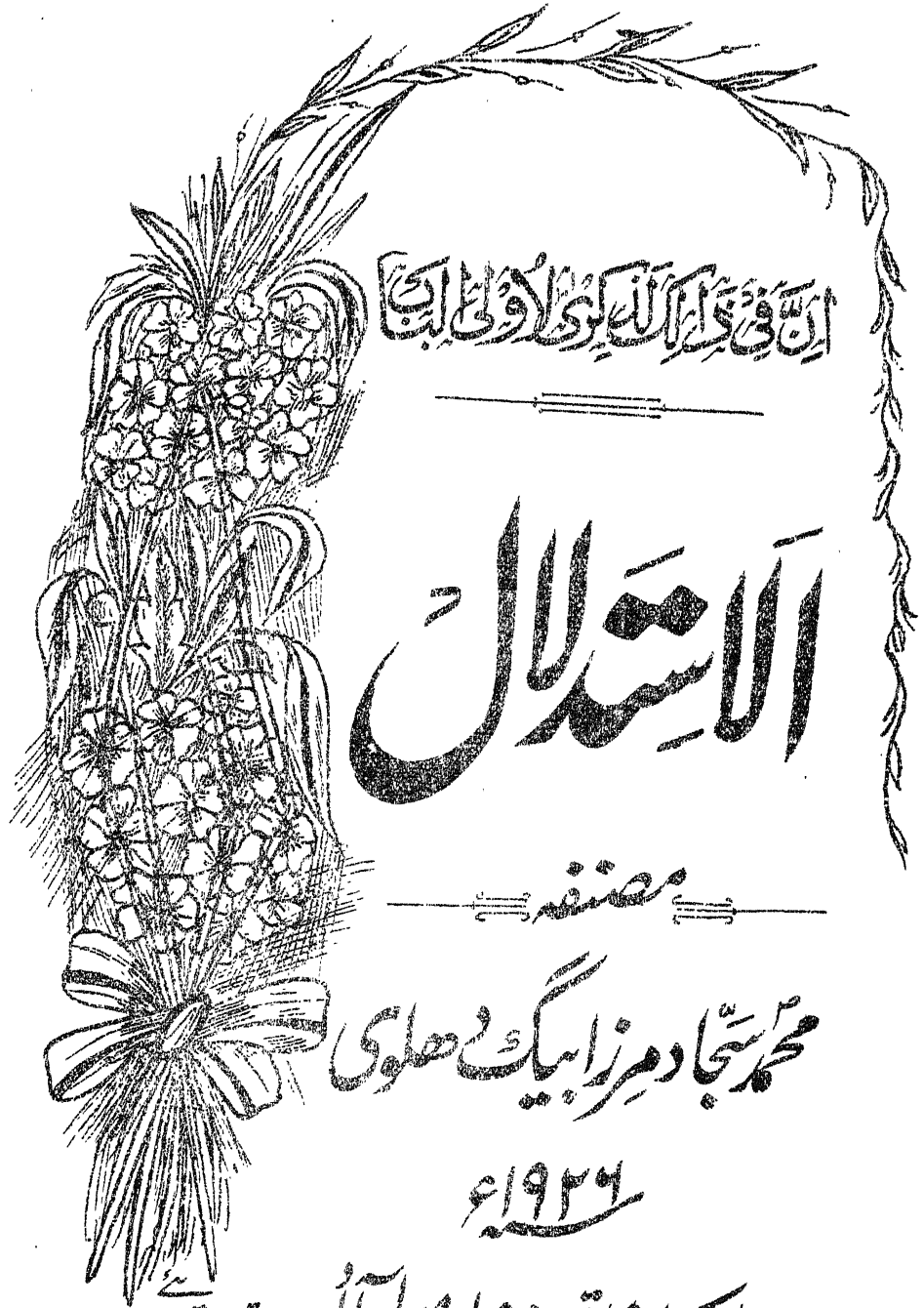
إنّ في ذٰلك لذكرىٰ لأولي الألباب

الاستدلال

مصنّفہ

محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

۱۹۳۶ء

مطبع کریمی واقع بازار عیسیٰ میاں حیدر آباد

قیمت تین روپیہ

حکمتِ عملی

فلسفۂ عملی پر یہ ایک مبسوط اور جامع کتاب ہے اردو میں اس فن پر کوئی کتاب ایسی جامعیت سے نہیں لکھی گئی۔ مصنف نے اس کتاب کو اس زمانہ اور اس ملک کی ضرورتوں کے قابل بنانے کی کوشش کی ہے اور افراد انسانی کی روحانی ارتقاء کی بدایت کے ساتھ ساتھ قومی ترقی اور عزت حاصل کرنے کے اصول بھی بیان کئے ہیں اور مشرقی و مغربی علما کی کتابوں سے وہ مضامین اخذ کرکے درج کئے ہیں جو انسان کی ذات میں جوہر شرافت پیدا کرنے والے اور اس کو زندگی کے مختلف مدارج ۔ مختلف زمانوں اور مختلف حالتوں میں اصول حکمت پر کاربند رکھنے والے ہیں تاکہ نفوس انسانی میں حکمت کی ماہیت کے بعد اس پر عمل کرنے کی قوت پیدا ہو۔

معاشرت اور تمدن کی اصلاح کے لئے عورتوں کی حالت کی اصلاح اور حقوق کی نگہداشت ضروری ہے لہذا موقعہ بہ موقعہ اس کا ذکر بھی کیا ہے اس لئے اس کتاب کا مطالعہ مردوں اور عورتوں دونوں کو ضرور اور مفید ہے۔ اس کتاب کی عبارت نہایت صاف شستہ اور رواں ہے اور چونکہ مغربی و مشرقی خیالات کا مجموعہ ہے مضامین میں متانت و دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ اگرچہ نہایت دقیق مسائل پر بحث کی گئی ہے لیکن طرز بیان ایسا شگفتہ اور دلنشین ہے کہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی۔ بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انسان کو آزاد دلیر۔ غیرت مند۔ باحوصلہ پرجوش ہونے اور مہمات امور پر نظر رکھنے جائز آرام اور لذائذ کا حظ اٹھانے کی تعلیم دی ہے کیونکہ قوت فاعلہ کی ترقی سے انسان میں بلند حوصلگی پیدا ہوتی ہے اور اگرچہ قوت منفعلہ کی خوبیاں بھی جابجا بیان ہوئی ہیں لیکن اس انداز سے کہ اونکا میلان پست ہمتی کی طرف نہ ہو۔ اس خصوصیت میں یہ کتاب دوسری اخلاقی کتابوں سے فائق ہے قیمت ۱۲؎

فہرستِ مضامین

استقرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے زدہ برتر از گماں دامن کبریائی را
دست تو کجا رسد عقل شکستہ پائے را

دیباچہ

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت واللہ بما تعملون خبیر [1]

قوت ادراک و قوت فکر

دنیا میں انسان اور حیوان دونوں زندگی بسر کرتے ہیں لیکن بڑا فرق جو ہم ان دونوں میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ انسان کبھی ایک مرتبہ پر قائم نہیں رہتا۔ بخلاف حیوانات کے کہ وہ ذہنی اور نفسانی حالت کے ایک ہی درجہ پر ہیں وجہ یہ ہے کہ حیوانات کے پاس علم حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے یعنی **ادراک** اور دوسری قوت یعنی فکر یا تو اُن کو عطا ہی نہیں ہوئی یا ایسی محدود اور کمزور ہے کہ ان کی حالت کو مرتبہ کمال میں ترقی دینے کے ناقابل ہے **ادراک** سے مراد ہے وہ علم جو حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

[1] جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا ہے اللہ ان کے درجے بلند کریگا اور اللہ کو تمھارے سب کاموں کی خبر ہے

انسان اور حیوان اس میں مشترک ہیں لیکن انسان کا علم قوت فکر کی مدد سے اب ایسا وسیع ہوگیا ہے کہ حیوانات کی کوئی نوع اس درجہ تک نہیں پہونچ سکتی۔ قدرت نے فکر کی قوت انسان کو اعلیٰ درجہ کی عطا فرمائی ہے اس کا کام یہ ہے کہ وہ معلوم چیزوں یا واقعات سے نامعلوم چیزوں یا واقعات کو معلوم کرلیتی ہے۔ میووں کے رنگ و بو سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ ان کا ذائقہ کیا ہے۔ حکماء نبض دیکھ کر مرض کی کیفیت معلوم کرلیتے ہیں۔ مدبران ملک باشندوں کی تمدنی اور معاشرتی حالت دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ آئندہ وہ کیا رنگ لائنگے۔ اگر مثلث کے وتر پر ایک مربع بنایا جائے اور وہ ان بعو کے برابر ہو جو مثلث کے باقی دو نو ضلعوں پر بنائے گئے ہیں تو مدرسہ کا ایک لڑکا بھی بتا دیگا کہ مثلث قائم الزاویہ ہے۔ لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان کو بھی اگر کسی دار العلوم میں باندہ دیں تو وہ نرا خفش سے زیادہ نہ ہوگا۔

فکر کی یہ قوت تمام انسانوں میں یکساں نہیں ہے بعض میں کم ہے اور بعض میں زیادہ جن میں کم ہے وہ زوال اور پستی میں ڈوبے ہوے ہیں جن میں زیادہ ہے وہ کمال اور عروج پر ہیں پس تعلیم کا پہلا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ انسان کی قوت فکر کو ترقی دی جائے جب انسان اس قوت کو بڑھاتا ہے تو بہت سے **حقایق حکمیہ** اس پر منکشف ہوجاتے ہیں چنانچہ دنیا کی تمام ایجادیں اسی قوت کے کرشمہ ہیں۔ جس قوم میں یہ قوت زیادہ ہوتی ہے وہ حکومت کرتی اور ترقی کے میدانوں میں قدم مارتی ہے یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔[1]

کون سی ایسی مردہ دل قوم ہوگی جس کا جی نہ چاہتا ہو کہ ہم بھی دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی طرح سر برآوردہ ہوں لیکن جب تک اون کی جسمانی اور دماغی قوتیں اس قدر اعلیٰ نہ ہوں کہ وہ دوسروں سے فوقیت لے جائیں اون کو برتری حاصل نہیں ہوسکتی۔

[1] وہ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت ملی اس کو بڑی نعمت ملی ۱۲

اس لئے سب سے پہلے وہ علم حاصل کرنا چاہئے جو فکر کو بڑھاتا اور واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرنا سکھاتا ہے۔

دنیا کی چیزوں سے دو طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے ایک تو یہ کہ جس حالت میں کوئی شے ملے اوس کو اوسی طرح کام میں لائیں۔ یہ زیادہ تر حیوانات کا حصہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قدرتی چیزوں میں تصرف و تبدل کرکے کام میں لائیں۔ انسان اگرچہ اشیاء کے خواص نہیں بدل سکتا لیکن اون خواص کا علم حاصل کرکے اون سے حیرت انگیز کام لیتا ہے چنانچہ دخانی اور برقی چیزیں اور مرکبات کیمیائی اسی علم کے طفیل حاصل ہوئے جس نے انسان کی طاقت اور قدرت کو بے انتہا بڑھا دیا ہے۔ یہ قوت **صنعت** اور جو فوائد اس سے حاصل ہوتے ہیں **دولت** کہلاتے ہیں لیکن صنعت یا دولت میں ترقی کرنے سے قبل ضرور ہے کہ اشیاء کے خواص کا علم حاصل کیا جائے۔ کوئی مادی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک علمی اور ادبی ترقی پہلے سے حاصل نہ ہوی ہو پس انسان کے تمام عروج کی بنیاد **علم** پر ہے۔

فکر کی ترقی علم دولت کی ترقی کا سبب ہوتی ہے

کسی اہم معاملہ میں جب انسان کو اپنی موجودہ معلومات کافی اور تشفی بخش نہیں معلوم ہوتی تو وہ اس کے متعلق نئی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک عالم اور جاہل میں یہی فرق ہے کہ عالم اپنے جہل سے واقف ہوتا ہے اور علم حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کرتا ہے۔ بخلاف جاہل کے کہ وہ تھوڑی سی معلومات پر قانع ہو جاتا اور اپنے تئیں ہمہ داں سمجھتا ہے۔ جب ہم نئے اصول اور قوانین دریافت کرنے چاہتے ہیں تو ایسے قواعد جاننے کی ضرورت ہوتی ہے جو نئی تحقیقات میں مدد دیں اور جن کے بموجب جزئیات کو مشاہدہ کرکے قوانین کلیہ دریافت کرسکیں۔ کائنات کی اشیاء سے ہم اس وقت تک علمی فائدہ حاصل نہیں کرسکتے جب تک ہمیں اون کا پورا پورا علم نہ ہو قوانین قدرت دریافت کرنے کے لئے نیچر کے مشاہدہ کی حاجت ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ

خاص خاص حالتوں میں قدرت کیونکر عمل کرتی ہے۔ کائنات کی اشیاء کے علم حاصل کرنے اور قوانین قدرت کو دریافت کرنے کے لئے قوت فکر کو ترقی دینا اور ان طریقوں کا جاننا لازم ہے جو فکر کو غلطیوں سے بچاتے ہیں اور یہ طریقے علم **منطق** سکھاتا ہے اگر قوت فکر کی تربیت نہ کی جائے تو غلطیوں میں پڑ جانے کا بہت اندیشہ ہے **سفسطہ** ایسے ہی غلط استدلال کا نام ہے جو مغالطہ پر مبنی ہو۔ سفسطہ کا منشا تحقیق حق نہیں ہوتا بلکہ کسی طرح سے خواہ دلیل سے ہو یا مغالطہ دہی سے اپنے منشاء کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔ سفسطہ صداقت اور حق کا مؤید نہیں بنتا بلکہ لوگوں کو چلتا پرزا بناتا ہے۔ سفسطہ ایسے طریقے نہیں سکھاتا جن سے صحیح نتایج استنباط ہوں بلکہ چالبازی اور چھل بٹے سکھاتا ہے **سوفسطائیوں** کا خیال ہے کہ صداقت اور حقیقت کا کوئی مقررہ معیار نہیں ہے جو کچھ ہے انفرادی رائے ہے۔ اس لئے غلط رائے کی صحیح سے تمیز کرنا ناممکن ہے یہی حالت اون کے مسائل اخلاقی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ بری نہ حق ہے نہ ناحق بلکہ ہر شخص کو حق ہے کہ جس چیز کو اپنے واسطے مفید خیال کرتا ہے اختیار کرلے۔ اخلاق کے ایسے اصول مقرر نہیں کئے جاسکتے جن پر تمام لوگوں کو پابند کیا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد تہذیب و ترقی کا مانع اور حق و باطل کے فرق کو مٹانے والا ہے۔

منطق اور سفسطہ میں فرق

جب کوئی شخص غور و فکر کرتا ہے تو یہ اس کی اختیار میں نہیں ہے کہ جس نتیجہ پر چاہے پہونچے اگر وہ دانشمند آدمی ہے تو اس کو ایک خاص طریقے پر فکر کرنا پڑیگا اور اس نتیجہ کو جو اس سے نکلے (خواہ اس کی مرضی کے موافق ہو یا خلاف) ماننا پڑیگا کوئی نتیجہ خود رد نہیں ہوتا بلکہ دوسرے واقعات سے جو صحیح ثابت ہو چکے ہیں اور منطق کی اصطلاح میں **مقدمات** یا دلائل کہلاتے ہیں پیدا ہوتا ہے پس جیسے مقدمات ہونگے ویسے ہی نتایج ہونگے اور ہر شخص کو جو اپنے دعوے کو صحیح ثابت

کرنا چاہتا ہے ضرور ہے کہ اپنے دلائل کی صحت ثابت کرے۔ ناتعلیم یافتہ شخص چونکہ اپنے مقدمات کی جانچ نہیں کرسکتا اگر اس سے دلیل پوچھو تو خفا ہوجاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر بے جا اعتراض کیا جارہا ہے فکر جوں جوں ترقی کرتا جاتا ہے انسان اُن دلائل سے واقف ہوتا جاتا ہے جن پر اس کی تصدیقات مبنی ہوں بہ الفاظ دیگر وہ اپنے ہر دعوے کے لئے ایک حجت قائم کرسکتا ہے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو تو سانس لینے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ جاہل اور ناواقف آدمی کچھ نہ سمجھیگا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم اس امر کو سچ جانتے ہو یا جھوٹ تو بہت سے بہت وہ یہ کہے گا کہ جن لوگوں نے یہ بیان کیا ہے وہ پہاڑ پر گئے تھے اور ان کو جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن جو شخص حقائق موجودات سے آگاہ ہے وہ اس کو دوسرے واقعات کرۂ ہوائی کی کیفیت اور علم کشش کے علم سے ربط دیگا اور اس کے ذریعے سے اس قول کی تصدیق کریگا۔ اس کا نام استدلال ہے یعنے استدلال ذہن کی وہ حرکت ہے جو اشیاء اور واقعات پر غور و فکر کرتی اُن کے خواص طبعی اور باہمی علاقوں اور روابط کو معلوم کرتی اور ان سے صحیح نتائج استنباط کرتی اور راست کو غلط سے علیحدہ کرتی ہے۔ جب عملاً اس سے کام لیا جائے تو استدلال وہ اسباب بہم پہونچاتا ہے جن سے کوئی خاص نتیجہ کامیابی کے ساتھ حاصل ہوسکے۔ پس دنیا کی ہر طرح کی ترقی کا زینہ قوت فکر کو کام میں لانا اور ان اصول کا جاننا ہے جن پر صحیح نتائج پر پہونچنے کے لئے فکر کو کاربند ہونا چاہئے۔

حجت

استدلال

کتاب الاستدلال کی خصوصیت

چراغ میں نور ہو تو گھر روشن ہوتے ہیں زبان علمی جواہر کی سرمایہ دار ہو تو دماغ جگمگا اٹھتے ہیں۔ ہماری زبان اردو جس طرح دوسرے علوم میں بے مایہ ہے اسی طرح علم منطق سے بھی تہی دست ہے۔ بہی خواہان قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ اس زبان کو ایسے مضامین سے سرمایہ دار کریں کہ قوم کا دامن نہ صرف بیش بہا معلومات

سے بھر جائے ۔ بلکہ خود ان کے دماغوں میں غور و فکر کرنے نئے نئے انکشافات کرنے
کی قابلیت پیدا ہو جائے وہ دوسروں کے علمی ذخیروں کی دریوزہ گری ہی نہ کریں
بلکہ کائنات کے معدنوں سے خود بھی جواہر علمیہ نکالیں ۔ اس مقصد میں مدد دینے
کے لئے میں نے یہ کتاب تصنیف کی ہے جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا ہی میں نے
یہ کوشش کی ہے کہ طرز بیان ایسا سادہ اور سلیس ہو کہ طلباء کو مشکل سے مشکل
مسئلہ سمجھنے میں بھی دقت نہ ہو اور تمام ضروری مسائل بیان ہو جائیں ۔ تاہم یہ
دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ ملک کو اس قسم کی
تصنیفات سے مستغنی کر دے گی بلکہ اس کو مبادیات منطق کی ایک کتاب سمجھنا
چاہئے جو زیادہ تر ایسے لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے ۔ جنکو مدارس یا کالجوں میں اس
فن کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملتا یا مدارس کی ایسی جماعتوں کیلئے جہاں
منطق کی تعلیم شروع کرائی جاتی ہے ۔ میرے ہم وطن اگر اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں
تو میری محنت کا کافی صلہ مل جائے گا اور اس سے زیادہ صلہ کی مجھے حاجت بھی نہیں

اعلیحضرت کی علمی فیاضیوں کا تذکرہ

ہے کیونکہ آقائے نعمت لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائینس رستم دوراں
ارسطوئے زماں سپہ سالار آصف جاہ مظفر الملک و الممالک نظام الملک
نظام الدولہ محی الملتہ والدین نواب میر سر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ
یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی ایس آئی ۔ جی سی بی ئی والی مملکت
دکن خلد اللہ ملکہ کی حوصلہ افزا قدر دانیوں نے مجھے دوسرے صلوں سے مستغنی
کر دیا ہے اور ایک مجھ پر ہی کیا منحصر ہے بہت سے اہل قلم جو مدت سے گمنامی اور
ناکامی کے تاریک گوشوں میں پڑے ہوئے تھے ۔ حضرت ظل سبحانی کی دستگیری
اور نوازشوں کے طفیل اب ملک کے ہر حصہ میں علوم و فنون کی روشنی پھیلا رہے ہیں
نئی نئی معلومات کے پھولوں کا باغ لگاتے اور حقائق و معارف کے گلدستے مشرق و

مغرب سے لالاکر سجاتے ہیں۔ شاہ عالم پناہ کا دست فیض ادن پر آب حیات کا مینھ برساتا اور وظائف وانعامات کی آبیاری سے حیات جاوید بخشتا ہے۔ اطمینان وسکون قلب جو اظہار کمال کے لئے لازمۂ زندگی ہیں اہل کمال کو مدت سے حاصل نہ تھے لیکن حضرت اقدس واعلیٰ کی قدردانیاں اب اہل ہنر کی ہمدم ودمساز ہیں اور ضروریات زندگی سے فراغ بخش کر تمام وقت مشاغل علمی میں مصروف رکھتی ہیں وہ گوہر آبدار جو سینوں میں چھپے ہوے تھے اب صفحہ قرطاس پر الفاظ بنکر ٹپکتے اور اپنے معانی کی چمک دمک سے سمندر کے موتیوں کو شرماتے ہیں کیوں نہ ہوں ان میں حقائق کا نور بھرا ہے جو چشم بصیرت کو روشن کرتا۔ اور دلوں کو معارف سے منور کر دیتا ہے۔ ان کا جوہری وہ یگانۂ روزگار صاحب جود وعطا ہے جو اہل کمال کے دامن زر وجواہر سے بھرتا اور اپنی بے مثل قدردانی سے ذرہ کو آفتاب بنا کر چمکاتا ہے۔ کارکنان قدرت نے جو تاج شاہی ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۹ ہجری کو شہریار دکن کے فرق مبارک کے لئے تیار کیا اس میں جوہر شناسی کے ایسے آبدار موتی نصب کئے ہیں جنکی چمک شعاع مہر پر آنکھ مارتی ہے۔ اہل ہنر جب اس کی ید فیض کا سہارا پاتے ہیں تو علو مرتبت میں کہیں سے کہیں بڑھ جاتے ہیں وابستگان دامن دولت کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ممالک غیر کے رہنے والے بھی جب دامن پھیلاتے ہیں تو امید سے زیادہ لیجاتے ہیں۔ پس یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ اس زمانہ میں جو فراغ اہل علم وہنر کو حاصل ہے اس میں حضرت اقدس واعلیٰ کی قدردانی اور فیاضی کا بہت بڑا حصہ شامل ہے اور اعلیحضرت کا دست کرم بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کی دستگیری کر رہا ہے۔ راقم حروف کو یہ موقعہ کہ اپنا وقت فرصت مشاغل علمی میں صرف کرے۔ اسی ریاست ابد مدت کی خدمت گزاری کے طفیل حاصل ہے۔ نظام کالج کی پروفیسری خود ایک علمی اور قومی خدمت ہے۔ جس میں

مطالعہ کتب اور معلومات علمی کے بڑھانے کے موقعہ ملتے رہتے ہیں یہ جویائے حقیقت جو کچھ علماء کی دریوزہ گری سے پاتا ہے ارباب ملک کے سامنے پیش کر دیتا ہے مُدعا صرف اتنا ہے کہ علمی معلومات کے خزانوں کی کنجی نونہالان ملک کے ہاتھ میں آجائے اور زبان اردو علمی زبانوں کے حلقہ میں جگہ پائے۔ مبداء فیاض سے امید ہے کہ یہ ناچیز کوشش بے کار نہ جائے گی اور شرف قبول پائے گی۔

رَبِّ ھَبْ لِی حُکْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝[1]

اعلیٰحضرت کی علمی فیاضیوں کا تذکرہ

---

[1] مالک میرے مجھ کو سمجھ عنایت فرما۔ اور نیک بندوں سے مجھ کو ملا دے۔

استخراج

الاستدلال

ادراک Perception

مظاہر قدرت

بہارستان عالم کو دیکھو کیسی کیسی انواع واقسام کی مخلوق اس میں آباد ہے۔ کیسی کیسی نادر اور عجیب وغریب چیزیں کس کثرت سے ہیں کہ انسان کسی طرح اُن کا شمار نہیں کرسکتا ذرا نظر کو بلند کرو اور فضائے بسیط میں سیاروں کو دیکھو جنکی گنتی اور جنکی حقیقت سوائے صانع حقیقی کے اور کوئی نہیں جانتا۔

ان چیزوں کا دیکھنے والا اگرچہ کائنات کا چھوٹا سا جزو ہے لیکن وہ اپنے تئیں ان سے غیر سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام عالم کو (جس میں اس جیسی اور مخلوق بھی داخل ہے) موجودات خارجی کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور اپنے تئیں میں کہتا ہے۔ اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ شاہد میں مشاہدہ کی قوت ہے اور کائنات کی چیزیں اس کے مشاہدہ کے دائرہ میں آسکتی ہیں لیکن جب ایسا ہو کہ انسان اپنی ذات کا مشاہدہ کرے تو اس میں شاہد اور مشہود کی دونوں حیثیتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اس کی ذات ایک لحاظ سے خود بھی موجودات خارجی کی ایک شئے ہو جاتی ہے۔

ان تمام چیزوں کی جن کو ہم موجودات سے تعبیر کرتے ہیں صورتیں تاثیریں اور بعض خصوصیات ایسی ہوتی ہیں جو خاص اُسی شئے سے تعلق رکھتی ہیں اور ان ہی خصوصیات کے سبب اُس شئے کی دوسری اشیا سے تمیز ہوتی ہے۔ دیکھو درخت ستارہ بلبل تین چیزیں ہیں اُن کی صورتیں اور خاصیتیں ایسی مختلف ہیں کہ کوئی شخص کبھی یہ دھوکا نہیں کھاتا کہ درخت کو بلبل اور بلبل کو ستارہ سمجھ لے۔ درخت لہلہاتا ہے۔ ستارہ چمکتا ہے بلبل چہکتا ہے اور ہم ان میں سے جب ایک کو دیکھ کر دوسرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر مختلف طرح کا اثر ہوتا ہے۔ ہر شئے کے یہ خواص مختصہ مظاہر یا مظاہر

قدرت کہلاتے ہیں اور ان کی جو کیفیت حواس کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوتی ہے

علم

ایک **علم** ہے جس کو **ادراک** کہتے ہیں۔

حس

ہر شئے کے خواص و کیفیات اس قدر کثیر ہیں کہ انسان کبھی یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے تمام خصوصیات اور کیفیات کو دریافت کر لیا ہے۔ مثلاً چاند دوربین سے دیکھو تو گول اور پہاڑی معلوم ہوتا ہے لیکن چاند کی بابت ہزاروں ایسی باتیں ہیں جو اب تک معلوم نہیں ہوئیں۔ اور جس قدر یہ کیفیتیں دریافت ہوتی جائنگی اسی قدر چاند کی نسبت انسان کا علم بڑھتا جائے گا۔ غرض **ادراک** اوس **علم** کا نام ہے۔ جو موجودات خارجی کے مشاہدہ یا تجربہ سے بذریعہ حواس حاصل ہو۔

(۱) شاہد و مشہد کی دونو حیثیتیں ایک شخص میں کب جمع ہوتی ہیں۔

(۲) ادراک کی تعریف بیان کرو۔

فکر
Thought.

حواس علم حاصل کرنے کا ایک محدود ذریعہ ہیں حیوانات بھی دیکھتے سونگھتے اور چکھتے ہیں لیکن ان کا علم بہ مقابلہ انسان کے علم کے بہت کم ہوتا ہے۔ قدرت نے انسان کو علم

فکر

حاصل کرنے کی ایک اور اعلیٰ قوت بھی عطا فرمائی ہے جس کو **فکر** کہتے ہیں اس کے ذریعہ سے انسان جزئی واقعات کو جمع کرتا اور ان سے کلی مسائل اور قضئے بناتا ہے۔ مثلاً انسان نے ہزار گھوڑے دیکھے اور دیکھا کہ اُن کے چار پاؤں ہیں اس نے یہ کلیہ قائم کیا کہ تمام گھوڑے چوپایہ ہیں۔ دوربین سے سیکڑوں سیاروں کا مشاہدہ کیا اور نتیجہ نکالا کہ تمام اجرام فلکی گول ہوتے ہیں۔ فکر کا کام یہ ہے کہ ذہن میں معلومات و حقائق کا خزانہ جمع کرے **فکر** خود کیا چیز ہے؟ وہ ایک ذی شعور عملی قوت ہے جو علم فراہم کرتی ہے وہ مشینوں کی سی قوت عمل نہیں ہے جس کو اپنے افعال کا کچھ علم نہیں ہوتا نہ وہ فعل مشین کی فطرت میں داخل ہوتا ہے بلکہ فکر کا فعل ذی حیات اجسام (نباتات

یا حیوانات) سے مشابہ ہے جو باطن میں پیدا ہوتا اور اپنی نیچر (فطرت) کے قانون کے مطابق اندر ہی اندر تکمیل کو پہونچتا ہے۔ اس لئے فکر اجسام غیر ذی حیات سے نہیں بلکہ اجسام ذی حیات سے مشابہ ہے۔ اور اس کی خلقت میں حیات کے ساتھ شعور[1] بھی شامل ہے۔

فکر کی حقیقت

فکر کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ افراد انسان میں بھی اور اقوام میں بھی جب سوچنے اور فکر کرنے کی قوت شروع ہوتی ہے تو ابتداءً بہت سادہ ہوتی ہے اور مرکب و پیچیدہ اشیاء کی ماہیت یا مشکل امور و واقعات کی دقیق حقیقتوں کا سمجھنا ان کی قوت فکر سے باہر ہوتا ہے۔ جوں جوں قوت فکر ترقی کرتی جاتی ہے وہ مرکب اشیاء پیچیدہ معاملات و واقعات کو سمجھنے لگتے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی گوناگوں اور پر اسرار کہنہ حقیقت میں غور کرنے لگتے ہیں۔ فکر کی ابتدائی اور سادی حالت یہ ہے کہ چیزوں اور ان کے اجناس و انواع میں بھی تمیز نہ کی جا سکے۔ بلکہ تمام مجموعہ کا یکساں ادراک ہو۔ بچہ جب ذرا ہوش سنبھالتا ہے تو آدمیوں کو شناخت نہیں کر سکتا نہ خود اپنے جسم کے مختلف حصوں کو پہچانتا ہے۔ بلکہ تمام اشیاء خارجی کو یکساں جانتا ہے۔ چاند کی طرف پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اور اپنے جھنجھنے کو کھانے کے لئے منہ میں رکھ لیتا ہے جوں جوں بچہ کی سمجھ ترقی کرتی جاتی ہے اس میں اشیاء کے فرق کو سمجھنے کا مادہ پیدا ہوتا جاتا ہے اور وہ ماں کو اماں اور باپ کو ابا کہنے لگتا ہے۔ کھانے کی چیزوں کو نہ کھانے کی چیزوں سے تمیز کرتا ہے سخت و نرم کو پہچانتا ہے۔ غرض جوں جوں وہ بڑھتا جاتا ہے مرکبات کی تحلیل اس کو آتی جاتی ہے۔ پہلے پھلوں کو معہ چھلکے اور بیجوں کے کھانے لگتا تھا اب چھلکا اور گٹھلی پھینک دیتا ہے۔ اس طرح اشیاء کے حصے اور اجزا اس کی سمجھ میں آنے لگتے ہیں اور جس قدر فرق کی تمیز زیادہ ہوتی جاتی ہے وہ جنس نوع قسم حصہ

[1] نفس کا اپنے اعمال و تاثیرات کو جاننا اور یہ پہچاننا کہ یہ اعمال و تاثیرات میری ہی ہیں شعور Consciousness کہلاتا ہے

اور جزو میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ غرض فکر اور سمجھ جوں جوں بڑھتی جاتی ہے تحلیل کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔

یہی نہیں کہ بچے اور جاہل آدمی اشیاء اور انکی اجزاء میں فرق و امتیاز نہیں کرتے بلکہ اون کے علم کے حصے بھی فرادٰے فرادٰے ہوتے ہیں اور ان میں باہم یا تو کوئی ربط ہوتا ہی نہیں یا بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے علم کا کوئی ٹکڑا بڑھ جائے لیکن واقعات میں ربط دینا ان کو نہیں آتا۔ لیکن ذی علم بننے یا دانش کے ادنٰی مرتبہ سے اعلٰی مرتبہ پر پہونچنے کے لئے یہ دیکھنا بھی ضرور ہے کہ ہمارے علم کے مختلف حصے باہم کیا ربط رکھتے ہیں یا کس طرح ایک واقعہ دوسرے واقعہ پر منحصر ہے۔ انسان کی فراست کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اشیاء کے روابط اور مخلوط اجزا کی ترکیب دریافت کرنی چاہتی ہے اور جس قدر زیادہ کامل طور سے فہم اس رابطہ اور ترکیب کو سمجھ سکتا ہے اتنے ہی فراست و فہم اعلٰی درجہ کے اور کامل ہوتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فرق و امتیاز کرنے کی قوت بھی اس کے ساتھ ویسی ہی ترقی یافتہ ہو۔

علم کے کمال اور قوائے عقلی کے نشو و نما کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ انسان کائنات کے ہر شئے کے باہمی تعلق و ربط کو (خواہ وہ کیسے ہی مختلف طرح کے کیوں نہ معلوم ہوتے ہوں) سمجھے اس طرح ایک واقعہ کا علم دوسرے واقعہ کا علم حاصل کرنے کی راہ نمائی کرتا ہے۔

جس طرح علم نباتات کا عالم ایک پتے کو دیکھ کر سارے درخت اور درخت کے نوع و جنس کی کیفیت بتا دیتا ہے یا ایک عالم علم حیوانات کسی جانور کا دانت دیکھ کر اس جانور کی تمام حقیقت و ماہیت ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح عالم علم کائنات اگر اس کا علم کامل ہو ایک شئے کو دیکھ کر تمام مخلوقات کی کیفیت اور حقیقت بیان کر سکتا ہے۔ یہ مرتبہ اگرچہ کسی شخص کو حاصل ہونے والا نہیں ہے کیونکہ کمال علم اور کمال قدرت سوائے ذات باری تعالٰی کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا ہے لیکن فکر کی نشو و نما اور ترقی کی راہ یہی ہے

اور جس اعلیٰ مرتبہ تک یہ پہنچ سکے اسی قدر انسان کا علم وسیع ہوگا۔ کسی واقعہ کی وجہ یا علت دریافت کرنا فکر کی ترقی کا پہلا قدم ہے اور وجہ و علت دریافت کرنا اوس کو دوسرے واقعات کے ساتھ ربط دینا ہے اب وہ واقعات علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے بلکہ ایک قاعدے کے تحت میں آتے جاتے ہیں اور جوں جوں عمل توجیہہ بڑھتا جاتا ہے ہمارا علم زیادہ مربوط ہوتا جاتا ہے۔

نباتات اور حیوانات کی ماہیت کی تحقیق کا طریقہ یہ ہے کہ سادی اور غیر مرکب انواع سے شروع کرکے مرکب اور پیچیدہ انواع کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ بسیط انواع میں بھی (نباتی ہوں یا حیوانی) وہ صفات ذاتیہ جو اجسام آلیہ کی مکمل افراد میں پائے جاتے ہیں موجود ہوتے ہیں جیسے کہ ایک کیڑے میں ایک بڑے سے بڑے حیوان کے وظائف طبعی موجود پائے جاتے ہیں اسی واسطے علماء علم حیوانات تحقیقات کا سلسلہ ایک خلیہ (Cell) والے کیڑے سے شروع کرتے ہیں کیونکہ سادہ اور بسیط چیزوں کا مطالعہ پیچیدہ اور مرکب چیزوں کے مطالعہ سے آسان ہے۔ چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ فکر کے پیچیدہ اور مرکب عمل بھی ابتدائی سادے اور بسیط طریقوں سے نشو و نما پاتے ہیں اور دو نو متحد الکیفیت ہیں یہ مناسب ہوگا کہ عمل فکر کے خصائص ذاتیہ کی تحقیقات بھی سادی اور ابتدائی صورتوں سے شروع کی جائے۔ فکر کی ان سادہ حالتوں میں جو امر صحیح اور حق ہوگا وہ اس کی ہر مرکب اور پیچیدہ صورت میں ضرور موجود ہوگا۔

فکر کی سادی صورت

سوچنے اور فکر کرنے کی سادی صورت کیا ہے؟ اس کا جواب دینے کے لئے اس امر کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حیوانی زندگی کے مدارج میں وہ قوت جس کو سوچنا کہتے ہیں فی الحقیقت کہاں سے شروع ہوتی ہے آیا کتے بھی سوچتے ہیں یا نہیں؟ ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ انواع حیوانات میں کون سوچ سکتا ہے اور کون نہیں لیکن جہاں کہیں سوچ اور فکر پایا جاتا ہے وہ انتقال ذہنی یا سرعت فہم کی ایک حرکت ہے یعنے وہ

معلوم سے نامعلوم کو جھٹ معلوم کرلیتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص اپنے کمرے میں بیٹھا ایک کام میں مصروف ہے کہ یکایک اس کے کانوں میں ڈھول بجنے کی آواز آئی ممکن ہے کہ یہ آواز تو آئے لیکن وہ اس کا کچھ مطلب نہ سمجھے اس صورت میں اگرچہ حس سماعت نے اپنا کام پورا کردیا۔ لیکن ذہن نے اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا لیکن جس صورت میں کہ ذہن اپنے پورے شعور کی حالت میں ہو تو وہ غور کریگا کہ اس وقت اس آواز آنے کے کیا معنے ہوسکتے ہیں اور اس لئے وہ اپنی سابقہ معلومات کی بنا پر یہ سوچیگا کہ یہ آواز کس قسم کے ڈھول کی ہے یہ آواز اس ڈھول کی ہے جو۔

(۱) برابر کے کارخانہ میں مزدوروں کے جمع کرنے کے لئے آٹھ بجے صبح بجایا جاتا ہے اسلئے اس کا مطلب کارخانہ میں مزدور جمع کرنا ہے چونکہ یہ ڈھول آٹھ بجے صبح بجایا جاتا ہے اس لئے آٹھ بج گئے ہیں۔

(۲) اخبار میں پڑھا تھا کہ فیروری کی ۱۵ تاریخ رسالہ عروب کا ایک دستہ مقام ا پر کوچ کریگا آج وہی تاریخ ہے اور یہ آواز بھی فوجی باجے کی ہے لہذا رسالہ عروب کا ایک دستہ برابر کی سڑک پر سے گزر رہا ہے۔

(۳) شادی کا رقعہ جو زید کے ہاں سے آیا تھا اس میں برات کی روانگی کا وقت ۸ بجے لکھا تھا یہ اسی شادی کا باجہ ہے لہذا جلدی سے برات میں شامل ہوجانا چاہئے۔ غرض ڈھول کی آواز سے وہ ایک ایسی بات معلوم کرلیگا جو اس سے بیان نہیں کی گئی ہے وہ نتائج جو کوئی شخص احساسات سے اخذ کرتا ہے۔ خارج سے اس کے ذہن میں نہیں آتے بلکہ خود ذہن کے انتقال سے پیدا ہوتے ہیں ذہن اس علم کو جو محسوسات سے حاصل ہوتا ہے بطور مقدمات جماتا اور ان سے کوئی مطلب نکالتا ہے ورنہ صرف احساس ہونے سے کوئی مفید علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایک ناخواندہ شخص حروف کو دیکھ کر کوئی مطلب نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ یہ نہ جانتا ہو کہ یہ علامات کیا مطلب ظاہر کرتی ہیں۔ اسی طرح

تمام آثار و علامات جو کائنات کی ہر شئے میں پائے جاتے ہیں ایک ناواقف پر کوئی حقیقت منکشف نہیں کرتے۔

تصدیق

فکر کے عمل کی سادی صورت کو **تصدیق** (judgment) کہتے ہیں جیسے گھاس سبز ہے۔ باجا بج رہا ہے۔ انسان فانی ہے۔ اس لئے فکر کی ماہیت حاصل کرنے کے لئے ہمیں تصدیق سے شروع کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ۔

(۱) فکر کی اس سادہ صورت کے ابتدائی خصوصیتیں کیا ہیں۔

(۲) فکر کی مختلف صورتیں (یا تصدیق کی مختلف قسمیں) کیا ہیں۔

(۳) وہ کیا طریق عمل ہے جس سے کہ تصدیقات قیاس کی صورت اختیار کرتیں اور کوئی حجت قائم کرکے نامعلوم نتیجہ کو دریافت کرلیتی ہیں۔

اب اس بیان کی تفصیل سمجھو۔

(۱) ادراک اور فکر میں کیا فرق ہے۔ فکر اجسام غیر ذی حیات سے مشابہ ہے یا اجسام ذی حیات ہے۔

(۲) افراد انسان میں قوت فکر کس طرح ترقی کرتی ہے۔ اور قواء عقلی کے نشو و نما کا انتہائی درجہ کیا ہے۔

تصوّر

تصوّر
concept

آئینہ کو دیکھو ہر شئے کا عکس اس میں پڑتا ہے درخت ہلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پتوں کی سبزی پھولوں کی سرخی صاف معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال انسان کے اس آئینہ کا ہے جس کو **ذہن** کہتے ہیں اس میں بھی جس چیز یا کیفیت کو ایک بار دیکھ چکے ہیں بار بار دیکھ سکتے ہیں۔ شلاً گھوڑے۔ ہاتھی بیل۔ میز کرسی سب کی تصویریں موجود ہیں بلکہ اس آئینہ میں تو اس قدر صفا ہے کہ جلبی آئینہ میں جو چیزیں نہیں کھائی

دیتیں وہ بھی اس میں محسوس ہو جاتی ہیں۔ جیسے گرمی سردی وغیرہ اشیا کی ان صورتوں کو جو ذہن میں پیدا ہوتی ہیں تصور کہتے ہیں یعنے تصور موجودات خارجی کی ذہنی تصویر کا نام ہے۔ تصور دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو شئے کی شکل وصورت کا تصور دوسرے ان اوصاف کا تصور جو ان اشیاء میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً انسان کا تصور ایک لحاظ سے صرف انسان کی صورت کا تصور ہوگا اور دوسرے لحاظ سے ان اوصاف کا تصور ہوگا جو تمام انسانوں میں بالاشتراک پائے جاتے ہیں جیسے حیوانیت اور نطق کا تصور۔

تصور کی تعریف

(۱) تصور کسے کہتے ہیں۔
(۲) تصور کئے طرح کا ہوتا ہے اور ان میں کیا فرق ہے۔

تصدیق judgment.

حکم

لیکن ذہن میں اشیاء کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ذہن اُن کے متعلق کوئی حکم بھی لگاتا ہے۔

"عربی گھوڑا بہت مضبوط ہوتا ہے" "گرمی سے اشیاء کے اجزا پھیل جاتے ہیں" عربی گھوڑا اور گرمی دو تصور تھے اون پر یہ حکم لگایا کہ عربی گھوڑا مضبوط ہے گرمی اشیاء کے اجزا کو پھیلا دیتی ہے تو اب ذہن میں دو چیزیں ہوگئیں ایک اشیا کا تصور دوسرے ان حکموں کا تصور جو ان اشیاء پر لگائے گئے تصور اور حکم کو ملا کر جو خیال ذہن میں پیدا ہوتا ہے تصدیق کہلاتا ہے یہ حکم دو طرح کے ہوتے ہیں ایجابی اور سلبی۔

تصدیق
ایجاب سلب

پہاڑوں کی ہوا تفریح بخش ہوتی ہے (ایجابی)
غلیظ ہوا مفید صحت نہیں ہے۔ (سلبی)

اس طرح ایک تصدیق میں تین تصور اور ایک حکم ہوتا ہے۔ مثلاً اوپر ہی کی
مثال میں کہ غلیظ ہوا مفید صحت نہیں ہوتی۔ عربی گھوڑا بہت مضبوط ہوتا ہے اول
غلیظ ہوا کا تصور۔ پھر مفید صحت اشیاء کا تصور۔ پھر ہوا کے مفید صحت ہونے کا
تصور پھر یہ حکم کہ غلیظ ہوا مفید صحت نہیں ہوتی۔ منطق کی اصطلاح میں اس شئے کو

محکوم علیہ
محکوم بہ

جس پر حکم لگایا جائے **محکوم علیہ** اور جس بات کا حکم لگایا جائے اس کو **محکوم بہ** اور
ان دونوں کی باہمی نسبت کو نسبت حکمیہ کہتے ہیں۔ عربی گھوڑا محکوم علیہ مضبوط شئے محکوم بہ
عربی گھوڑے کا مضبوط ہونا۔ نسبت حکمیہ۔ غلیظ ہوا محکوم علیہ مفید صحت شئے۔ محکوم بہ
غلیظ ہوا کا مفید صحت نہ ہونا نسبت حکمیہ جو تصدیقات آسانی سے سمجھ میں آجاتی

تصدیقات بدیہی

ہیں وہ **بدیہی** کہلاتی ہیں۔ آگ جلا دیتی ہے لوہا سخت ہوتا ہے۔ انسان بیمار
ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں ہیں کہ ان کے سمجھنے میں غور و فکر کی حاجت نہیں اور
بدیہات میں داخل ہیں لیکن بعض چیزیں نہایت غور و فکر سے سمجھ میں آتی ہیں۔
مثلاً محسوسات کا ادراک اعصاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے تمام اشیاء ایک دوسرے
کو اپنی جانب کھینچتی ہیں ایسے تصدیقات ہیں کہ اُن کے سمجھنے کے لئے بہت غور و

تصدیقات نظری

فکر کی حاجت ہے ایسی تصدیقات کو **نظری** کہتے ہیں جو تصدیقات بدیہی کہلاتی ہیں۔
دراصل یہ بھی نظری ہیں بات صرف اتنی ہے کہ اون کا مشاہدہ اور تجربہ اس قدر
کثرت سے ہوا ہے اور فکر اس قدر ان امور پر صرف ہو چکا ہے کہ آئندہ اب اون کے
اذعان کے لئے مزید فکر کی حاجت نہیں ہے ورنہ یہ تصدیقات بھی بغیر فکر خرچ کئے
حاصل نہیں ہوئی ہیں ہزاروں بار آگ کو جلاتے اور پانی کو ڈبوتے دیکھا اب یہ حکم
آنکھیں بند کر کے لگا دیتے ہیں کہ ثقیل چیزیں پانی میں ڈوب جاتی ہیں اور آگ ہر شئے
کو جلا دیتی ہے۔ نظریات پر ہر شخص کی قوت فکر اس قدر صرف نہیں ہوئی کہ وہ
بدیہی کے درجہ تک پہنچ جائیں۔ آگ اور برق دونوں دنیا میں موجود ہیں لیکن آگ کا

جس قدر تجربہ گھر کی ماما کو ہے برق کا بڑے سے بڑے عالم کو بھی نہیں۔ پھر برق کی نسبت تصدیقات کیونکر آسانی سے سمجھ میں آجائیں جیسے کہ (۱)[1] **دو منفی** برقی قوتیں ایک دوسرے سے حرب کا میلان رکھتی ہیں۔

(۲) اسی طرح **دو مثبت** برقی قوتیں بھی باہم منافرت رکھتی ہیں (۳) لیکن ایک **مثبت** اور ایک **منفی** قوت باہم ایک دوسرے کو جذب کرتی ہیں۔ یہ برق کے متعلق تین تصدیقات ہیں اور ان سے نتیجہ نکالنے کے لئے زیادہ **فکر** کی ضرورت ہے فرض کرو کہ ا اور ب دو اجسام ہیں جن میں دو منفی برقی قوتیں ہیں اور ج و د دو اجسام ہیں جنہیں دو **مثبت** برقی قوتیں ہیں اب قوت فکر کا یہ کام ہے کہ وہ یہ دریافت کرے کہ ان میں سے کون کون سے اجسام ایک دوسرے کو کھینچیں گے اور کون کون سے ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ قوت فکر مذکورۂ بالا تینوں تصدیقوں پر غور کرتی ہے اور حکم لگاتی ہے کہ:-

اجسام ا و ب ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔
اجسام ج و د ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔
ا و ج ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔
ا و د ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔
ب و ج ایک دوسرے کو کھینچیں گے۔

فکر کی تعریف

اس مثال سے یہ سمجھ میں آگیا ہوگا کہ فکر کیا چیز ہے **فکر** وہ قوت ہے جو تصدیقات

---

[1] اجسام میں دو قسم کی برقی قوتیں ملی جلی موجود ہوتی ہیں اور جب اس جسم کو رگڑتے ہیں تو دونوں الگ الگ ہو جاتی ہیں شیشے کی ڈنڈی کو ریشم کے کپڑے پر رگڑنے سے جو قوت برقی شیشے میں ظاہر ہوتی ہے وہ مثبت یا زجاجی کہلاتی ہے اور جو لاکھ کی ڈنڈی کو فلالین پر رگڑنے سے لاکھ میں ظاہر ہوتی ہے اس کو منفی یا راتنجی کہتے ہیں ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

معلومہ سے تصدیقات نامعلوم کو دریافت کرلیتی ہے اور یہ علم حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ ہے

(۱) تصدیق کی تعریف بیان کرو۔
(۲) حکم ایجابی اور سلبی کسے کہتے ہیں
(۳) بتاؤ کہ اس تصدیق میں کے حکم ہیں "پہاڑوں کی ہوا تفریح بخش ہوتی ہے۔
(۴) محکوم علیہ اور محکوم بہ اور نسبت حکمیہ کی تعریف بیان کرو۔
(۵) تصدیقات بدیہی اور نظری کا فرق بیان کرو اور ثابت کرو کہ جو تصدیقات بدیہی کہلاتی ہیں در اصل یہ بھی نظری ہیں۔

تصوّر اور تصدیق

concept and judgment

"لوہا ایک دھات ہے" "پانی عنصر نہیں ہے" دو نو تصدیق ہیں پہلی تصدیق میں دو تصور لوہا اور ایک دھات ایک حکم میں جمع کئے گئے ہیں اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُن تمام چیزوں میں سے جن پر دھات کے لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے ایک لوہا بھی ہے۔ دوسری تصدیق میں بھی پانی اور عنصر دو تصور ہیں لیکن ان دونوں میں تفریق ظاہر کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ عنصر کی خاصیت (بسیط اور ناقابل تجزیہ ہونا) پانی میں نہیں پائی جاتی۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دو تصور جن سے تصدیق مرکب ہے (لوہا و دھات یا پانی و عنصر) ایسے علم کے حصے ہیں جو اس تصدیق سے پہلے حاصل ہو چکا ہے اس لئے ذہن کا وہ فعل بھی جن سے یہ دونو خیالات (تصورات ذہنی) بنے ہیں تصدیق کے فعل سے پہلے واقع ہوا ہوگا اس لئے تصور تصدیق سے مقدم ہے کیونکہ تصدیقات تصورات سے بنتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے ذرا تصور کی حقیقت پر غور کرو تصور صرف لفظ ہی نہیں ہے جو بلا کسی مفہوم (معنے)

کے ذہن میں آ گیا ہو بلکہ لوہے کا تصور خود چند تصدیقات سے بنا ہے اور اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک مادہ کی حالتوں ٹھوس سیال غاز کی حقیقت نہ معلوم ہو پھر ان میں سے ٹھوس کو انتخاب کریں اور ٹھوس میں سے دھات کو لیں اور دھات کے عام خواص میں سے لوہے کے خواص کو انتخاب کر کے اُس شئے کو جس میں وہ خواص و صفات پائے جاتے ہیں لوہا کہیں کسی تصور کے مفہوم میں جس قدر زیادہ تصدیقات شامل ہونگی اسی قدر اُس کے معنے اور دلالت وسیع ہوگی اس لئے تصور بہت سے مسلسل تصدیقات کا جو ذہن پہلے سے قائم کر چکا ہے قائم مقام ہوتا ہے زبان فکر کی مدد کرتی ہے اور ان تمام تصدیقات کو ایک کلام اور کبھی ایک لفظ میں ظاہر کر دیتی ہے اسلئے ہر تصور کی ساخت میں کئی تصدیقات مضمر ہوتی ہیں مثلاً فقری حیوان ۔ مرضعہ حیوان دوپایہ حیوان ۔ ناطق حیوان وغیرہ کے مجموعہ کو ایک لفظ انسان سے تعبیر کرتے ہیں لیکن لفظ تصور نہیں ہے بلکہ صحیح تصور حاصل کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ اون تمام تصدیقات کو جنکو مختصر طور پر وہ لفظ ظاہر کرتا ہے ہم اپنے ذہن میں موجود کریں۔

"بارش ہو رہی ہے" "سورج چمک رہا ہے" یہ تصدیقات اگرچہ کئی لفظوں سے مرکب ہیں لیکن یہ علم کا ایک ٹکڑا ہیں ۔ ذہن کا وہ فعل جس سے یہ علم حاصل ہوا ہے فقروں کی ترکیب کی طرح ایسا نہیں ہے کہ کسی خارجی ترکیب سے ایک جز و کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے بلکہ ایک عقلی اور ذہنی عمل ہے جس سے ہم کسی شئے کی کچھ حقیقت و ماہیت سمجھ لیتے ہیں کسی شئے کے متعلق جب ہم کوئی نئی تصدیق قائم کرتے ہیں تو ہم اس ماہیت سے شروع کرتے ہیں جو ہم کو اس شئے کے متعلق اس وقت حاصل ہے یہ معلومات اون تصدیقات کا نتیجہ ہوتی ہے جو پہلے بنائے جا چکی ہیں یعنے سابقہ تصدیقات سے ہمارا علم جس نقطہ تک پہونچ چکا ہے اوس کے آگے ہم نئی تصدیق شروع کرتے ہیں پانی پیاس بجھاتا ہے وہ تمام تصدیقات جو لفظ پانی سے

ظاہر ہوتی ہیں (مادہ ہونا۔ سیال ہونا) اون پر اس تصدیق کا اضافہ ہوا کہ وہ پیاس
بجھاتا ہے اس صورت میں علم کی ترقی معلوم سے غیر معلوم تک نہیں ہوی ہے بلکہ
جزوی معلومات سے وسیع یا کامل معلومات کی طرف ہوی ہے لیکن ہر تصدیق کسی
سابقہ تصدیق سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ابتدا میں ایک ایسی تصدیق ماننی
پڑیگی جو کسی دوسری تصدیق سے نہ نکلی ہو۔ اگر سب تصدیقات کسی پہلی تصدیق
سے نکلیں تو آخر ابتدا کہاں سے ہوگی؟ شعور تصدیق کی ابتدائی اور پہلی صورت ہے
اس حالت میں کسی شئے کا ادراک بلا اوس کی اوصاف کے یا اوصاف کے بہت کم
علم کے ساتھ ہوتا ہے اور سچ پوچھو تو یہی تصور ہے یعنے کسی شئے کا ادراک بلا کسی
حکم کے۔ لیکن یہ فعل عقلی نشوونما کی بہت ہی ابتدائی حالت میں ہوتا ہے اور وہ بھی
پورے طور پر حکم یعنے شئے کے اوصاف ذاتیہ سے خالی نہیں ہوتا خواہ کسی قدر ابتدا
کی طرف جاؤ۔ جہاں سے شعور شروع ہوجائے گا وہیں سے ذہن موجودات پر اپنا عمل
کرنے اور علم حاصل کرنے لگے گا۔ نوزائیدہ بچے کا شعور بھی اسی طرح عمل کرتا اور تصدیقات
قائم کرتا ہے۔ اگرچہ یہ عمل بہت خفیف ہوتا اور ابتدائی تصدیقیں بہت ہی کمزور
اور پریشان ہوتی ہیں لیکن ذہنی اور عقلی ترقی کے شروع ہونے کا یہی نقطہ
ابتدا ہے۔ جب یہی خفیف اور کمزور تصدیقیں بڑھتی جاتی ہیں تو علم میں ترقی ہوتی
جاتی ہے۔

(۱) آیا ذہن میں پہلے تصور پیدا ہوتا ہے یا تصدیق۔
(۲) تصدیق کی ابتدائی اور پہلی صورت کا نام کیا ہے۔

تصدیقات کلی ہوتی ہیں

کلیت کے معنی

تمام تصدیقات کلی ہوتی ہیں مگر کلیت کئی طرح کی ہوتی ہے اور ایک سے

زیادہ لحاظ ایسے ہیں کہ ایک تصدیق کلی کہی جا سکتی ہے۔ کسی تصدیق کو (اور عام طور پر کسی قضیہ کو) اوس وقت کلی کہتے ہیں جبکہ موضوع کلی ہو یا اس سے پہلے الفاظ سب۔ تمام۔ کل وغیرہ آئیں "سارے حبشی سیہ فام ہوتے ہیں"۔ کسی تصدیق یا قضیہ کو جزئی اس وقت کہتے ہیں جبکہ موضوع کسی کل کا ایک جزو ہو اور اس سے پہلے الفاظ بعض کچھ وغیرہ جو جزئیت ظاہر کرتے ہیں آئیں بعض آدمی سیہ فام ہوتے ہیں لیکن جب ہم تصدیقات کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ کلی معنی ظاہر کرتی ہیں تو ہمارے ذہن میں اس قسم کا خیال (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) نہیں ہوتا بلکہ کلیت سے مراد یہ ہے کہ وہ نتائج جن پر تصدیقات پہونچتی ہیں ہر صورت میں صحیح ہونے کا دعوےٰ رکھتے ہیں (خواہ اونکی موضوع اور محمول کچھ بھی ہوں) جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو یہ ایک حقیقت ہے جو ہر حال میں صحیح ہے اور ہر شخص اس کو تسلیم کرتا ہے۔ بعض حیوان ناطق ہیں (قضیہ جزئیہ ہے) لیکن ایک لحاظ سے یہ ایسا کلیہ ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

چیزوں کو باہم ملانے اور ان کی تنقیح و تنقید کرنے سے انسان کا ذہن علم حاصل کرتا ہے لیکن وہ علم شخصی اور وقتی نہیں ہوتا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں لوہا مقناطیس کی طرف میلان رکھتا ہے۔ پانی کا حجم دبانے سے کم نہیں ہو سکتا تو یہ ایسے تصدیقات نہیں ہیں کہ صرف میرے ہی شعور میں گزر رہے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہر وقت اور ہر حال میں صحیح ہیں ممکن ہے کہ ایسے مسائل کسی ایک شخص کے غور و فکر سے دریافت ہوئے ہوں لیکن جب دریافت ہو جائیں تو ہر ذی عقل شخص اون کو تسلیم کرتا ہے یعنے اگر وہ بھی اسی طرح فکر کرے جیسا کہ اس شخص نے کیا تو وہ بھی اُسی نتیجہ پر پہونچیگا۔ اگر کسی شخص کی تصدیقات اس لحاظ سے کلی نہ ہوں کہ ایک آدمی جس تصدیق پر پہونچا ہے۔ دوسرے بھی اس کو تسلیم

صداقت اور سچائی کا کوئی معیار نہیں رہتا اور اگر ایک شخص کے قول کو تسلیم نہ کرے تو کوئی امر سچ نہیں رہتا۔ صداقت کی اس خاصیت سے کہ تمام آدمی ایک امر کو تسلیم کرتے ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کے فکر کرنے کا طریقہ یکساں ہے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طرح سوچ بچار کرتے ہیں کسی تحقیقات کے متعلق یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ کس کے ذہن اور فکر نے یہ امر دریافت کیا ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ آیا عقل و درائت کی رو سے یہ امر صحیح ہے یا نہیں ایک وحشی آدمی اور ایک تعلیم یافتہ متمدن آدمی کے شعور میں یہ فرق ہوتا ہے کہ وحشی آدمی کا شعور کم تربیت یافتہ ہوتا ہے لیکن باوجود اس فرق کے دونوں میں ایک طرح کی فراست موجود ہوتی ہے اور ان کے سوچ بچار کے طریقے ایک سے ہوتے ہیں اس وجہ سے وحشی مہذب و متمدن بن جاتے ہیں۔

(۱) تصدیق کلی اور تصدیق جزئی میں کیا فرق ہے۔

(۲) اس مسئلہ کے کیا معنے ہیں کہ تمام تصدیقات کلی ہوتی ہیں اور ثابت کرو کہ یہ قول صحیح ہے

تصدیق میں عمل تحلیل و ترکیب داخل ہیں

تحلیل و ترکیب دو متناقض عمل ہیں کسی شئے کے مختلف اجزا کو علیحدہ علیحدہ کرنا تحلیل (Analysis.) ہے اور مختلف اجزا کو ملا کر ایک چیز بنانا ترکیب (Synthesis) پانی کا آکسیجن اور ہائیڈروجن میں تجزیہ کرنا تحلیل ہے اور آکسیجن اور ہائیڈروجن کو ملا کر پانی بنانا ترکیب ہے یہ ناممکن ہے کہ ایک وقت میں دو متناقض عمل کئے جاسکیں۔ پس عملی دنیا میں ایک وقت میں ایک شئے پر یا تو تحلیل کا عمل کیا جاسکتا ہے یا ترکیب کا۔ یہ دیکھنا ہے کہ فکر جب کوئی تصدیق قائم کرتا ہے تو تحلیل کا عمل کرتا ہے یا ترکیب کا۔ کسی شئے کی حقیقت کامل طور پر سمجھنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ ہم اوسکی تحلیل و

ترکیب دونو سے واقف ہوں مثلاً گھڑی کی حقیقت جاننے کے لئے ہم کو ایک ایک پرزے
کے نام شکل وصورت سے واقف ہونا لازم ہے یہ عمل تحلیل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی
جاننا ضرور ہے کہ وہ سب پرزے کس ترکیب سے ملائے جاتے ہیں اور سب
مل کر کس طرح عمل کرتے ہیں کہ ایک مرتب گھڑی صحیح وقت بتانے کا کام دینے
لگے یہ عمل ترکیب ہے پس ذہن ہر تصدیق میں عمل تحلیل و ترکیب دونو کو کام
میں لاتا ہے۔

ترکیب کے معنے یہ ہیں کہ مختلف اجزا مل کر ایسی صورت اختیار کریں کہ
ایک نئی شئے اون سے پیدا ہو جائے اور اگر ایک جزو کو نقصان پہونچے تو کل کو
بھی ساتھ ہی نقصان پہونچے ۔ جیسے انجن کا ایک پرزہ خراب ہونے سے انجن کام
نہیں دیسکتا یا اعضائے انسان کہ سب کے کام علیحدہ ہیں لیکن پھر بھی ان میں ایسا
ربط ہے کہ

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

اناج کے انبار میں سے اگر ایک حصہ نکال لو تو دوسرا حصہ باقی رہتا ہے لیکن
مرکب اشیار کا یہ حال نہیں وہ سب خراب ہو جاتی ہیں حتی کہ یہی حال سوسائٹی کا ہے
کہ جزو کی خرابی کل میں فساد پیدا کر دیتی ہے پس مرکب اشیار کی ماہیت اور حقیقت
کو سمجھنے کے لئے اون کی اجزا کے علیحدہ علیحدہ عملوں اور سب کے مل کر باہم کام
کرنے کے طریقوں سے واقف ہونا لازم ہے جب کوئی معمولی شئے سامنے آتی ہے تو
ذہن آناً فاناً میں پہلے تو اس کی اجزا کو دیکھ لیتا ہے اور پھر یہ دیکھ لیتا ہے کہ آیا
وہ تمام اجزا ملکر وہ کیفیت پیدا کرتے ہیں یا نہیں جو اوس شئے کے لئے ضروری ہے
اس طرح عمل **تحلیل و ترکیب** دونو اس قدر عجلت سے ہو جاتے ہیں کہ اون میں

تمیز کرنی مشکل ہوتی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں گلاب کا پھول ہے وہ اسکی رنگ وبو شکل ووضع زیرہ ڈنڈی وغیرہ ایک ایک چیز کو دیکھ رہا ہے اس طرح وہ اپنے ذہن میں تحلیل کا عمل کر رہا ہے۔ اُس شخص کے ہاتھ میں ایک پھول ہے وہ اوسکی رنگ و بو شکل ووضع زیرہ و ڈنڈی وغیرہ کو دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ گلاب کا پھول ہے اُس نے اپنے ذہن میں عمل ترکیب کیا۔ کیونکہ جب تک وہ تمام خواص جو ایک گلاب کے پھول کے لئے لازم ہیں۔ مجموعتاً ایک پھول میں نہ پائے جائیں اس کو گلاب نہیں کہہ سکتے۔ جب ہم کسی شئے کو پہلے پہل دیکھتے یا اوسکی ماہیت سمجھنی چاہتے ہیں یا کسی علمی تحقیقات میں مصروف ہوتے ہیں تو تحلیل و ترکیب کا عمل ایسی جلدی نہیں ہوتا جیسا کہ واقف اشیاء کی صورت میں بلکہ بعض اوقات سالہا سال کی تحقیق و تفتیش میں کسی چیز کی تحلیل و ترکیب کی صحیح کیفیت معلوم ہوتی ہے

عملی نقطۂ نظر سے جب کسی شئے کی تحقیق کرتے ہیں تو اوس کا تجزیہ کر کے ایک ایک عضو کی حالت و کیفیت اور اوس کی وظائف طبعی معلوم کرتے ہیں مثلاً درخت کے پتوں کو درخت سے جدا کر کے دیکھتے ہیں اسی طرح پھل پھول تنہ جڑ بیج وغیرہ کا امتحان کرتے اور اون کے حالات و آثار مخصوصہ دریافت کرتے ہیں اسی طرح جسم انسان کے اعضا و جوارح کے حالات طبیعتہ علیحدہ علیحدہ معلوم کرتے ہیں اور پھر اوس پوری شئے کی جس کے یہ اجزا ہیں ہیئت اجتماعیہ پر غور کر کے اون اجسام کے خواص کلی اور صفات ذاتیہ دریافت کرتے ہیں مثلاً کسی شخص کی عادت و فطرت کا تصور اوس کی سوسائٹی یا مذہب یا خاندان وغیرہ کے تصور سے علیحدہ کر کے خیال کیا جائے اور پھر سوسائٹی کی حالت اجتماعی پر غور کریں چونکہ سائنس کا کام یہ ہے کہ کسی شئے کے جزئی و کلی خواص مفصل طور پر بیان کرے تجزیہ سے بچنا محال ہے لیکن اس صورت میں بھی اجزا کی حقیقت کو کما حقہ سمجھنے

کے لئے کل شئے کی اجتماعی حالت کو سمجھنا بہت ضرور ہے۔ علم الحیات نے اجسام آلیہ کی تمام انواع کو ایک ہی قانون کے رشتہ میں جکڑ دیا ہے۔ پہلے زمانہ میں حیوانات ونباتات کی ہر ایک نوع ایک دوسرے سے علیحدہ خیال کی جاتی تھی لیکن اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمام موالید آلیہ (حیوانات ونباتات) ایک ہی خاندان کے ممبر ہیں اور یہ بات اُن کی باہمی رشتوں اور تعلقات پر نظر ڈالنے سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

حواس کے مدرکات بہ نسبت فکر کے مدرکات کے زیادہ بسیط ہوتے ہیں۔ کیونکہ حواس اشیاء کا ادراک علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ بخارات۔ کہر۔ پانی برف کی تمیز اگر صرف حواس پر منحصر ہو تو وہ اون کو بالکل علیحدہ علیحدہ چیزیں تصور کرینگے ادراک حسی میں ہر ایک شئے علیحدہ فرد خیال کی جاتی ہے یہ فکر کا کام ہے کہ وہ اشیاء کے درمیان تعلق ورشتہ دریافت کرتا ہے اور وہ اصول دریافت کرتا ہے جن کے بموجب وہ ایک دوسرے سے رابطہ رکھتی ہیں۔ فکر یہ ظاہر کرتا ہے کہ جن چیزوں کو حواس بالکل علیحدہ علیحدہ خیال کرتے تھے فی الحقیقت ایک دوسرے سے بہت قریب کا علاقہ رکھتی ہیں اور ایک ہی نظام کی رکن ہیں۔ جیسے بخار۔ کہر۔ پانی۔ برف دراصل ایک ہی شئے ہیں۔ چند مظاہر کو جو حواس کو بالکل علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے تھے۔ سائنس لیتا ہے اور دکھاتا ہے کہ ان میں کیا علاقہ اور کیا مشابہت ہے اور پھر ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک ہی قانون کے محکوم ہیں اور ان میں ایک ایسا قانون مشترک پایا جاتا ہے جو اون کو اس طرح ملاتا ہے جیسے ایک شئے کے اجزا یا جسم کے اخلاط ملے ہوے ہوتے ہیں۔ سمندر کا مد وجزر۔ زمین پر اشیا کا گرنا۔ سیاروں کا نظام حواس کو علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتا ہے لیکن فکر یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سب کشش ثقل کے قانون سے وابستہ ہیں اور اون کی علت ایک

ہی ہے۔ فکر کے مدرکات بہ نسبت حس کے ادراکات کے زیادہ کلی اور اجتماعی ہوتے ہیں۔ کیونکہ فکر مظاہر قدرت میں اتحاد و رابطہ کا پتہ چلاتا ہے۔ اور تمام کائنات وحدت کا منظر معلوم ہونے لگتی ہے۔

(۱) عمل تحلیل اور عمل ترکیب میں کیا فرق ہے۔ فکر جب کوئی تصدیق قائم کرتا ہے تو تحلیل کا عمل کرتا ہے یا ترکیب کا۔

(۲) مدرکات فکر اور مدرکات حس میں کیا فرق ہے۔

تصدیقات احدیت

judgments of individuality

جب بہت سی چیزیں مل کر ایک مقصد کو پورا کرتی ہیں تو وہ ایک شئے تصور کی جاتی ہیں مثلاً گھڑی کہ بہت سے پرزوں سے مرکب ہے لیکن وہ سب پرزے ملکر ایک کام (وقت بتانا) انجام دیتے ہیں تو اون سب کا مجموعہ ایک شئے خیال کیا جاتا اور گھڑی کہلاتا ہے اگر اون ہی اجزا کو الگ الگ میز پر رکھدیں اور وہ وقت بتانے کا کام نہ دیں تو اون کو گھڑی نہ کہیں گے۔ پتھر اینٹ چونا پانی لکڑی لوہا علیحدہ علیحدہ موجود ہیں لیکن جب سب ملکر ایک ایسی صورت اختیار کرتے ہیں جو آدمیوں کی سکونت کا کام دیتی ہے تو اس کو مکان کہتے ہیں اور وہ سب ایک شئے سمجھے جاتے ہیں بہت سے آدمی مختلف زبان بولنے والے مختلف قوم مختلف رنگ و صورت مختلف مذہب کے جب متحدہ طور پر حمایت ملک کی خدمت انجام دیتے ہیں تو اون کا تصور ایک کیا جاتا ہے اور وہ فوج کہلاتے ہیں غرض جب بہت سی مختلف الکیفیت چیزیں متحدہ طور پر اس طرح کام دیں کہ اون سے کوئی خاص منشاء پورا ہوا اور انکی مجموعی حالت کا

تصور بطور شئے واحد کے کیا جاسکے تو اون کی ذہنی نقوش تصدیقات احدیت کے
نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔

(۱) تصدیقات احدیت سے کیا مراد ہے۔

علم
Science

تصدیقات یہ نہیں کرتیں کہ پتھروں کی انبار کی طرح واقعات کا خزانہ ذہن
میں جمع کردیں بلکہ وہ نئے واقعات کو معلومہ واقعات سے ربط دیتی ہیں۔ اور
پھر اون کی تنقید کرتی ہیں۔ صرف ایک تصدیق اس کام کے لئے کافی نہیں ہوتی۔
لیکن ہر ایک تصدیق اس مقصد کے حصول میں کچھ نہ کچھ مدد دیتی ہے۔ محض ایک
ادراک جس کی اول و آخر دوسرے معلومات نہ ہوں انسان کے علم میں کوئی اضافہ
نہیں کرتا۔ مثلاً محض گھنٹی کی آواز آنے سے کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا لیکن یہ
آواز جب اس علم سے ملتی ہے کہ جس وقت گھنٹی بجتی ہے تو ریل آتی ہے تو ساتھ
ہی یہ علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ریل اسٹیشن پر آگئی ہے۔

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ کوئی نئی علامت دیکھتا یا بات سنتا ہے
تو یہ پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے یا اس کا کیا مطلب ہے ہر نئے تجربے کو اُس معلومات سے
جو پہلے سے حاصل ہے ربط دیتا ہے اور اس کی تنقید کرتا ہے اگر یہ جدید معلومات سابقہ
علم سے (جو یقینی ہے) خلاف ہو تو اس کو غلط کہتے ہیں اور موافق ہو تو صحیح
ہم جانتے ہیں کہ فلاں شخص نہایت راستباز اور پابند اخلاق ہے اُس کی نسبت اگر
کوئی شخص چوری کا الزام لگائے تو ہم اس خبر کو غلط کہہ دینگے۔ کیونکہ اس شخص
کی طرف ایسا رویہ منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بعض شعبدہ باز ایسے ایسے شعبدے
دکھاتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے لیکن باوجودیکہ ہمارے حواس گواہی دیتے

ہیں کہ ہم نے ایسا ہی ادراک کیا ہے جیساکہ شعبدہ باز کہہ رہا ہے لیکن ہم اس کو غلط اور دھوکہ دہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ کام قانون قدرت کے خلاف ہیں مگر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علمی تحقیقات شعبدہ بازی نہیں ہے۔ بعض اوقات ممکن ہے کہ ایک علمی تجربہ ایک پرانے اعتقاد کو غلط ثابت کردے مثلاً مدت سے یہ خیال راسخ چلا آتا تھا کہ خاک و بادو آب وآتش عنصر ہیں لیکن جب علم کیمیا نے ان کی تحلیل کرکے اُن کے اجزا دکھا دئے تو اب سوائے جہلا کے اور کون باور کرے گا کہ دنیا میں چار ہی عنصر ہیں یا ایک ریاکار شخص کے خلاف جو بڑا متقی اور پارسا مانا جاتا تھا۔ چوری کا جرم ثابت ہوجائے تو اسکی نسبت تقدس کا یقین خاک میں مل جائیگا۔ غرض علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو واقعات کا غیر مربوط اور غیر مسلسل علم دوسرے واقعات کا مربوط اور مرتب علم مثلاً واقعات ذیل کا علم۔

زید فقہ وحدیث کا بہت بڑا ماہر ہے

اس سال بارش کی کثرت سے اناج کی فصل کو نقصان پہونچا۔

اکبر نے ۱۶۰۵ء میں انتقال کیا۔

تینوں واقعات علم ہیں لیکن ان میں باہم کوئی تسلسل اور ربط نہیں ہے اس لئے یہ سائنس نہیں کہلائے جاسکتے۔ اس معلومات اور علمی تحقیقات میں بڑا فرق ہے۔ زمین گول ہے ہوا آکسیجن اور نائٹروجن سے مرکب ہے صرف خبر یا افواہ نہیں ہے بلکہ ایک علم ہے جو ایک عالم آدمی کو بہت سے واقعات معلومہ کو ترتیب دینے اور نئے مشاہدات اور تجربات علمی پر غور وفکر کرنے سے حاصل ہوا ہے جونہی حقیقت اس وقت ذہن کے تجربہ میں آئی ہے اوس کو وہ اپنی سابقہ معلومات کے سلسلہ میں اوس مقام پر رکھتا ہے جو اس کے لئے مناسب ہے

سائنس

غرض سائنس اوس علم کا نام ہے جو مربوط اور مرتب ہو اس میں شک نہیں کہ ہر ایک سائنس غیر مربوط واقعات سے شروع ہوتا ہے اور پھر روزمرہ کے تجربوں سے جو حقیقتیں منکشف ہوتی ہیں ان کو بیان کرنے کے لئے قواعد عامہ وضع کرلئے جاتے ہیں جو اس سائنس کے اصول کہلاتے ہیں۔ اس بیان پر ذرا پھر غور کرو۔ افراد کو علیحدہ علیحدہ مشاہدہ کرنے اور اون کی خصوصیات اور کیفیات دریافت کرنے سے جزئیات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ان جزئیات سے قواعد کلیہ اخذ کرنا تعمیم (generalization) یا قانون یا قضیہ کلیہ (universallaw) یا اصول کہلاتا ہے کلیات کا علم جزئیات پر منحصر ہے لیکن بہ نسبت جزئیات کے زیادہ مفید اور بکارآمد ہے مثلاً ہم نے بلندی سے پتھر پھینکا وہ زمین پر آرہا۔ ایک شیشہ کا ٹکڑا پھر لوہے کی چیز اسی طرح طرح طرح کی اشیا پھینکیں اور دیکھا کہ وہ سب زمین پر آرہیں اس طرح جزئیات کا امتحان کرکے ہم نے یہ کلیہ قائم کیا کہ تمام چیزیں زمین کی طرف گرنے کا میلان رکھتی ہیں یہ ایک کلیہ یا قانون ہے اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ آئندہ ہم کو بالانفراد اشیاء کے تجربہ کرنے کی حاجت نہیں رہی اور اب ہم کسی قیمتی شئے کو اس طرح نہ پھینکیں گے کہ وہ زمین پر گرکر چور چور ہو جائے۔ ایسے اصول کلیہ اگر بلا کافی مشاہدہ اور تجربہ کے جمع کرلئے جائیں تو غلطیوں میں بھی مبتلا کردیتے ہیں جیسے دُمدار ستارے کے طلوع کو ضعیف الاعتقاد دنیا میں تباہی آنے اور جنگ واقع ہونے کا سبب خیال کرتے ہیں۔ جزئی واقعات کو دیکھ کر اصول کلیہ قائم کرنا اور اون اصول کلیہ کو مرتب اور مربوط صورت میں جمع کرنا سائنس ہے۔

تعمیم یا کلیہ

(۱) ہم کسی امر کو صحیح یا غلط کیوں کہتے ہیں۔

(۲) کیا ہر ایک علم سائنس ہے اگر نہیں تو سائنس کس قسم کے علم کا نام ہے۔

(۳) کوئی کلیہ یا قانون دریافت کرلینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

علم منطق
Logic

ہر ایک سائنس کا موضوع جدا ہے - یہ موضوع موجودات عالم کی کوئی نوع ہوتا ہے مثلاً علم ہیئت کا موضوع اجرام سماوی ہیں - علم حیوانات کا حیوان - علم النفس کا نفس انسان اور علم منطق کا فکر یعنے علم منطق اون طریقوں کا جاننا ہے جو صحیح نتایج پر پہونچنے کے لئے قوت فکر کام میں لاتی ہے اسی لئے اہل عرب نے منطق کی یہ تعریف کی ہے۔

علم منطق کی تعریف

آلۃ قانونیۃ تعصم مراعاتھا الذہن عن الخطاء فی الفکر وہ آلہ قانونی جس کی مطابقت ذہن کو فکر کرنے میں خطا سے بچاتی ہے۔

منطق دلیل کرنے کا علم یا فن ہے یا اون اصول کا علم ہے جن کی بناء پر صحیح صحیح قیاس قائم کئے جاسکتے ہیں۔

ہملٹن کہتا ہے - منطق فکر کی ضروری صورتوں کا علم ہے یعنے اون کلیہ قوانین اور اصول کا علم ہے جنکی مطابقت فکر کو ضروری ہے تاکہ فکر کے حاصلات یعنے تصورات و تصدیقات اور استدلالات صحیح و سلیم ہوسکیں۔

مل نے منطق کی یہ تعریف کی ہے - منطق سوچنے کا علم ہے یعنے اون شرائط کا علم جن پر صحیح تصورات اور تصدیقات اور استدلالات کا انحصار ہے۔

علم منطق کا کام یہ ہے کہ فکر کو اس طرح تربیت کرے کہ اوس کو علم حاصل کرنا آسان ہو جائے اور ایسے اصول و قواعد سکھائے جو جدید علم حاصل کرنے میں بکار آمد ہوں۔

ہر سائنس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع کے مسائل کو ایک خاص قاعدے سے ترتیب دیتا ہے یہی حال علم منطق کا ہے کہ وہ فکر کی مختلف قسموں کو ہی بیان

نہیں کرتا بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ اقسام باہم کس طرح مربوط ہیں تصور تصدیق قیاس استقراء استخراج فکر کے مختلف عمل ہیں اور اون کی خصوصیات اس طرح کی ہیں کہ اون میں باہم تمیز ہو سکتی ہے۔ علم منطق صرف انکی کیفیت علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کرتا بلکہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ باہم اون میں علاقہ اور ربط کس طرح قائم ہے اور کوئی نئی حقیقت علمیہ ان سب کے متفقہ طور پر عمل کرنے سے کیونکر منکشف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے منطق کے جس قدر طریق عمل ہیں وہ بھی باہم مربوط ہوتے ہیں کسی نئے علم حاصل کرنے میں اگرچہ وہ مختلف زینوں کا کام دیتے ہیں لیکن دراصل وہ ایک ہی چیز کے حصے ہیں جن کو عقل یا دانش کہتے ہیں۔

منطق اور علم النفس

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ منطق کو علم النفس سے بہت لگاؤ ہے کیونکہ یہ دونو علم اون حالتوں کا بیان کرتے ہیں جو نفس یا شعور میں گزرتی ہیں بیشک دونو علموں میں یہ توافق ہے لیکن باوجود اس توافق کے فرق و امتیاز بھی ہے علم النفس اون تمام حالتوں سے بحث کرتا ہے جو نفس میں گزرتی ہیں یا وہ راحت ورنج کی حقیقت موانست خیالات کی کیفیت خواہش اور ارادے وغیرہ تمام قوائے ذہنی کی ماہیت وغیرہ بیان کرتا ہے اسی طرح وہ فکر اور استدلال کی حقیقت سے بھی بحث کرتا ہے۔ غرض علم النفس ذہن کی کیفیات کو بجنسہ بیان کر دیتا ہے۔ علم منطق یہ نہیں بیان کرتا کہ خیالات کس طرح پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ سکھاتا ہے کہ موجودہ ذہنی مواد سے نئی معلومات کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱) علم منطق کی تعریف ہملٹن۔ ل اور اہل عرب نے کیا کی ہے۔

(۲) علم منطق کا موضوع کیا ہے فکر کے مختلف عمل کیا کیا ہیں۔

(۳) منطق اور علم النفس میں کن امور میں توافق ہے اور کیا فرق و امتیاز ہے۔

——— (۴) ———

منطق علم بھی ہے اور فن بھی

فن

جب کسی سائنس کے اصول کلیہ معلوم ہو جائیں تو ہم پھر اون کو جزئی واقعات پر استعمال کرتے ہیں مثلاً یہ ایک اصول کلیہ ہے کہ ہر گھوڑے کے چار پاؤں ہوتے ہیں۔ایک شخص ہمارے ہاتھ ایک گھوڑا فروخت کرنا چاہتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ یہ گھوڑا تین ٹانگوں سے لنگڑاتا چل رہا ہے تو ہم کبھی اس گھوڑے کو نہ خریدینگے کیونکہ اُس کی ایک ٹانگ کم ہے۔ اگر دو مثلثوں میں سے ایک مثلث کے دو ضلعے دوسرے مثلث کے دو ضلعوں کے الگ الگ برابر ہوں لیکن اون ضلعوں سے بنے ہوے زاوئے آپس میں برابر نہ ہوں تو ہم فوراً کہہ دینگے کہ مثلث آپس میں برابر نہیں ہیں۔اس طرح اصول کلیہ کو جزئی واقعات پر استعمال کرنے کو فن کہتے ہیں۔ ہم نے بارہا تجربہ کرکے یہ کلیہ قائم کیا کہ پانی اپنی سطح سی تیس فٹ بلندی تک چڑھ سکتا ہے۔ یہ سائنس ہے۔اب ہم کو کنوئیں میں سے پانی لینا ہے جو پچیس فٹ گہرا ہے تو ہم پانی لینے کے لئے بے تکلف واٹر پمپ (آلہ مخراج الماء) لگا دینگے کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس پمپ سے پانی سطح زمین تک چڑھ آئے گا۔منطق بھی اس لحاظ سے کہ اوس کے اصول فکر کے جزئی واقعات کو دیکھکر اخذ کئے گئے ہیں۔سائنس ہے اور اس لحاظ سے کہ دلیل میں فکر کے جزئی واقعات پر منطق کے اصول منطبق کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ دلیل صحیح ہے یا نہیں۔فن (art) ہے۔

سائنس اور فن کی تعریف

تمام علوم میں غور و فکر سے کام لینا پڑتا ہے۔ہر علم میں فکر کو کام میں لانے کا وہی طریقہ ہے جو علم منطق سکھاتا ہے اسی واسطے علم منطق کو ام العلوم (science of sciences) کہتے ہیں۔طبقات الارض کی کیفیت کو دریافت

کرنے کے لئے جو غور و فکر کیا جاتا ہے وہ علم زمین یا علم طبقات الارض سے تعلق
رکھتا ہے اور درختوں اور پودوں کی پیداوار اور اقسام وغیرہ کے متعلق جو
غور و فکر کیا جاتا ہے وہ علم نباتات کا حصہ ہے۔ منطق کو نہ زمین کے طبقات
سے غرض ہے نہ درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بلکہ اون واقعات اور کیفیات
کو دیکھ کر جو زمین کے ذروں اور درختوں کے رگ و ریشہ میں پائے جاتے ہیں
نتائج اور قواعد استنباط کرنے کے طریقے سے مطلب ہے اس کا کام یہ دیکھنا ہے
کہ آیا جس طریق سے اون علوم میں نتائج استنباط کئے جاتے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں

فکر کا تعلق مادے سے

منطق کو طریق فکر سے مقصد ہوتا ہے اور جن اشیاء یا کیفیات پر وہ فکر کیا جاتا ہے
اُن سے کچھ مقصد نہیں ہوتا۔ تاہم یہ خیال رکھنا چاہئے کہ فکر کو کام میں لانے کیلئے
بھی کسی مادی شئے کا تصور ضرور ہے خواہ وہ مثال ہی کے طور پر ہو۔ ناممکن ہے کہ کوئی
خیال یا تصور ذہن میں آسکے۔ جب تک اس کی کوئی ذہنی تصویر دماغ میں موجود نہ
ہو۔ مثلاً چھوٹے اور بڑے کا تصور نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دو چیزوں میں جسامت
کے لحاظ سے نسبت نہ قائم کی جائے مادہ کا اس قدر تعلق لابد ہے اگرچہ منطق کو مادے
اور اس کی انواع و اقسام کی صورتوں سے کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ فکر کی اون صورتوں
سے تعلق ہے جو کسی شئے کے متعلق حقائق کو دریافت کرنے کے لئے استعمال کیجاتی ہیں
مادے کا لگاؤ چونکہ تصورات ذہنی میں بھی باقی رہتا ہے اس لحاظ سے منطق کی تعریف

منطق کی تعریف بہ تعلق مادہ

یہ کی جاسکتی ہے کہ وہ علم ہے جو ایسے عام اصول بیان کرتا ہے جنکی بموجب ہم کو
اشیاء کے متعلق غور و فکر کرنا چاہئے وہ خاص شئے خواہ کچھ بھی ہو۔ ہر ایک علم کسی نہ
کسی شئے کا علم ہوتا ہے اس لئے مادی اشیاء کے تصور سے بچنا منطق میں بھی ممکن نہیں ہے

فکر میں غلطی

کسی سائنس کا خواہ کچھ ہی موضوع ہو وہ طریقہ استدلال جو اون سب میں
استعمال ہوتا ہے یکساں ہے لوگ فکر کرنے میں دو طرح سے غلطی کرتے ہیں یا تو وہ ایسے

طریق سے فکر کرتے ہیں کہ ان جزئیات سے جو انھوں نے مشاہدہ یا تجربہ وغیرہ
سے حاصل کئے ہیں۔ غلط اصول کلی قائم کرتے ہیں یا صحیح اصول سے غلط نتائج
استنباط کرتے ہیں۔ منطقیوں نے یہ کیا ہے کہ اوس طریقہ استدلال کا جس سے
غیر صحیح نتائج پیدا ہوتے ہیں اس طریق سے مقابلہ کیا ہے جو صحیح نتائج پیدا کرتا ہے
اور ایسے قواعد عامہ دریافت کئے ہیں جن کے بموجب ہم کو فکر کرنا چاہئے تاکہ
نتیجہ صحیح ہو اُس علم کا نام جو یہ اصول سکھاتا ہے **منطق** ہے۔ منطق کو فکر کی اون
صورتوں سے تعلق ہوتا ہے جو ہمارے دوران فکر میں کام میں آتی ہیں۔ کسی
علم کی تفصیل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

سائنس سے ہم کو کسی شئے کا علم حاصل ہوتا ہے اور **فن** اوس کو عملی طور پر کام
میں لانا سکھاتا ہے۔ سائنس حقائق مسلمہ اور اصول کلیہ دریافت کرتا ہے۔ اور
اوس کو ذرا بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس معلومات سے عملی کام کیا لیا جاسکتا ہے
فن کسی عملی مقصد کو پورا کرنے کی تدبیر بتاتا ہے۔ علم منطق ہم کو وہ طریقے بھی بتاتا
ہے جن کے بموجب ہم فکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ صحیح
صحیح فکر کیونکر کرنا چاہئے۔ یہ خیال رہے کہ کسی کام کی عملی صورتیں علمی تحقیقات
پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔ فن کا انحصار سائنس پر ہے اور جوں جوں علم بڑھتا جاتا ہے
فن بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ مثلاً حصول صحت کے لئے ادویات کا استعمال علم تشریح
علم افعال الاعضاء علم خواص الادویہ اور علم کیمیا پر منحصر ہے اور جس قدر ان علوم
میں ترقی ہوتی جاتی ہے فن طبابت بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ غرض جب کسی علم کو
کسی عملی مقصد حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں تو اس کو فن (Art) کہتے
ہیں بعض صورتوں میں تو یہ استعمال بہت نمایاں اور بلاواسطہ ہوتا ہے۔ جیسے
مشینوں اور کلوں کا بنانا اور بعض صورتوں میں بہت خفی ہوتا ہے جیسے کہ قوا،

ذہنی کے عمل ہیں لیکن ہر صورت میں علم عمل پر مقدم ہے۔ یہی حالت منطق کی ہے کہ پہلے اوس کے اصول کا علم ہونا چاہئے اور بعد میں استعمال۔

(۱) علم اور فن میں کیا فرق ہے۔ منطق کس لحاظ سے علم ہے اور کس لحاظ سے فن ہے۔

(۲) علم منطق کو ام العلوم کیوں کہتے ہیں۔

(۳) منطق کی تعریف مادہ کے تعلق سے کیوں کر کی جا سکتی ہے۔

علم منطق کی ضرورت

علم منطق کی حاجت

سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آیا علم منطق پڑھنے کی حاجت بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہم بغیر علم منطق کے بھی دلیل کر سکتے ہیں؟ یہ سچ ہے کہ لوگوں نے علم منطق کی ایجاد سے پہلے بھی صحیح صحیح استدلال کیا ہے اور ان ہی اصول کو دیکھ کر جو صاحبان فکر استعمال کرتے تھے۔ علم منطق اس قابل ہوا ہے کہ صحیح استدلال کی شرائط مقرر کریں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ منطق کے اصول کا مطالعہ کرنا بے فائدہ ہے اگرچہ غلط استدلال کا استیصال تو منطق سے بھی نہیں ہوتا۔ جیسے علم طب بیماری کو نہیں مٹا سکتا لیکن علم منطق سے ہم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ایسے قوانین بنائیں جس سے استدلال کی غلطیوں کا پتہ چل سکے۔ منطق صحیح دلیل کرنا سکھاتی ہے اور صحیح صحیح دلیل کرنا علم کو بڑھاتا ہے۔ منطق عقل کی آنکھوں میں سرمہ لگاتی ہے جس سے انسان یہ دیکھنے لگتا ہے کہ جو واقعات گرد و پیش واقع ہو رہے ہیں ان کی کیا وجہ ہے یہ کس طرح واقع ہوتے اور کیونکر رک سکتے اور کیا کیا نتیجے پیدا کرتے ہیں۔ صحیح دلیل صداقت اور حق کی طرف راہ نمائی کرتی اور غلط دلیل غلطیوں اور مصیبتوں میں پھنساتی ہے۔ لوک Locke علم منطق کی ضرورت پر اعتراض کرتے ہوے کہتا ہے۔ ایسا بھی کیا غضب ہے کہ خدا انسان کو فقط دو پا یہ حیوان بنا کر چھوڑ دیتا اور اون کو دانشمند بنانے کا کام ارسطو کے سپرد کرتا۔ لیکن یہ

علم منطق کی شرافت

اوس کی ستم ظریفی ہے ۔ منطق سے قوائے ذہنی کو اعلیٰ درجہ کی مشق حاصل ہوتی ہے اور جب احتیاط سے غور و فکر کرنے کی عادت راسخ ہوجاتی ہے تو ہر معاملہ میں انسان احتیاط سے فکر کرنے لگتا ہے ۔ دنیا میں کوئی چیز انسان سے زیادہ شریف نہیں ہے اور جس شئے نے اس کو یہ عظمت بخشی وہ اس کا نفس ہے لہذا وہ علم جس کا موضوع نفس انسان کا کوئی شعبہ بھی ہو سب سے زیادہ شریف اور قابل عظمت ہے ۔ اگر کوئی شخص منطق کی کتاب کو اٹھاکر نہ بھی دیکھے تو بھی نامعلوم طور پر وہ اپنے دل میں ایسے اصول مقرر کرلیتا ہے جنکے بہ موجب وہ غلط و صحیح میں تمیز کرتا ہے ۔ مثلاً وہ اون چیزوں کو صحیح جانتا ہے جو حواس ظاہری سے معلوم ہوتی ہیں یا جو اوس کے مذاق یا پولیٹیکل مقصد یا عقائد ذہنی کے موافق ہوں ۔ اسی طرح جس شخص کے دماغ میں ذرا بھی عقل ہے وہ خواہ منطق کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہو ۔ منطقی استدلال ضرور کرتا ہے اگر وہ علم منطق سے واقف ہے تو وہ اپنی استدلال میں غلطی نہ کرے گا ورنہ غلطیوں میں پڑ جانے کا احتمال رہتا ہے ۔ علم منطق ثبوت کے ہر پہلو کو جانچتا ہے اور اون مقدمات کی جن سے کوئی نتیجہ پیدا ہوا ہے تنقید کرتا ہے ۔

غور و فکر کرنا مشکل کام ہے اور دل اکثر اس سے بچنا چاہتا ہے اکثر اوقات ہم بلا سوچے سمجھے باتیں کرتے ہیں اور جو مقولے لوگوں میں زباں زد چلے آئے ہیں یا جو باتیں مرغوب خاطر ہیں وہی کہہ دیتے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ غور و فکر کرنے کی تکلیف اٹھانی مشکل معلوم ہوتی ہے ۔ اس سبب سے سطحی معلومات پر اکتفا کرتے ہیں لیکن قوت فکر کو زندہ رکھنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام قوائے دماغی کو کام کرنے کا عادی رکھا جائے ۔ علم منطق کی تعلیم کا بڑا منشا یہی ہے کہ لوگوں کی طبیعت میں یقینی اور قطعی دلائل تلاش کرنے کا میلان پیدا ہو ۔ مل کہتا ہے جو شخص کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہے جسمیں دانش و فہم کی ذرا بھی ضرورت ہو وہ علم منطق سے مستغنی نہیں ہوسکتا ۔ جیون کہتا ہے کہ منطق کی تعلیم ہر نصاب تعلیم میں داخل ہونی چاہئے ۔ مدارس میں بچوں کو ریاضی کے وہ

اصول تو سکھائے جاتے ہیں جو آئندہ زندگی میں عملاً کبھی کام نہیں آتے۔ لیکن اون کو استدلال کے اون معمولی طریقوں سے بھی جاہل رکھا جاتا ہے جن سے فکر کو ہر گھنٹہ کام کرنا پڑتا ہے۔ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بڈھا جو شخص مفید معلومات کا ذخیرہ جمع کرنا چاہتا ہے اس کو منطق سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔

(۱) ثابت کرو کہ علم منطق ایک بہت ضروری علم ہے۔

منطق کا تعلق زبان سے

منطق کا تعلق زبان سے

منطق کو زبان سے بھی تعلق ہے کیونکہ زبان خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے اور قوت فکر جس نتیجہ پر پہونچتی ہے زبان ہی اس کو ظاہر کرتی ہے۔ خیالات نہ سنائی دیتے ہیں نہ دکھائی دیتے ہیں اور اون کے ظاہر کرنے کے لئے ضرور ہے کہ بعض علامات خواہ زبان کی صورت میں ہوں یا حروف کی صورت میں استعمال کی جائیں خیالات جب زبان کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ہیں تو وہ منطق کا موضوع بن جاتے ہیں زبان خیال کی ترقی کو دو طرح سے مدد دیتی ہے اول تو زبان ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس سے ایک شخص کے خیالات دوسرے تک منتقل ہو جاتے ہیں بلکہ کوئی خیال ذہن میں بھی بغیر زبان کے نہیں آسکتا دوسرے زبان وسیع خیالات کو مختصر کر دیتی ہے چھوٹے چھوٹے الفاظ بڑے بڑے پیچیدہ خیالات کے قائم مقام ہوتے ہیں مثلاً ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کا غدر۔ نظام عصبی۔ حیات نفسیہ۔

خیالات کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کرنے کے لئے الفاظ کے صحیح صحیح معنے اور محل استعمال کا جاننا ضرور ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کی ادائے مطلب کی ناقابلیت کی وجہ سے سامع غلطی میں پڑ جاتا ہے اور صحیح مقصد پر نہیں پہونچ سکتا۔

اپنے کسی تصور ذہنی کو دوسرے شخص پر ظاہر کرنے کے لئے ہم زبان اور حلق کی مدد سے

ایک آواز نکالتے ہیں جس کو لفظ کہتے ہیں۔ چونکہ ہر خاص تصور کے لئے ہمیشہ ایک ہی طرح کی آواز نکالی جاتی ہے سامع اُس آواز یا لفظ کے سننے سے سمجھ جاتا ہے کہ متکلم کا مقصد یا مافی الضمیر کیا ہے۔ لفظ مچھلی ایک خاص قسم کے حیوان آبی کا مفہوم ظاہر کرتا ہے پانی سے ایک سیال مادی شئے سمجھ میں آتی ہے۔ علیٰ ہذہ القیاس ہر تصور کے اظہار کے لئے ایک لفظ مقرر ہے۔

الفاظ کا ہمیشہ اون ہی اشیاء یا کیفیات یا تصورات کو ظاہر کرنا جن کے واسطے وہ ایک بار مقرر ہو چکے ہیں اون اشیاء وغیرہ پر دلالت کرنا کہلاتا ہے یا یوں کہتے ہیں کہ یہ لفظ فلاں معنے کے لئے **وضع** کیا گیا ہے۔

دلالت

دلالت کے معنے ہیں ایک چیز کے ذریعہ سے دوسری چیز کا پتہ چلنا اول شئے (خواہ لفظ ہو یا اور کوئی علامت) جو مجہول شئے کو بتاتی ہے **دال** اور وہ مجہول شئے جو لفظ یا علامت سے معلوم ہوتی ہے **مدلول** کہلاتی ہے لفظ مدرسہ دلالت کرتا ہے اوس مکان پر جہاں طالب علموں کو درس دیا جائے۔ لفظ مدرسہ دال اور مکان مدرسہ مدلول ہے۔ الفاظ کا اس طرح استعمال کہ جس معنی کے لئے کوئی لفظ وضع کیا گیا ہے اسی معنی میں استعمال ہو **دلالت وضعی** یا **دلالت مطابقی** یا **حقیقت** کہلاتا ہے۔

دلالت وضعی

کچھ ضرور نہیں ہے کہ صرف الفاظ ہی سے نامعلوم اشیاء کا علم حاصل ہو بلکہ اور چیزیں بھی ایسی ہیں جن سے نامعلوم کیفیتیں منکشف ہو جاتی ہیں اطباء نبض کی رفتار سے بیماری کی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ کہیں سے دھواں نکلتا دکھائی دے تو ہر شخص یہی خیال کریگا کہ وہاں آگ جل رہی ہے ہوا میں خوشبو محسوس ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ چمن میں پھول کھل رہے ہیں یعنے دھواں آگ کی موجودگی پر اور خوشبو پھول کھلنے پر دلالت کرتی ہے اسکو **دلالت عقلیہ** کہتے ہیں۔

دلالت عقلی

کسی شخص کا اونھ اونھ کرنا اسکی بیماری اور سی سی کرنا منہ میں مرچیں لگنا

دلالت طبعی

ظاہر کرتا ہے ہنستا خوشی پر اور رونا رنج وغم پر دلالت کرتا ہے۔ یہ **دلالت طبعیہ** ہے
دلالت عقلیہ اور دلالت طبعیہ **غیر لفظی** دلالتیں ہیں **لفظی دلالت** کی بھی تین صورتیں
ہیں۔ مطابقی۔ تضمنی۔ التزامی **دلالت مطابقی** تو وہی جس کی کیفیت اوپر بیان
ہوئی یعنی یہ کہ کسی لفظ کی دلالت اپنے معنے موضوع لہٗ پر پوری پوری ہو۔ زید وعمر
خاص شخصوں۔ آم و انگور خاص میوؤں کے۔ سردی وگرمی خاص کیفیتوں کے۔ راحت
ورنج خاص تاثرات کے نام ہیں اور اون الفاظ کی دلالت اپنے اپنے مفہوم پر مطابقی ہے
بعض معانی کے اظہار کے لئے ایک سے زیادہ الفاظ زبانوں میں ہوتے ہیں۔ جیسے دن

الفاظ مترادف

روز ان کو **الفاظ مترادف** کہتے ہیں بعض الفاظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ یہ

لفظ مشترک

لفظ مشترک کہلاتے ہیں جیسے خط مکتوب۔ خط ڈاڑھی۔ خط لکھے ہوئے حروف
خط لکیر۔ خط وہ چیز جس کا صرف طول ہو عرض وعمق نہ ہو۔

بعض الفاظ ایسے ہیں کہ علوم کی اصطلاح میں اون کے معنی بدل جاتے ہیں بلکہ
بعض دفعہ تو ہر علم میں اس لفظ کے معنے الگ ہوتے ہیں مثلاً **توجیہہ** علم طبیعات میں
کسی چیز کے باعث دریافت کرنے یا یہ معلوم کرنے کو کہتے ہیں کہ اُس کے ہونے کی
کیا وجہ ہے اور علم عروض میں حرکت ماقبل ردی کو کہتے ہیں بشرطیکہ ردی ساکن ہو
اور کوئی حرف قافیہ سے اس کی ساتھ ہو۔

اگرچہ ایک ہی لفظ کے معنے ہر موقع پر بدل گئے۔ لیکن یہ بھی حقیقت سے خالی نہیں
کیونکہ اوس فن میں وہ لفظ ہمیشہ اسی معنی میں استعمال ہوگا۔ جس کو اس علم کی اصطلاح

اصطلاح

کہتے ہیں۔ مترادف ومشترک الفاظ اور اصطلاحات سب حقیقت ہیں اور اُن کی
دلالت اپنی معنی پر **دلالت وضعی یا مطابقی** ہے۔

حقیقت کے علاوہ الفاظ کا اپنے معنی غیر موضوع لہ میں بھی استعمال ہوتا ہے

مجاز

اس کو مجاز کہتے ہیں یہ استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے۔ اگر لفظ کی دلالت معنی موضوع لہٗ

کے جزو پر ہو تو دلالت تضمنی ہے احمد دلی میں رہتا ہے ظاہر ہے کہ احمد سارے شہر میں نہیں رہتا بلکہ شہر کے ذرا سے حصہ میں رہتا ہے جہاں اوس کا مکان ہے۔

ہر شئے میں ایک صفت خاص ہوتی ہے جو اوس کو لازم ہوتی ہے جیسے آگ میں حرارت برف میں سردی۔ شیر میں شجاعت۔ کلام میں بعض وقت لازم کا نام لیکر ملزوم مراد لیتے ہیں اور کبھی ملزوم کا ذکر کرکے لازم مراد لیتے ہیں۔ اس کو **دلالت التزامی** کہتے ہیں۔ آج کل آگ برس رہی ہے (یعنے گرمی بہت سخت ہے) برف کٹ رہی ہے (سردی بہت پڑ رہی ہے)

دلالت التزامی

زید شیر ہے (نہایت شجاع ہے)

ہر کلام ایسے دو یا زیادہ لفظوں سے مرکب ہوتا ہے جو مذکورہ بالا دلالتوں میں سے کسی کے مطابق کوئی مفہوم ظاہر کرتے ہیں۔ ایسا کلام جس سے پورا مقصد سننے والے کی سمجھ میں آجائے اور وہ کسی دوسری بات کے سننے کا محتاج نہ رہے **کلام تام یا مرکب مفید یا جملہ** کہلاتا ہے جو کلام سننے والے کو منتظر رکھے۔ اور مطلب سمجھنے کے لئے وہ کسی دوسری بات کے سننے کا محتاج رہے **کلام ناقص یا مرکب ناقص** ہے۔

کلام تام

مرکب ناقص

کلام تام اگر کسی واقعہ کی خبر دے کہ اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں تو **جملہ خبریہ** کہلاتا ہے۔ اور اگر سوائے خبر کے کوئی اور ایسا مطلب ہو کہ اس کے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا نہیں کہہ سکتے تو **جملہ انشائیہ** ہے علم منطق کو صرف جملہ خبریہ سے مطلب ہوتا ہے جملہ انشائیہ سے سروکار نہیں۔

جملہ خبریہ

جملہ انشائیہ

الفاظ کا بلا احتیاط کے اس طرح استعمال کرنا کہ اون کی دلالت لفظی اس مفہوم کے مطابق نہ ہو جو کلام کرنے والے کا منشا ہے۔ غلط فہمی کا موجب ہوتا ہے۔ الفاظ خیالات کے علامات ہیں لیکن طبیعت کی سستی اتنی محنت اٹھانی گوارا نہیں کرتی کہ

غلط فہمی کے اسباب

ہر خیال کے لئے صحیح لفظ تلاش کریں۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ الفاظ دلیل کے تحت میں ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کوئی دلیل صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آسکتی۔ جب تک کہ الفاظ صحیح منشاء کو ظاہر نہ کریں لفظی مغالطہ نے فلسفہ کو سفسطہ بنا دیا ہے۔

الفاظ کے صحیح معنے اور محل استعمال جاننا ضروری ہے

بچپنے میں بچے مرکب اور پیچیدہ خیالات سے واقف نہیں ہوتے وہ صرف مفرد اشیا اور مفرد صفات کو جانتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے الفاظ سن سن کر بے سمجھے یاد کر لیتے ہیں جو مرکب اور پیچیدہ خیالات یا گوناگوں حقیقتوں اور کیفیتوں کو ظاہر کرتے ہیں یا ایسے بہت سے الفاظ سیکھتے ہیں جو خاص خاص اصطلاحی معنی رکھتے ہیں۔ مشترک اور مترادف الفاظ اگرچہ بچوں کو معلوم ہوتے ہیں مگر وہ اون کا محل استعمال نہیں جانتے بعض لوگوں کی عمر بھر یہی کیفیت رہتی ہے جب اُن کے ذہن میں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے تو خواہ کیسا ہی دقیق اور پیچیدہ کیوں نہ ہو وہ اوس کے واسطے کوئی لفظ جو اوس مفہوم سے ادنیٰ ملابست رکھتا ہو استعمال کرتے ہیں اور چونکہ اون کے ذہن میں وہ خیال واضح ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس لفظ کے سننے سے سامع کے ذہن میں بھی وہ خیال ایسے ہی واضح طور پر آجائے گا۔ جیسا کہ اون کے ذہن میں ہے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ متکلم کے ذہن میں پہلے خیال پیدا ہوتا ہے اور پھر لفظ لیکن سامع کو اوس لفظ سے متکلم کا مفہوم سمجھنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جب تک وہ لفظ مفہوم پر اس طرح دلالت نہ کرے کہ سامع کے ذہن میں بھی اس خیال کو ویسا ہی واضح پیدا کر دے سامع متکلم کا مافی الضمیر اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ جب یہ لوگ کسی علمی یا اخلاقی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو اون کی گفتگو بہت سے بے معنی اور ناقابل فہم آوازوں سے بھری ہوی ہوتی ہے اور اون کا مفہوم اگر کچھ سمجھ میں آتا بھی ہے تو لفظوں کی صحیح دلالت سے نہیں بلکہ اٹکل سے۔

حافظہ کی غلطی

دوسری بات حافظہ کی غلطی ہے۔ دو آدمیوں سے ایک بات کہو اور پھر

اون سے دھرواؤ۔ یا کسی واقعہ کی کیفیت جو دونو نے دیکھا ہو پوچھو تو دونوں میں
ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہوگا اس کا سبب کچھ تو یہ ہوتا ہے کہ ان دونو کو اس امر سے
برابر دلچسپی نہیں ہوتی۔ ہر ایک شخص اون ہی حالتوں کو زیادہ یاد رکھتا ہے جس میں
اون کو کسی نہ کسی طرح کچھ دلچسپی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسانی طبیعت کا یہ بھی
خاصہ ہے کہ جو اُمور اس نے مشاہدہ کئے ہیں اون میں وہ اون نتائج کو مخلوط کردیتا
ہے جو اوس مشاہدہ سے اوس کی ذہن میں آئے ہیں۔ ناتعلیم یافتہ آدمیوں میں چونکہ
غلطیوں سے بچنے کی قوت کم ہوتی ہے وہ اس قسم کی غلطیوں میں بہت مبتلا ہوجاتے
ہیں ناتعلیم یافتہ شخص اپنے بیان میں اون تاثرات کو بھی ملادیتا ہے جو اوسکی طبیعت
پر گزرے ہیں۔ وکیل اس میلان سے واقف ہوتے ہیں اور شہادت کو غیر معتبر
ٹھیرانے کے لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تجربہ کار حکیم جانتے ہیں کہ مریض یا اونکی
یا اون کی ناتجربہ کار تیمار دار مرض کی جو کیفیت بیان کرتے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں
ہوتی۔ ایسی حالت میں جس قدر ہمدردی اور لگن زیادہ ہوگی اسی قدر حقیقی واقعات
تک اپنے تئیں محدود رکھنا مشکل ہے۔ علمی تحقیقات میں بھی جب ہم یہ جانتے ہیں کہ
ہم کسی واقعہ کی وجہ سے واقف ہیں تو ضرور یہ بھی میلان طبع ہوتا ہے کہ جو کچھ
فی الحقیقت دیکھا ہے اُس سے اپنی توجیہہ کو کسی نہ کسی طرح مطابق کردیں۔

انسان کے فیصلوں میں اس کی رغبت یا نفرت کی جھلک کچھ نہ کچھ ضرور ہوا کرتی
ہے۔ سابقہ عادات۔ تعلیم و تربیت۔ قومی تعصب۔ مذہب وطن سب انسان کی
رائے اور فیصلے پر اثر ڈالتے ہیں۔

مجاز میں ادائی مطلب کرنا غلطی میں پھنسانا ہے

مجاز میں مطلب کو ادا کرنا غلطیوں کا سرچشمہ ہے۔ علم بیان کی تمام صورتوں
میں استعارہ سب سے زیادہ بہکانے والا ہے۔ تشابہ جو استعارہ سے پیدا
ہوتا ہے بعض وقت مشبہ اور مشبہ بہ کے حقیقی افرق کو بھلا دیتا ہے۔ علوم طبعی کے

اصطلاحوں کا استعمال مسائل ذہنی میں اسی قبیل سے ہے جیسے خیالات کی کشاکش "تحریکات طبعی کا توازن" "قوت فعلی کا قوی خواہشوں کی طرف غلبہ"۔

استعارہ سے دلیل کرنا صرف مشابہت ظاہر کرتا ہے اور چونکہ مشابہت تام نہیں ہوتی وہ دلیل ہمیشہ ناقص اور ناقابل یقین ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص سلطنت جمہوری کے خلاف یہ دلیل پیش کرے کہ بادشاہ کی مثال جہاز کے ناخدا کی سی ہے اگر ناخدا اپنے علم و تجربہ سے کام نہ لے کر ہر دفعہ مسافروں سے یہ رائے لے کہ جہاز کا رُخ اس طرف پھیرا جائے یا نہیں۔ بادبان چڑھائے یا اتارے جائیں کہ نہیں تو ضرور وہ جہاز باد مخالف کے جھونکوں سے تباہ ہو جائے گا۔ اس تشبیہ میں بادشاہ اور ناخدا رعایا اور مسافروں کی صحیح حالت کو نظر انداز کر دیا گیا اور ظاہری مشابہت سے کام لیا گیا ہے اس لئے یہ نتیجہ نکالنا کہ جمہوری سلطنت صحیح اصول پر مبنی نہیں ہے غلط ہے۔

(۱) زبان کو علم منطق سے کیا تعلق ہے۔ ثابت کرو کہ خیالات کے اظہار کے لئے الفاظ کا جاننا ضرور ہے۔

(۲) دلالت کی تعریف اور اس کی قسمیں کیا کیا ہیں۔

(۳) مترادف اور مشترک الفاظ میں کیا فرق۔

(۴) صحیح دلیل کرنے کے لئے صحیح صحیح الفاظ کا استعمال کرنا کیوں ضرور ہے۔

منطق کے حصے

تصدیق اور تقسیم

تصدیق کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے تصدیق تصور ہے کسی امر یا کسی واقعہ کا معہ کسی حکم کے جو ہمارے ذہن میں آئے۔ مثلاً ہم دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں "سورج چمک رہا ہے"

"زید فاضل آدمی ہے"

"عمر قابل اعتبار شخص نہیں ہے"

یہ سب تصدیقات ہیں لیکن جب اون کو الفاظ میں ظاہر کریں تو اون کو قضیہ Proposition کہتے ہیں یعنے قضیہ ایسی تصدیق ہے جو ایک پورے فقرے کی صورت میں ظاہر کیا جائے۔ بعض دفعہ قضئے پورے فقرے کی صورت میں نہیں ظاہر کئے جاتے مثلاً صرف اتنا کہہ دینا "چور چور" تصدیق ہے لیکن قضیہ نہیں ہے۔ قضیہ بنانے کے لئے اوس کو کسی پورے فقرے کی صورت میں ظاہر کرنا ضرور ہے جیسے "چور گھر میں گھس آے"

"چوروں نے اسباب لوٹ لیا"

دلیل

ایسے قضئے جب منطقی طور پر ترتیب دئے جاتے ہیں تو اون سے دلیل بنتی ہے مثلاً

چور مکان میں اسباب چرایا کرتے ہیں۔

زید کے مکان میں چور گھس آے ہیں۔ لہذا

چور زید کا اسباب چرالیں گے۔

معلوم تصدیقوں سے نامعلوم تصدیقات کے علم حاصل کرنے کو **حجت یا دلیل یا برہان** کہتے ہیں۔

جب کسی معلوم تصور سے کوئی نامعلوم تصور ذہن میں آتا ہے تو معلوم تصور کو **معرف یا قول شارح** کہتے ہیں۔

معرف یا قول شارح کلام منطقی کے حصے موضوع محمول

ہر کلام منطقی یا قضئے کے تین حصہ ہوتے ہیں ایک تو **موضوع** Subject جس کے متعلق ہم کوئی قیاس قائم کرتے ہیں اور دوسرا **محمول** Predicate وہ امر جو موضوع کے متعلق قیاس کیا گیا ہے۔ موضوع اور محمول کے علاوہ ایک فعل ہوتا ہے جس کو **نسبت حکمیہ** (Copula.) کہتے ہیں۔

نسبت حکمیہ

موضوع	محمول	نسبت حکمیہ
سخی	آدمی	نامور ہوتا ہے
طاعون	مہلک مرض	ہے
ہر مثلث کے تینوں اندرونی زاوئے	دو قائموں کے برابر	ہوتے ہیں

قضیہ منطقی

جو کلام ایک قضیہ سے بھی کم ہو اوس پر کوئی قیاس نہیں قائم کیا جاسکتا یعنے اوس کی تصدیق یا تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ اتنا سمجھ لو کہ صرف و نحو میں کتنی ہی طرح کے کلام ہوتے ہیں لیکن وہ سب قضایا منطقی نہیں بن سکتے "مکان سے باہر چلے جاؤ" "خدا کرے آج مینہ برسے" "آپ کا مزاج کیسا ہے" صرف و نحو میں اُن میں سے ہر ایک کلام تام ہے لیکن قضیہ منطقی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ سامع ایسے کلام کی تکذیب یا تصدیق نہیں کرسکتا۔

صرف و نحو کا مسند الیہ اور منطق کا موضوع ایک ہی شے ہے لیکن صرف و نحو میں جس چیز کو مسند یا فعل کہتے ہیں منطق میں اس کو محمول اور نسبت حکمیہ میں تقسیم کردیتے ہیں۔

آفتاب چمک رہا ہے۔

صرف و نحو میں آفتاب مسند الیہ چمک رہا ہے مسند ہے لیکن منطق میں یہ فقرہ اس فقرے کے مساوی ہے۔ آفتاب چمکدار جسم ہے۔ اور صرف و نحو کے فعل چمک رہا ہے کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نسبت حکمیہ اس میں شامل ہے۔ نسبت حکمیہ ہمیشہ افعال "ہونا"، یا "نہ ہونا"، کے مشتقات میں سے کوئی ہوتی ہے تمام قضیہ ذیل کی صورت میں بیان ہوسکتے ہیں۔

احمد نے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔

احمد (موضوع) وہ شخص جس نے اپنا فرض ادا کردیا (محمول) ہے (نسبت حکمیہ)

روشنی اور گرمی کے بغیر درخت نہیں بڑھتے ہیں۔

درخت (موضوع) روشنی اور گرمی کے بغیر بڑھنے والی شے (محمول) نہیں ہیں۔
(نسبت حکمیہ)

حد یا طرف

Term

موضوع اور محمول کو قضیہ کے **اطراف** یا حدود کہتے ہیں حد یا **طرف** کیلئے یہ ضرور نہیں کہ لفظ ہی ہو بلکہ خواہ کوئی لفظ ہو یا ایسا جملہ جو کسی قضیہ کا موضوع یا محمول بن سکے قضیہ کے اطراف اسم بھی ہوتے ہیں۔ صفت اور اسم حالیہ وغیرہ بھی اسی طرح جملہ فقرے جو ان میں سے کسی کے برابر ہوں۔ لیکن ایسے الفاظ جیسے کہ حروف عطف متعلقات فعل وغیرہ قضیہ کے موضوع یا محمول بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

مواطی اور غیر مواطی

جو الفاظ بذاتہ کسی قضیہ کے موضوع یا محمول بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جب تک کہ خود ان کے متعلق کچھ اور بیان نہ کیا جائے **غیر مواطی** syncategormatic کہلاتے ہیں اور وہ الفاظ جو بذات خود حدود یا اطراف بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ **مواطی** categormatic یا مستقل بالمعنی کہلاتے ہیں۔

قیاس

اکثر صورتوں میں جب کوئی شخص کوئی **قیاس** قائم کرتا ہے تو وہ اپنے دل میں اسکی کوئی نہ کوئی دلیل قائم کر لیتا ہے۔ اور ہم اس سے ایسے قیاس قائم کرنے کی وجہ دریافت کر سکتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ایک ہرن کو دیکھا اور کہا کہ ہرن جگالی کرنے والا جانور ہے ہم نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیونکر خیال کیا اس نے جواب دیا اس وجہ سے کہ اس کے سینگ ہیں۔ اب اس قیاس کی منطقی صورت یہ ہوگی۔ تمام شاخدار جانور جگالی کرتے ہیں۔

ہرن شاخدار جانور ہے — اس لئے

ہرن جگالی کرنے والا جانور ہے۔

اس طرح یہ قیاس کہ ہرن جگالی کرنے والا جانور ہے دو اور قضایا مسلمہ سے نتیجتاً پیدا ہوا ہے جو پہلے سے معلوم تھے۔ قضیوں کو جب مذکورۂ بالا صورت میں اسطرح

حجت یا دلیل

جائیں تو اصطلاح منطق میں اون کو **حجت** (Reason) یا دلیل کہتے ہیں غرض
اطراف کو باہم ملانے سے قضیہ بنتا ہے۔ قضیوں کو ترتیب دینے سے حجت یا دلیل بنتی ہے
اصطلاح منطق میں اس حجت کو جس میں ایک قضیہ اور قضیوں سے بطور نتیجہ نکالیں

قیاس

قیاس کہتے ہیں۔ اس طرح منطق استخراجی کی تین بڑے حصے ہیں **اطراف** (Terms)
قضایا (Propositions) **قیاسات** (syllogism)

اب ذرا اس شخص سے اور سوال کرو اور پوچھو کہ آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ شاخدار
جانور جگالی کرتے ہیں تو وہ یہ جواب دیگا کہ میں نے گائے بھینس بکری وغیرہ
شاخدار جانوروں کو جگالی کرتے دیکھا ہے۔ غرض اوس کا قیاس خود اوس کے یا
دوسرے شخصوں کے مشاہدے پر مبنی ہوگا۔ اس طرح استنباط نتائج کی دو صورتیں

قیاس استخراجی

ہوئیں ایک تو **استخراجی** (Deductive) یعنے وہ جو ایسے حقائق کلیہ سے
اخذ کیا جائے جو پہلے سے معلوم ہیں جیسے تمام شاخدار جانور جگالی کرتے ہیں۔ ہرن

قیاس استقرائی

شاخدار جانور ہے اس لئے ہرن جگالی کرتا ہے۔ دوسری صورت **استقرائی** (Inductive)
ہے جس میں کوئی قیاس واقعات کو فرداً فرداً مشاہدہ کرکے قائم کیا جاتا ہے۔ جیسے گائے
جگالی کرتی ہے۔ بھینس جگالی کرتی ہے۔ بکری جگالی کرتی ہے وغیرہ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ تمام شاخدار جانور جگالی کرتے ہیں اس وجہ سے علم منطق کا جو حصہ
قیاس استخراجی سے بحث کرتا ہے **منطق استخراجی** Deductive Logic
اور جو قیاس استقرائی سے بحث کرتا ہے وہ **منطق استقرائی** Inductive logic
کہلاتا ہے لیکن نتیجہ کی خواہ کوئی بھی صورت ہو کسی نتیجہ تک پہونچنے کے لئے ضرور ہے کہ وہ
کسی واقعہ معلومہ سے شروع ہو کر ایسے واقعہ تک پہونچے جو پہلے واقعہ سے مختلف ہے لیکن
کسی نہ کسی حیثیت سے اون میں شامل یا متضمن ہے جن واقعات معلومہ سے کسی قیاس

صغریٰ و کبریٰ

کو شروع کرتے ہیں وہ **مقدمات** (Premisses) **صغریٰ** minor **کبریٰ** major

کہلاتے ہیں اور جس واقعہ تک نتیجتاً پہونچتے ہیں وہ نتیجہ conclusion کہلاتا ہے
اس لئے علم منطق کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

منطق کے تین بڑے حصے

اطراف Terms وہ اجزا ہیں جس میں کسی قضیہ کو تحلیل کر سکتے ہیں۔
قضئے Propositions ایسے فقرے جن کی تصدیق یا تکذیب کی جا سکے۔
استنتاج { استخراجی Deductive وہ قیاس جو قضایا معلومہ سے نکالا جائے
استقرائی inductive- وہ قیاس جو جزئیات کو مشاہدہ کر کے بطور کلیہ قائم کیا جائے۔

منطق استخراجی کا کام یہ ہے کہ وہ دلیل کرنے کا صحیح طریقہ بتائے۔ اگر قضایا معلومہ خود غلط ہوں تو ضرور ہے کہ نتیجہ فی الاصل خلاف واقعہ ہو لیکن اگر طریق استدلال صحیح ہے تو منطق استخراجی کو نتیجہ کی صحت و غلطی سے سروکار نہیں۔

تمام بندروں کے دم ہوتی ہے۔
عجائب خانہ میں ایک بندر ہے۔
عجائب خانہ کا بندر دم دار ہے۔

منطقی لحاظ سے نتیجہ صحیح ہے۔ اب ایک شخص عجائب خانہ جائے اور دیکھے کہ اوس بندر کے دم نہیں ہے اور کہے کہ منطق سے صحیح نتیجہ نہیں نکلتا تو منطق یہ جواب دیگی کہ مشاہدہ کی عینک کو ٹھیک کرو اور دیکھو کہ دنیا میں بغیر دم کے بندر بھی ہوتے ہیں۔ تم نے یہ کیونکر کہا کہ تمام بندر دمدار ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہتے کہ بعض بندر دم دار ہوتے ہیں تو اس غلطی میں نہ پڑتے۔ علم حساب کا کام اصول حساب کا سکھانا ہے اعداد کا صحیح شمار خود حساب کرنے والے کا کام ہے۔ کسی قطعہ زمین کے طول و عرض کو ضرب دینے سے اوس کا رقبہ معلوم ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب اپنے گھر کی زمین ناپنے اٹھے۔ طول پچاس گز۔ عرض تیس گز علم حساب کی رو سے پندرہ سو گز رقبہ ہوا لیکن زمین

نکلی کل آٹھ سو ہی گز۔ اب وہ کہتے ہیں کہ علم حساب غلط ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ خود
مخلوق نے ہی تو پیمائش میں غلطی کی ہے۔ در اصل طول چالیس اور عرض بیس گز تھا
اس میں علم حساب کا کیا قصور ہے؟

منطق نے اس قسم کی غلطیوں سے بچنے کے لئے جزئیات کے مشاہدہ کرنے اور قیاسات
قائم کرنے میں احتیاطوں کے عمل میں لانے کے اصول بھی بیان کر دئیے ہیں جو منطق استقرائی
کا حصہ ہیں اُن کا بیان آئندہ اپنے اپنے موقعہ پر مفصل آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ وما توفیقی الا باللہ

(۱) قضیہ کسے کہتے ہیں۔
(۲) حجت یا برہان کی معرفت یا قول شارح کی تعریف بیان کرو۔
(۳) قضیہ کے کُے حصہ ہیں نام معہ تعریف بیان کرو۔
(۴) قضیہ کے موضوع و محمول کو کیا کہتے ہیں جو الفاظ بذات خود قضیہ کا محمول یا موضوع
بن سکتے ہیں اور جو نہیں بن سکتے ہیں ان کو اصطلاح منطق میں کیا کہتے ہیں۔
قیاس کسے کہتے ہیں۔
منطق استخراجی کے تین بڑے حصے کیا ہیں۔
قیاس استخراجی میں استخراج کی تعریف بیان کرو اور بتاؤ کہ دونو میں کیا فرق ہے۔

اطراف یا الفاظ

Terms

طرف سے مراد ایک ایسا لفظ یا مجموعہ الفاظ ہے جو کسی قضیہ کا موضوع یا محمول بن سکے
ہر لفظ جو بطور کسی اسم کے استعمال ہو سکتا ہے ضرور نہیں ہے کہ وہ قضیہ منطقی کی طرف
بھی ہو۔ طرف اور لفظ میں کسی قدر فرق ہے کیونکہ قضیہ میں صرف دو اطراف ہوتے
ہیں لیکن الفاظ دو سے زیادہ ہو سکتے ہیں " کتب خانہ آصفیہ کی کتابوں کا ذخیرہ نہایت

قیمتی ہے" اس قضیہ میں کتب خانہ آصفیہ کی کتابوں کا ذخیرہ ایک طرف ہے۔ نہایت قیمتی دوسری طرف۔ بعض الفاظ اگرچہ قضیہ میں آتے ہیں لیکن قضیہ کے اطراف نہیں ہوتے جیسے حروف تردید۔ حروف عطف وغیرہ یہ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر قضیہ میں استعمال ہوتے ہیں۔

الفاظ

طرف کی حقیقت کو سمجھنے سے پہلے ضرور ہے کہ الفاظ اور اسماء کی حقیقت کو سمجھا جائے اس لئے صرف اطراف پر بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ کسی قضیہ کا موضوع یا محمول ہوں غور کرنا چاہئے۔ جب کسی گزشتہ واقعہ یا شے کا خیال ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا ہے تو ہم اس شے کی پوری صورت یا واقعہ کی پوری کیفیت ظاہر کرنے کی بجائے اس کو ایک خاص لفظ سے ظاہر کرتے ہیں اور جب بذریعہ گفتگو اس کو دوسروں پر ظاہر کیا جاتا ہے تو سامع بھی اس کے وہی معنے سمجھتا ہے جو متکلم کے ذہن میں ہیں جب تک مناسب الفاظ ذہن میں نہ آئیں ہم خیال نہیں کر سکتے۔ اور اپنے خیالات اور دلائل کا دوسروں پر ظاہر کرنا تو بغیر مناسب الفاظ کے استعمال کے ناممکن ہے اس لئے الفاظ کے صحیح صحیح معنوں کا علم حاصل کرنا بہت ضرور ہے ان الفاظ یا مجموعہ الفاظ کو جو اون تصورات کو ظاہر کرتے ہیں جو ہمارے ذہن میں ہیں "اسم" کہتے ہیں وہ ہماری ذہنی تصویر خواہ کوئی واقعی چیز ہو یا وہمی نفسانی ہو یا مادی۔ ذاتی ہو یا صفاتی۔ شہودی ہو یا وجودی۔

اسماء کی تقسیم

واقعی real things وہ چیزیں جو فی الحقیقت موجود ہیں۔ حیوان میز کاغذ

وہمی imaginary things وہ چیزیں جو موجودات عالم میں حقیقت میں نہیں پائی جاتیں لیکن ذہن نے اون کی تصویر گھڑ لی ہے۔ سونے کا پہاڑ۔ دیو۔ پریاں۔ چار سر کا آدمی۔

نفسانی Mental things ایسے اعیان کا نام جو مادی نہیں ہیں۔ روح علم جہل

مادی Material things وہ شئے جو مادے سے بنی ہے۔ مکان بدن

ذاتی - Substances کسی شئے کا نام بلا لحاظ اوس کے اوصاف کے پانی یا آگ کا تصور بلا اون کی خواص کے یعنی بھنا یا جلنا۔
صفاتی (Attribute) صرف صفات کے نام سردی۔ گرمی۔ نرمی سختی وغیرہ بلا لحاظ اشیاء کے جن میں یہ صفتیں پائی جاتی ہیں۔
شہودی (Phenomena) ایسے اسماء جن سے کوائف یا شہودات کی تعبیر ہوتی ہے کیفیت یا شہود نام ہے نفس یا مادہ کی بدلتی ہوی حالت کا۔ سورج کا طلوع یعنی سورج حالت طلوع میں۔ کھولتا ہوا پانی یا نی کھولنے کی حالت میں۔
وجودی Noumena جیسے صرف سورج یا پانی کا تصور بلا لحاظ اوس کے شہودات کے۔

چیزوں کے نام

وہمی چیزوں کے نام | اصلی چیزوں کے نام

نفسانی چیزوں کے نام | مادی چیزوں کے نام

ذات کے نام | صفات کے نام | وجودات کے نام | شہودات کے نام

اسم کی حقیقت

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسم اوس خیال یا تصور ذہنی کا نام ہے جو کسی شخص کے ذہن میں کسی خاص شئے کا ہوتا ہے یا خاص اوس شئے کا نام ہے مثلاً کوہ ہمالیہ آیا اس تصور ذہنی کا نام ہے جو اس لفظ سے پیدا ہوتا ہے یا اوس پہاڑ کا جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے۔ یہ سوال کچھ نتیجہ خیز نہیں ہے۔ ہر خیال کسی شئے خارجی یا کسی کیفیت ذہنی کا ہوتا ہے۔ لیکن کسی شئے یا کیفیت کا علم انسان کو اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک اُس کا تصور ذہن میں قائم نہ ہو۔ مل کی رائے میں اسم کسی شئے کا نام ہے نہ کہ اوس کی تصور ذہنی کا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ سورج چمک رہا ہے تو ہمارا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ سورج کے خیال نے چمک کا خیال ہمارے ذہن میں پیدا کیا۔ بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ جرم آفتاب میں چمک کی خاصیت ہے بعض معدوم

اشیاء کے بھی نام ہوتے ہیں جیسے عنقا یا ہُما لیکن روایات میں ان کا بھی ایک فرضی وجود ہے۔ احمد کی آنکھیں نیلی ہیں۔ زمین آفتاب کے گرد چکر کھاتی ہے تین اور پانچ آٹھ ہوتے ہیں یہ فقرے اگر کسی شخص کے سامنے کہے جائیں تو جن اشیاء پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں وہی سامع کے ذہن میں آئیں گے اور وہ متکلم کی کیفیت ذہنی کا ذرا بھی خیال نہ کریگا جب ہم کیفیات ذہنی کا ذکر کرتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ "ادائے فرض کا خیال انسان کے رویہ پر اثر ڈالتا ہے" "اس وقت میرے خیالات پریشان ہو رہے ہیں" تو ان کیفیات ذہنی کو بھی موجودات خارجی کی طرح ایک شئے خیال کر لیتے ہیں۔

اسماء کے اقسام

اب اسماء یا اصطلاح منطق کے موافق اطراف کی اقسام پر غور کرو۔

اسم ذات
اسم صفت

اسم ذات Abstract terms اسم صفات Concrete terms

ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا طرح طرح کی چیزوں سے معمور ہے اور ہر شئے میں کوئی خاص صفت یا خاصیت ضرور پائی جاتی ہے۔ یہ صفت یا خاصیت اس شئے سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔ لکڑی کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں لیکن لکڑی کی موٹائی کو لکڑی سے جدا نہیں کر سکتے نہ اوس خاصیت یا صفت کا علیحدہ وجود ملتا ہے اصطلاح میں اشیاء کو **جوہر** اور ان صفات کو **عرض** کہتے ہیں مثلاً سرخی سیاہی نرمی گرمی کا تنہا وجود کہیں نہیں ملتا جب تک کوئی شئے سرخ سیاہ نرم گرم نہ ہو۔ ہاں انسان کے تخیل میں یہ قوت ہے کہ سرخی سیاہی نرمی گرمی کا علیحدہ تصور کر سکتا ہے۔ جب کسی وصف کا مع اس کی شئے کے تصور کیا جائے جس میں وہ پائی جاتی ہے تو اوس کو **اسم ذات** Concrete terms کہتے ہیں اسم ذات۔ جوہر کا نام ہے یعنے نام ہے ایک ذات یا صنف ذات کا مادی ہو یا نفسانی۔ حامد۔ خالد۔ سورج۔ میز۔ حیوان۔ انسان مثلث قوم سب جوہر ہیں اور یہ نام اسم ذات ہیں مشہودات اور اسماء الکیفیت بھی جوہر میں داخل سمجھے جاتے ہیں

جوہر

کیونکہ وہ نفس یا مادہ کی بدلتی ہوئی حالت کا نام ہیں اسم **صفت** abstract terms
وصف یا مجموعہ اوصاف کا نام ہے الگ اس ذات سے جس میں وہ وصف یا مجموعہ
اوصاف پایا جاتا ہے وصف سے مراد ہے کوئی صفت یا خاصہ یا عارضہ کسی ذات یا چیز کا
جیسے نیکی دلیری فیاضی - وسعت ثبات قوت ان ہی کو اعراض یا **اعراض مجردہ**
کہتے ہیں یہ یاد رہے کہ منطق کی اصطلاح میں اسم ذات اور اسم صفات نہیں کہتے بلکہ
مقرون یا جوہر concrete اور **عرض یا مجرد** Abstract کہتے ہیں -

عرض

(۲) اسما کی دوسری قسم اسم **معرفہ یا علم** (singular terms) اور **اسم نکرہ**
general terms ہیں - اصطلاح منطق میں اسم معرفہ کو طرف جزئی اور اسم نکرہ کو
طرف کلی کہتے ہیں -

طرف جزئی اور طرف کلی

اسم معرفہ یا طرف جزئی singular terms وہ اسم ہے جو اس معنی میں
ایک خاص شخص یا شئے پر دلالت کرتا ہے - سر سید احمد خاں - تصویر جارج پنجم - کتب خانہ
آصفیہ دار السلطنت دہلی - ۳۰ قبل مسیح اسماء معرفہ یا طرف جزئی ہیں جو ایک خاص
چیز پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں کثرت یا شرکت کو عقل جائز نہیں رکھتی - اسماء معرفہ
کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ کسی شئے میں کوئی خاص صفت یا خاصہ موجود ہو تب ہی وہ
نام اس کا لیا جائے - ہمالیہ کے لغوی معنے برف سے ڈھکا ہوا کے ہیں چونکہ اس نام کی
پہاڑ کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں اس سبب سے اون کا نام ہی ہمالیہ
پڑ گیا - اگر کسی قدرتی ترکیب سے وہاں کی ساری برف پگل جائے تو بھی پہاڑ ہمالیہ
ہی کہلائے گا - بعض اسماء ایک سے زیادہ اشخاص یا اشیاء کے نام ہوتے ہیں لیکن باوجود
اس کے بھی وہ علم ہی کہلاتے ہیں - عبد الرحمٰن محی الدین سینکڑوں آدمیوں کے نام
ہیں مگر پھر بھی یہ علم ہیں - وکٹوریہ ملکہ مرحومہ کا نام تھا لیکن ایک قسم کی گاڑی ریلوے
اسٹیشن ایک باغ ایک کارخانہ کا نام بھی ہے تاہم وکٹوریہ علم ہے - کیونکہ ان معنوں

ہیں یہ نام دو چیزوں پر اطلاق نہیں کرتا۔

جب کسی اسم نکرہ کو کسی حرف اشارہ سے مخصوص کردیں تو وہ بھی طرف جزئی کے حکم میں آجائے گا۔ یہ مکان وہ دوکان

اسی طرح جب کسی اسم کے ساتھ کوئی خصوصیت ایسی بڑھادی جائے کہ اوس کی معنی کو محدود کردے تو وہ بھی طرف جزئی ہی ہے۔ ہاتی والا۔ کنواں۔ دلی کی جامع مسجد پھول والوں کی سیر۔

طرف کلی

اسم نکرہ یا طرف کلی general term وہ اسم ہے کہ ایک معنی میں بہت سی اشیاء پر دلالت کرے کیونکہ اون تمام اشیاء میں عام طور پر ایک خاص صفت اور کیفیت پائی جاتی ہے۔ جس کو اصطلاح منطق میں خواص کہتے ہیں جیسے آدمی دھات۔ ستارے وزراء دول خارجہ۔ ہر فرد جس میں وہ صفات پائے جائیں جو ایک آدمی کے لئے مخصوص ہیں آدمی کہلائے گا اسی طرح جس شئے میں دھات کے خواص پائے جائینگے وہ دھات کہلائے گی۔ ریت کے ذرے۔ مجلس وزراء کے اجلاس سب اسم نکرہ ہیں ایسے ناموں سے پہلے لفظ تمام سب کچھ وغیرہ لگاسکتے ہیں ایسے الفاظ جیسے مٹی پتھر سونا چاندی پانی نمک اپنے محل استعمال کے لحاظ سے جزئی یا کلی ہوسکتے ہیں اگر یہ تمام مقدار کو جو اس شئے کی دنیا میں موجود ہے ظاہر کریں تو وہ معرفہ یا جزئی ہیں اور اگر مقدار کے کچھ حصہ پر دلالت کریں تو نکرہ یا کلی ہیں۔

شراب حرام ہے۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے بھاری ہے۔ ان صورتوں میں شراب پانی سونا طرف کلی یا نکرہ ہیں یہ شراب بہت تیز ہے۔ بارش کا پانی شیریں ہے اس انگوٹھی کا سونا کھوٹا ہے ان صورتوں میں یہ اسماء معرفہ یا جزئی ہیں۔ ہندوستان کا ویسرائے اسم نکرہ یا طرف کلی ہے ہندوستان کا موجودہ

وائسرائے معرفہ یا طرف جزئی ہے کیونکہ صرف ایک ذات پر دلالت کرتا ہے ایسے اطراف جزئی (اسماء معرفہ) اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ ایک طرف کلی (اسم نکرہ) پر اس قدر صفتیں بڑھاتے ہیں کہ اون کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف ایک ہی رہ جائے یہی اثر اسماء اشارہ کا ہوتا ہے۔ آدمی طرف کلی ہے یہ آدمی طرف جزئی۔ پیپل کا درخت طرف کلی پیپل کا وہ درخت طرف جزئی۔ طرف جزئی یا اسم معرفہ یا علم کے کہنے سے ایک خاص شئے کا تصور معہ اوس شئے کے تمام اوصاف و خواص کے ذہن میں آجاتا ہے مثلاً دہلی کے کہنے سے اوس شہر کا تصور پیدا ہوتا ہے جو ہندوستان کا دار السلطنت ہے۔

طرف کلی general term اور طرف مجموعی collective term

طرف مجموعی

کا فرق سمجھ لینا بھی ضرور ہے اطراف مجموعی collective term جماعت فرقہ مجموعہ کا نام ہوتے ہیں جبکہ وہ جماعت یا فرقہ بطور شئے واحد استعمال کیا جائے جیسے فوج۔ قوم۔ مدرسہ کتب خانہ۔ عجائب خانہ وغیرہ۔ طرف مجموعی بھی معرفہ اور نکرہ ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی نام صرف ایک ہی جماعت پر اطلاق کرے تو معرفہ ہے۔ کتب خانہ آصفیہ۔ نظام کالج۔ عجائب خانہ لندن اور اگر کسی نام کا اطلاق کئی ایسی جماعتوں پر ہو سکتا ہو تو نکرہ ہے۔ عجائب خانہ۔ کتب خانہ۔

اطراف کلی کی نسبتیں

اطراف کلی میں باہم چار طرح کی نسبت ہوتی ہے۔ نسبت کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں ایک کلی کی افراد ہیں کہاں تک وہی چیزیں دوسری کلی کی افراد بھی ہیں۔

(۱) **تساوی** دو کلیوں کے افراد متحد ہوں۔

انسان۔ حیوان ناطق جس شئے پر انسان کا اطلاق ہو سکتا ہے اسی پر حیوان ناطق کا۔

(۲) **تباین** دو کلیوں کے افراد مختلف ہوں۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔ آم۔ انگور کوئی

چیز ایسی نہیں ہوسکتی کہ اس پر آم اور انگور دونوں کا اطلاق ہو۔

(۳) عموم و خصوص مطلق دو کلیوں میں سے ایک کے تمام افراد دوسرے کے بعض افراد ہوں۔ ایسی صورتوں میں ایک کلی عام ہوتی ہے اور دوسری خاص، جس جس چیز پر خاص کلی صادق آتی ہے۔ عام کلی بھی اس پر صادق آتی ہے مثلاً جاندار (عام کلی) اور انسان (خاص کلی) انسان کے تمام افراد جاندار کے بعض افراد ہیں اور جن جن اجسام پر انسان کا لفظ صادق آتا ہے جاندار کا لفظ بھی صادق آتا ہے لیکن اس کا عکس نہیں۔ ہر جاندار انسان نہیں ہے۔

(۴) عموم خصوص من وجہ۔ دو کلیوں میں سے ایک کے بعض افراد دوسرے کے بعض افراد ہوں۔ اس صورت میں ایک کلی دوسری کلی کی نسبت ایک حیثیت سے خاص اور دوسری حیثیت سے عام ہوتی ہے۔ جاندار چیزیں سفید رنگ چیزیں دو کلیاں ہیں بعض جاندار سفید رنگ ہوتے ہیں لیکن سب نہیں۔ بعض سفید رنگ چیزیں جاندار ہوتی ہیں لیکن سب نہیں۔

جب دو کلیوں کی نسبت پر غور کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں اجتماع اور افتراق کے کتنے مادے ہیں اگر بعض چیزیں ایک اعتبار سے ایک کلی کی افراد ہوں اور وہی چیزیں کسی دوسرے اعتبار سے کسی دوسری کلی کے افراد ہوں تو ظاہر ہے کہ افراد وہی رہے صرف اعتبارات بدل گئے۔ یہ صورت تساوی کی ہے اس میں صرف ایک ایک مادہ اجتماع کا ہوتا ہے۔

جن افراد کی ایسی صورت ہو کہ ان پر ایک کلی صادق آتی ہو اور دوسری صادق نہ آتی ہو تو ان میں مادہ افتراقی ہے تباین میں مادہ اجتماعی بالکل نہیں ہوتا صرف مادہ افتراقی ہوتا ہے۔ عموم خصوص مطلق میں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہے (جو خاص کلی کے افراد کو عام کلی کے تحت میں جمع کر دیتا ہے) اور ایک مادہ افتراق کا ہوتا ہے۔

(جو عام کلی کے بعض افراد کو خاص کلی کے افراد سے علیحدہ رکھتا ہے جیسے حیوان مرضعہ اور
گائے ۔ گائے کے تمام افراد حیوان مرضعہ میں داخل ہیں لیکن حیوان مرضعہ کے بعض افراد
گائے نہیں ہیں عموم خصوص من وجہ میں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہے اور دو مادے
افتراق کے کیونکہ اس میں ایک کلی کے دکل افراد نہیں بلکہ بعض افراد دوسری کلی کے دکل
افراد سے نہیں بلکہ بعض افراد کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور دونوں کلیوں کے بعض بعض
افراد میں افتراق ہوتا ہے اس لئے دو مادے افتراق کے ہوے اور ایک مادہ اجتماع کا۔

کلیات کے **نقیض** بھی کلیات ہوتے ہیں ان میں بھی چار طرح کی نسبت پائی
جاتی ہے **متساویین** کے نقیضوں میں تساوی کی نسبت ہوتی ہے ۔ لاانسان لاعاقل
متباینین کے نقیضوں میں **تبائن جزئی** کی نسبت ہوتی ہے ۔ تبائن جزئی کے معنی
ہیں کبھی تبائن کی نسبت اور کبھی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت جب دو متبائن چیزیں
باہم متناقض بھی ہوں تو اون کے نقیضوں میں **تبائن کلی** کی نسبت ہوگی ۔ وجود وعدم
تاریکی وروشنی متناقض ہیں ان میں تبائن کے نسبت ہے لاوجود ۔ لاعدم اون کے نقیض
ہیں اون میں بھی تبائن کی نسبت ہے ۔ لیکن جب متبائن چیزیں متناقض نہ ہوں جیسے
شجر وحجر تو اون کی نقیضوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی ۔ لاشجر ۔ لاحجر ۔ لاشجر
کے بعض افراد لاحجر میں داخل ہوسکتے ہیں مثلاً حیوانات کہ نہ شجر ہیں نہ حجر **عموم وخصوص
مطلق** کے نقیضوں میں بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے مگر اس طرح کہ عام
کلی خاص اور خاص کلی عام ہوجاتی ہے ۔ حیوانات مرضعہ اور گائے کا نقیض حیوانات غیر
مرضعہ اور غیر گائے ہے ۔ ظاہر ہے کہ جو افراد گائے نہیں ہیں ان میں مرضعہ اور غیر مرضعہ
کے افراد داخل ہوسکتے ہیں **عموم وخصوص من وجہ** کے نقیضوں میں بھی **تبائن جزئی**
کی نسبت ہوتی ہے یعنے کبھی تبائن کلی (حیوان لایعقل اصل کلی ہے اس کا نقیض لاحیوان
غیر لایعقل ہے) اور کبھی عموم خصوص من وجہ (لاحیوان ۔ لاابیض) جن کلیوں میں عموم

وخصوص مساوی درجہ کا ہوتا ہے تو اون کی نقیضوں میں بھی ویسا ہی عموم وخصوص من وجہ
پایا جاتا ہے جیسے حیوان و ابیض میں اس کا نقیض لاحیوان لاابیض ہے - ان میں
بھی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے لیکن کبھی دو کلیوں میں مساوی درجہ کا عموم
وخصوص نہیں ہوتا - جیسے حیوان ولایعقل میں تو اون کی نقیضوں میں تباین کلی کی
نسبت ہوتی ہے جیسے لاحیوان - غیر لایعقل (عاقل) محال ہے - کیونکہ ممکن نہیں کہ
خاص یعنے عاقل ہو اور عام یعنے حیوان نہ ہو -

مثبت منفی سلبی

(۳) اسماء کی تیسری قسم مثبت Positive منفی Negative سلبی Privative ہے

اسم مثبت Positive term کسی شے میں کسی صفت کا موجودگی ظاہر کرتا
ہے جیسے حریص میں حرص - بخیل میں بخل -

اسم منفی Negative term کسی شے میں کسی صفت کی عدم موجودگی
پر دلالت کرتا ہے بے رنگ - نااہل -

اسم سلبی Privative term کسی صفت کی عدم موجودگی اس موقع پر ظاہر
کرتا ہے جہاں اس کے موجود ہونے کی توقع کی جاسکتی تھی - بہرا - اندھا - کودن - بہراپن
نابینائی - بے عقلی - اسماء منفی اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ اسماء مثبت سے
پہلے حروف نا - بے - غیر - لا - بلا - ان - ا - وغیرہ بڑھا دیتے - ناممکن - بے غیرت
غیر حاضر - لاانتہا - بلاتمیز - ان گھڑ - اٹل -

سچ یہ ہے کہ کسی اسم کو صحیح معنوں میں منفی کہہ ہی نہیں سکتے - کیونکہ کوئی ایسا
نام مشکل سے ملے گا جس سے کسی صفت کی عدم موجودگی ظاہر ہو - لیکن دوسری
صفت کا موجود ہونا نہ پایا جاتا ہو - تاریکی - بیماری - روشنی اور صحت کی عدم
موجودگی ظاہر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اندھیرے اور نقص صحت کی موجودگی بھی انسے
ظاہر ہے - ناسفید - سفیدی کی عدم موجودگی ظاہر کرتا ہے لیکن - سرخی - زردی

سبزی وغیرہ رنگوں کی موجودگی کا امکان باقی ہے اس لئے اہل منطق لفظ منفی استعمال نہیں کرتے بلکہ **نقیض و تضاد** کہتے ہیں **نقیض** contradictory سے مراد یہ ہے کہ جو صفت ایک شے میں موجود ہے وہ دوسری شئے میں بالکل نہ ہو سبز غیر سبز ۔ انسان غیر انسان ۔ جب ہم غیر انسان کہتے ہیں تو ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ نہ صرف انواع حیوانات بلکہ ہر ایک شئے جس پر لفظ انسان کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس میں داخل ہے وہ شے خواہ دھات ہو یا کتاب یا حیات وممات لٹریچر میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں بے اخلاقی بے وقوف ۔ ناآشنا ۔ نالایق مرکب اور عنصر ایک دوسرے کے نقیض ہیں کیونکہ جو مرکب نہ ہو وہ عنصر ہوگا ۔ اسی طرح مادہ اور روح ملکی اور غیر ملکی باہم نقیض ہیں ایسے الفاظ کو جو ایک دوسرے کے نقیض ہوں **متناقض** کہتے ہیں ۔

متضاد

متضاد (contrary) اسماء وہ ہیں کہ جن اشیاء پر وہ دلالت کرتے ہیں اون میں یہ فرق ظاہر کرتے ہیں کہ ان دونوں میں اگرچہ بعض اوصاف یکساں ہیں مگر مختلف درجوں پر ہیں مثلاً جو چیزیں سرد کہلاتی ہیں اون میں بھی کم درجہ کی حرارت پائی جاتی ہے ۔ چھوٹا لمبے کا نقیض نہیں کیونکہ چھوٹی شے کا بھی طول وعرض ہوتا ہے اگرچہ بہت زیادہ نہ ہو ۔ اسی طرح بھاری اور ہلکا ہلکی شئے بھی کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے اگرچہ بہت وزن نہیں ۔ غرض ان چیزوں میں صفت کی مقدار میں فرق ہے صفت کا عدم نہیں پایا جاتا ۔ مثبت ۔ متضاد و متناقض کا فرق ذیل کی مثالوں سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا ۔

اسم مثبت Positive	متضاد contrary	متناقض contradictory
روشن	تاریک	ناروشن
انسان	حیوان	غیر انسان
عالم	جاہل	بے علم

متضاد الفاظ میں اگر کسی موقع پر ایک غلط ہو تو یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ دوسرا صحیح ہے۔ متناقض میں اگر ایک صحیح ہو تو دوسرا ضرور غلط ہوگا۔ یا پہلا غلط ہو تو دوسرا ضرور صحیح ہے۔ اگر کوئی کپڑا سفید نہ ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نا سفید ہے مگر یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور سیاہ ہے۔

حد اضافی و حد مطلق

(۴) اسماء کی ایک اور قسم ہے اور وہ اضافی coreLative اور مطلق absolute ہے حد اضافی coreLative نام ہے ایک وصف یا ذات کا جو کسی دوسرے وصف یا ذات پر دلالت کرے جیسے قاتل مقتول اس صورت میں کسی شخص یا شے کا ایک نام اس وقت رکھا جاتا ہے جب اس کا رشتہ کسی دوسرے شخص یا شے کے ساتھ خیال کیا جائے اور اگر اس رشتہ کا لحاظ نہ کریں تو وہ نام اس کا نہ رکھا جائے گا مثلاً باپ بیٹا۔ بھائی بہن۔ چچا بھتیجا۔ استاد شاگرد۔ بادشاہ رعایا۔ غرض ایک اسم اس وقت اضافی ہے جب اس شے کے علاوہ جس کو وہ ظاہر کرتا ہے وہ کسی دوسری شے کی موجودگی بھی ظاہر کرے جس کی وجہ تسمیہ بھی اس قسم کی ہو جو پہلے نام کی ہے مثلاً استاد شاگرد دونوں کے نام میں وجہ تسمیہ تعلیم ہے۔ بادشاہ اور رعایا کے نام ہیں وجہ تسمیہ سلطنت مضمر ہے جو اسماء اس طرح کا باہمی تعلق اور رشتہ نہیں رکھتے مطلق کہلاتے ہیں۔

صرف اسماء ہی نہیں بلکہ صفتوں میں بھی رشتہ اور رابطہ ہوتا ہے۔ کسی شے میں کسی وصف یا خاصہ کی موجودگی اکثر دوسرے وصف یا خاصہ کی موجودگی کا ایماء کرتی ہے مثلاً جہل توہمات باطلہ کا۔ قرابت محبت کا۔ ہمدردی تحمل کا۔ کیونکہ یہ اکثر باہم پائے جاتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ کائنات کی کوئی شئے دوسرے اشیا سے پورے طور پر بے تعلق نہیں ہے مثلاً پھل درخت سے تعلق رکھتا ہے۔ درخت تخم سے۔ تخم زمین سے

پانی سے روشنی سے۔

تمام اشیاء حادث کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہوتی ہے اور اُن کی دوران زندگی میں دوسری بے شمار چیزوں کا اثر اون پر پڑتا ہے اس لئے پورے طور پر وہ بے تعلق و مطلق نہیں ہوتیں لیکن الفاظ میں یہ ممکن ہے کہ ایسی چیزوں کے نام کا جو بہ ظاہر بے تعلق معلوم ہوتی ہیں ایسی اشیاء کے نام سے جو دوسری چیزوں کا ایما کرتی ہیں امتیاز کیا جائے۔

(۵) بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ اون سے نہ صرف کسی شے کی ذات معلوم ہوتی ہے بلکہ اُس کے ایسے صفات بھی معلوم ہوتے ہیں جو اُس شے میں لازماً پائے جاتے ہیں مثلاً آگ کے لفظ سے ایک تو اُس مادے کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے جس کو انگارہ کہتے ہیں دوسرے گرمی و حرارت و تمازت جو آگ کے لئے لازم ہیں۔ اس لفظ کے سننے سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ جب ایک لفظ صرف اس ذات یا اس شے کو ظاہر کرے جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہے تو اوس کو تعبیر کہتے ہیں اور جب ان اوصاف یا مجموعہ اوصاف کو ظاہر کرے جو اس ذات یا شے کو لازم ہیں تو تضمن کہتے ہیں مثلاً لفظ آم ایک خاص قسم کے میوے کو تعبیر کرتا ہے لیکن لفظ آم کا تضمن اون اوصاف (شیرینی۔ خوشبو۔ لطافت وغیرہ) پر دلالت کرتا ہے جو آم میں لازماً پائے جاتے ہیں لفظ مثلث کے تعبیری معنی تمام مختلف قسموں کے مثلث کے ہیں اور تضمنی معنی اس وصف کے ہیں جو تمام مثلثوں میں بالاشتراک پایا جاتا ہے جیسے تین خطوں سے گھرا ہوا ہونا۔

اطراف یا حدود کی آخری تقسیم تضمنی (connotative) اور غیر تضمنی (Nonconnotative) ہے کسی اسم کا تضمن مشتمل ہے اون تمام اوصاف یا مجموعہ اوصاف پر جو کسی شے یا ذات میں (جس کو موصوف کہتے ہیں) لازماً پائے جاتے

تضمنی
غیر تضمنی

ہوں جیسے نطق انسان میں پس جن الفاظ کے ایسے دو معنی ہوں کہ ایک معنی ذات پراور دوسرے صفات پر دلالت کریں تو وہ حد یا طرف تضمنی Connotative ہے انسان شخص آدمی۔ انسان مجموعہ اوصاف انسانیت۔ زید بڑا انسان آدمی ہے۔ خالد انسانیت سے خارج ہے۔ جن الفاظ سے صرف ایک ہی معنی پائے جائیں خواہ صرف ذات کے (ایسے الفاظ نہیں ہیں) یا صرف اوصاف کے وہ غیر تضمنی (Nonconnotative) ہیں مثلاً سرخی۔ سختی۔ روشنی وغیرہ۔ اصطلاح منطق میں تعبیر کو غیر تضمنی کہتے ہیں۔

(۱) طرف سے کیا مراد ہے۔

(۲) طرف اور لفظ میں کیا فرق ہے۔

(۳) اسمار کے اقسام مع اون کی تعریف کے بیان کرو۔

(۴) اسم ذات اسم صفات۔ جوہر۔ عرض کسے کہتے ہیں

(۵) معرفہ ونکرہ کسے کہتے ہیں اور اصطلاح منطق میں ان کا کیا نام ہے۔

(۶) اسماء معرفہ کب طرف کلی سمجھے جاتے ہیں اور اسماء نکرہ کو طرف جزئی کیونکر بناتے ہیں

(۷) طرف کلی اور مجموعی کا فرق بیان کرو اور اطراف مجموعی کس طرح معرفہ یا نکرہ ہو سکتے ہیں

(۸) اطراف کلی کی نسبتیں کیا کیا ہیں نام مع تعریف وامثال بیان کرو۔

(۹) جب دو متبائن چیزیں باہم متناقض ہوں تو اون کے نقیضین میں کیا نسبت ہوگی

(۱۰) عموم خصوص من وجہ کے نقیضوں میں کیا نسبت ہوتی ہے اور کس طرح جب کبھی دو کلیوں میں مساوی درجہ کا عموم وخصوص نہیں ہوتا تو اون کے نقیضوں میں کیا نسبت ہوتی ہے۔

مثبت منفی سلبی اسمار سے کیا مراد ہے الفاظ متناقض کسے کہتے ہیں نقیض اور تضاد میں کیا فرق ہے۔

اسمار اضافی اور مطلق تعبیر وتضمن کسے کہتے ہیں۔

کیفیت و کمیت

Quantity and Quality

تصدیقات کیفیت فکر کی ابتدا میں

جب انسان کائنات کی چیزوں سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پہلے اس پر تصدیقات کیفیت منکشف ہوتی ہیں۔ ارتقاء ذہنی کی ابتدائی درجہ پر اشیاء کی سادی اور بہت ظاہر کیفیتیں انسان کو متوجہ کرتی ہیں۔ مثلاً بہت شوخ رنگ تیز حرارت یا برودت بہت چھٹائی یا بڑائی۔ یہ ناممکن ہے کہ عقلمند آدمیوں کے ذہنوں میں کوئی ایسی تصدیق پائی جائے جس میں اشیا کی صرف سادی کیفیت موجود ہو اور مقدار یا اشیاء کی تناسب و روابط کا مفہوم نہ ہو لیکن ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں وصف کا پہلو بہت غالب ہوتا ہی اور مقدار یا اشیاء کے پیچیدہ روابط پر غور نہیں کیا جاتا۔ بچے کو دیکھو بہت سی چیزوں کو جو باہم ذرا رنگ وصورت میں مشابہت رکھتی ہیں ایک ہی نام سے پکارتا ہے۔ اشیاء کی مناسبت اور فرق وامتیاز اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ چیز سبز ہے۔ اس پھول میں عجب تیز بو ہے۔ کیا لمبا سانپ ہے یہ سب کیفیت کے اظہار ہیں۔ ایسی تصدیقات بہت آسانی سے بن جاتی ہیں کیونکہ اون میں ذہن کو بہت کم کوشش کرنی پڑتی ہے اور چیزوں کی بہت ظاہری اور سطحی کیفیت پیش نظر ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی تصدیقات فکر کے اونے درجہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بہ نسبت اون تصدیقات کے جو تحلیل و ترکیب اور مقدار کے ادراک کی نسبت ہوں۔ ان تصدیقات کو دیکھو۔

(۱) یہ بہت بڑا درخت ہے۔

(۲) اس درخت کے سبز پتے سرخ پھول تپلا اور لمبا تنہ ہے۔

(۳) اس پتے کا رنگ سبز ہے۔
(۴) یہ پتّہ چوڑا اور مشرف ہے اور اس میں ایک رنگ بیچوں بیچ میں دوڑی ہوئی ہے۔
پہلی اور تیسری تصدیقوں میں بہ نسبت دوسری اور چوتھی کے ادراک اور فکر کو بہت کم کام کرنا پڑا ہے۔
کسی سادے وصف کو دریافت کرنا فکر کی ابتدا ہے اور اس طرح کے فکر سے بچے کا علم شروع ہوتا ہے۔ ایسی تصدیقات میں جیسا کہ "اس شئے میں کچھ سیاہی ہے" فکر کا اصلی خاصہ پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی شئے کے سیاہ رنگ کو آس پاس کے رنگوں سے تمیز کیا گیا ہے اور ساتھ ہی رنگوں کے اختلاط کا مفہوم بھی موجود ہے جن میں سے سیاہی کی صفت منہا کی جاتی اور پھر بڑھائی جاتی ہے جوں جوں عقل و تمیز ترقی کرتی جاتی ہے۔ تحلیل و ترکیب کا عمل بھی ترقی کرتا جاتا ہے بجائے اس کے کہ یہ کہیں کہ لکڑی بہت بھاری ہے۔ ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ لکڑی کا یہ سرا بہت بھاری ہے۔ گھانس صرف سبز ہی نہیں ہے بلکہ گہری یا ہلکی سبز ہے۔

تصدیقاتِ کمیّت

تصدیقات کمیّت کمیت یا مقدار کی تمیز کیفیت کے بعد پیدا ہوتی ہے ایسی تصدیقات جیسی کہ یہ چیز بہت لمبی ہے۔ کتنا اونچا مینار ہے! کیسا بڑا ریوڑ ہے۔ اگرچہ بظاہر کمیت کی تصدیقات معلوم ہوتی ہیں لیکن دراصل کیفیت کی تصدیقات ہیں کیونکہ ان میں اشیاء کی جسامت یا تعداد کے تعین کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے جیسے کہ گدڑیے کے کتے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ ریوڑ میں سے چار بھیڑیں کم ہوگئی ہیں اسی طرح اس وحشی کو بھی جو پانچ سے زیادہ نہیں گن سکتا مقدار و کمیت کا صحیح ادراک نہیں ہوسکتا۔ کمیت کا ادراک شمار سے شروع ہوتا ہے

اگر کسی مجموعہ کے افراد ایک ہی نوعیت اور وضع کے ہوں جیسے کہ کسی جماعت کے اشخاص یا کسی انبار کے افراد تو کمیت کی تصدیقات صرف شمار کی صورت میں ہوتی ہیں - اس کمپنی میں بیس آدمی ہیں - آموں کے ٹوکرے میں سو آم ہیں اور اگر اجزا اس قسم کے نہ ہوں تو اون کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں - درخت میں پھل پھول پتے تنہ اور جڑ ہوتی ہے -

اس کے بعد وزن اور پیمائش کا ادراک ہوتا ہے اس چیز کا وزن ۲ من ۲ سیر ۳ چھٹانک ۴ تولہ ایک ماشہ ۴ رتی ہے - دہلی کا قطب مینار اسی گز بلند ہے اس قسم کے تصدیقات سیلدے نہیں مرکب ہوتے ہیں اور اون میں عمل تقابل کیا جاتا ہے یعنے اگر قطب مینار کو گز سے مقابلہ کیا جائے تو مینار سے اسی گز لمبائی شامل ہوگی اس میں عمل تناسب بھی شامل ہے -

مینار : گز :: ۸۰ : ۱

تو ازن اور پیمائش تقابل کا نتیجہ ہیں پہلے ایک شئے بطور پیمانہ فرض کر لیتے ہیں اور پھر یہ بیان کرتے ہیں کہ اس شئے اور اس پیمانہ میں کیا نسبت ہے یعنے ایک دوسرے میں ۱ یا ۲ یا ۱۰ دفعہ شامل ہے -

ہر شے کی کیفیت اور کمیت دونو ہوتی ہیں اور کسی شے کو سمجھنے کے لئے ان دونوں کا صحیح علم حاصل کرنا بہت ضرور ہے خصوصاً وہ اجسام جن میں حیات وشعور پایا جاتا ہے بہت پیچیدہ کیفیں اور خاصیتیں رکھتے ہیں -

دلالت افرادی و دلالت وصفی

Con notation and Denot ation of names-

دلالت افرادی و دلالت وصفی

الفاظ کی تعبیر دلالت افرادی اور تضمن دلالت وصفی ہے تعبیر و تضمن کے مسئلہ پر

ذرا اور غور کرو۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ الفاظ میں دو طرح کے معنی ہیں جو اشیأ
کی ذات اور اوصاف پر دلالت کرتے ہیں۔ اصطلاح منطق میں اس کو دلالت
افرادی اور دلالت وصفی کہتے ہیں۔

دلالت افرادی Extension ایسا لفظ جو کسی خاص شے کی ذات
پر دلالت کرتا ہے اور ہمیشہ اوس کے وہی معنے لئے جاتے ہیں میز کرسی۔ زمین
آسمان۔ زید عمر وغیرہ خاص خاص ذاتوں پر دلالت کرتے ہیں۔

دلالت وصفی Intension ایسے الفاظ جو اشیا کی ایسی خاصیتیں
اور وصف ظاہر کرتے ہیں جن کے باعث سے اون الفاظ کا (جو اون کے نام ہیں)
اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے سیارہ کی دلالت افرادی زہرہ مشتری زحل مریخ وغیرہ
سیاروں پر ہو گی لیکن وصفی معنی یہ ہونگے جرم فلکی جو فضاء بسیط میں سورج
کے گرد بیضوی مدار پر گردش کرتا ہے۔

غرض دلالت افرادی سے وہ شے مراد ہوتی ہے جس کے واسطے کوئی
لفظ مقرر کیا گیا ہے اور جس کو جوہر کہتے ہیں اور دلالت وصفی (عرض) سے
اُس شے کے وہ خواص مراد ہوتے ہیں جن کے باعث اُس شے پر اس نام
کا اطلاق ہو سکتا ہے مثلاً ہر ایک بڑے ظرف کو جس پر بادبان اور مستول
لگے ہوں اور جو پانی میں تیرتا مسافروں اور اسباب کو ایک بندرگاہ سے
دوسری بندرگاہ میں لیجاتا ہو (ان خواص کی وجہ سے) جہاز کہتے ہیں۔

ایک قسم کی چیزیں

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض چیزیں کسی لحاظ سے ایک دوسری شے سے
مشابہ ہیں اور اس کی وجہ سے اون سب کا خیال ایک ساتھ ہمارے دل میں
آتا ہے تو ہم اون کو ایک قسم کی چیزیں کہتے ہیں چنانچہ اسماء نکرہ (اطراف کلی)
جن اشیاء کو تعبیر کرتے ہیں وہ ایسی ہی بہت سی اشیاء ہوتی ہیں جو خواص

اور اوصاف کے لحاظ سے یکساں ہوں یہ اوصاف جیسے ایک شے میں ہوتے ہیں ویسے ہی اپنی نوع کے تمام افراد میں۔ ان اوصاف کا نام **اسم صفت** ہے یہ اوصاف ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ اگر اس شے کی تعریف میں سے نکال ڈالے جائیں تو وہ نام اس فرد یا جماعت افراد پر دلالت نہ کرسکے مثلاً لفظ کنگرو حیوانات کی ایسی جماعت ظاہر کرتا ہے جس میں بعض ایسی خصوصیتیں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے مثلاً پیٹ پر ایک ایسی تھیلی کا ہونا جس میں وہ اپنے بچوں کو چھپا لیتا ہے۔ کنگرو آسٹریلیا میں پائے جاتے ہیں لیکن اسٹریلیا کا باشندہ ہونا کنگرو کی لازمی صفت نہیں ہے اگر اس شکل اور خصلت کا جانور کہیں اور بھی پایا جائے تو اسی نام سے پکارا جائے گا۔ لیکن اگر تھیلی کی خصوصیت نہ پائی جائے تو اُسے کنگرو نہیں کہہ سکتے۔ مثلث کی تعریف وہ شکل مستقیمۃ الاضلاع ہے جسکے تین ضلعے ہیں۔ ہر شخص ایسی شکل کو مثلث کہتا ہے۔ علماء علم ہندسہ جانتے ہیں کہ ہر مثلث کے اندرونی تینوں زاویہ دو قائمہ زاویوں کے برابر ہوتے ہیں لیکن یہ وصف مثلث کی تعریف میں داخل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح دماغ انسان کے بہت سے خواص علماء علم تشریح اور علم الاعضا کو معلوم ہیں اور ممکن ہے کہ دماغ کے متعلق آئندہ اور بھی نئی نئی انکشافات ہوں لیکن یہ اوصاف انسان کی مقررشدہ تعریف میں داخل نہیں ہیں غرض **تضمن یا دلالت وصفی**۔Connotation سے صرف وہ خصوصیتیں مراد لی جاتی ہیں جن کی موجودگی کی وجہ سے کوئی شئے کسی خاص جماعت میں داخل کی جاسکتی ہے اور اس پر بھی اسی نام کا اطلاق ہوتا ہے لوگوں میں باہمی تفہیم مطالب کے لئے یہ ضرور ہے کہ لفظوں کے معنے روز بروز نہ بدلیں اور نہ ایک ہی زبان بولنے والے مختلف اشخاص اون ہی الفاظ سے مختلف معنی مراد لیں۔ روزمرہ کی معمولی بات چیت میں اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا کہ الفاظ کی

دلالت جن اشیا پر وضعی ہے ان ہی پر اس کا استعمال کیا جائے یا کسی شے میں جو
جو اوصاف وخواص بالطبع پائے جاتے ہیں وہ سب بیان کرد ئے جائیں لیکن
جب ہم کوئی علمی یا منطقی بحث کرتے ہیں تو ضرور ہوتا ہے کہ الفاظ کے معینہ
اور مقررہ معنوں سے تجاوز نہ کریں ورنہ کسی صحیح نتیجہ پر پہونچنے کی بجائے
تاریکی اور پیچیدگی میں پڑ جاتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اطراف وحدود کی تعریفات
پہلے سے مقرر کر لی جائیں کسی طرف (لفظ) کی تعریف کرنے سے یہ مراد ہے کہ
اوس کی صحیح دلالت معین کی جائے اور وہ تمام اوصاف مختصہ بیان کرد ئے
جائیں جو اس نام کی شے میں پائے جاتے ہیں۔

اسما کی دلالت وصفی جس قدر بڑھتی جائے دلالت افرادی گھٹتی جاتی ہے

اسماء نکرہ یا اطراف کلی کی (جن کا اطلاق اشیا کی جماعت میں سے
ہر ایک پر ہوتا ہے) ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اون کی دلالت وصفی (تضمن)
جس قدر بڑھتی جاتی ہے دلالت افرادی (تعمیم) گھٹتی جاتی ہے۔ اسی طرح تعداد
اوصاف جس قدر کم ہوتی جائے گی تعداد افراد بڑھتی جائے گی مثلاً حیوان دنیا میں
ایک خاص تعداد رکھتے ہیں۔ حیوان ناطق کی تعداد بہ نسبت حیوان کے کم ہے حیوان
ناطق سفید رنگ اور بھی کم۔ حیوان ناطق سفید رنگ باشندگان ہندوستان
بہت کم۔ حیوان ناطق سفید رنگ باشندۂ ہندوستان اردو زبان بولنے والے
اور کم غرض جس قدر تخصیص بڑھاتے جائیں۔ تعمیم یعنے افراد کی تعداد میں کمی آتی
جائے گی۔ اسی طرح نمبروار خصوصیتیں گھٹاتے جاؤ تو تعداد افرادی بڑھتی جائے گی۔
اسی وجہ سے جنس کی تعداد نوع سے بڑی ہوتی ہے لیکن نوع کے معنی جنس سے
زیادہ وسیع ہوتے ہیں جنس ونوع کا مفصل بیان آگے آئے گا لیکن یہ یاد رہے
کہ اگر کسی صفت کا اضافہ کیا جائے جو تمام افراد میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے تو
تعداد افراد پر اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً انسان پر وصف ناطق بڑھادیں یا مثلث

متساوی الاضلاع کے ساتھ متساوی الزوایا بڑھادیں تو اون کی تعداد پر کچھ اثر نہ پڑیگا
کیونکہ تمام انسان ناطق اور تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزوایا ہوتے ہیں

بعض اسماء کوئی صفت ظاہر نہیں کرتے

بعض اسماء معرفہ ایسے ہیں جو صرف کسی شے کا وجود ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اس میں کسی وصف کا ہونا ظاہر نہیں کرتے۔ جیسے دہلی۔ کلکتہ۔ زید جن اسماء معرفہ میں کوئی وصف موجود بھی پایا جائے تو بھی وہ اسم اس صفت کے لحاظ سے اس شے پر جس کا وہ نام ہے دلالت نہیں کرتا۔ محسن (احسان کرنیوالا) ایک شخص کا نام ہوسکتا ہے لیکن یہ نام اس سبب سے نہیں رکھا گیا کہ پہلے اسکی یہ عادت مشخص کر لی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ محسن ایسے شخص کا نام ہو جو کسی پر احسان نہیں کرتا۔ اسماء معرفہ یا علم صرف اس واسطے رکھے جاتے ہیں کہ ہم اس قسم کی دوسری افراد سے اس شے اکو تمیز کرسکیں وہ کسی وصف کے لحاظ سے نہیں رکھے جاتے ایک کتے کا نام شیرا اس لئے رکھا کہ دوسرے کتوں سے اوس کو تمیز کرسکیں۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ دراصل اس کتے میں شیر کے سے خواص ہیں جو کیفیت علم کی افراد کے ساتھ ہے وہی اسم جمع (طرف مجموعی) کی مجموعہ افراد کے ساتھ ہے یعنے سہولت سے شناخت کرنے کی خاطر ایک نام مقرر کرلیا ہے برخلاف اسم نکرہ یا طرف کلی کے کہ اوصاف کا تصور نام کے ساتھ پیدا ہونا ضرور ہے۔ فرض کرو تمھارے گھر میں ایک کتا اور ایک مرغ پلا ہوا ہے تم نے کتے کا نام شیرا اور مرغ کا نام تاجو رکھا ہے اگر تمھارا دل چاہے تو تم کتے کا نام تاجو اور مرغ کا نام شیرا بدل سکتے ہو کیونکہ یہ نام افراد کی شناخت کے لئے رکھے گئے ہیں لیکن تم چاہو کہ مرغ کو کتا اور کتے کو مرغ کہو تو یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اسماء نکرہ ہیں اور جانوروں کی ایک جماعت کو یہ نام انکی خاص خاص اوصاف کے لحاظ سے دئے گئے ہیں۔ اس طرح اسماء معرفہ کی دلالت

وصفی نہیں ہوتی۔ اسمار نکرہ کی دلالت وصفی اور دلالت افرادی دونو ہوتی ہیں
اسمار صفت کی دلالت افرادی یا تعبیر نہیں ہوتی۔

(۱) دلالت افرادی اور دلالت وصفی کسے کہتے ہیں۔

(۲) ثابت کرو کہ اسمار کی دلالت وصفی جس قدر بڑھتی جائے دلالت افرادی گھٹتی جاتی ہے

جنس و نوع

genus & species—

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایک حد یا طرف کی دلالت افرادی اور دلالت وصفی میں باہم ایک نسبت ہوتی ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اسم نکرہ (طرف کلی) کا اطلاق ایک شے پر نہیں بلکہ ایک قسم کی بہت سی چیزوں میں سے ہر ایک پر ہوا کرتا ہے مثلاً کروڑوں درختوں میں سے ہر ایک کو درخت کہتے ہیں۔ ہر جاندار جسم کو حیوان کہتے ہیں۔ غرض اسم نکرہ ایک شے کا نہیں بلکہ چیزوں کی قسموں کا نام ہوتا ہے۔

چیزوں کی یہ بڑی قسمیں یا جماعتیں چھوٹی جماعتوں میں منقسم ہو سکتی ہیں مثلاً لفظ حیوان میں انسان کتا گھوڑا گدھا سب ہی داخل ہیں بڑی جماعت کو جنس genus اور چھوٹی جماعت کو جو اس کا ایک حصہ ہو نوع (species) کہتے ہیں حیوان جنس ہے اور انسان کتا گھوڑا گدھا انواع ہیں اب اگر انسان کو جنس قرار دیں تو یوروپین۔ ایشیائی۔ افریقی وغیرہ اس کے نوع ہونگے۔ غرض ایک ہی جماعت اپنے سے اعلیٰ کے لحاظ سے نوع ہے اور اپنے سے تحت کے لحاظ سے جنس ہے۔ جنس بڑی جماعت ہے جس میں چھوٹی قسمیں شامل ہوتی ہیں۔ نوع منجملہ اون جماعتوں کے ہے جو جنس میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر کوئی جماعت اس قدر

وسیع ہو کہ کوئی دوسری جماعت اس سے بالاتر نہ ہو جو اس کی جنس نہ بن سکے۔
جنس عالی — وہ **جنس عالی یا جنس الاجناس** Sum mumgenus کہلاتی ہے اسی طرح
سے وہ نوع جو اس قدر تنگ ہو کہ اس کے تحت میں دوسری انواع نہ داخل
نوع سافل — ہوسکیں **نوع سافل** Infimaspecies کہلاتی ہے نوع سافل صرف افراد
میں تقسیم ہوسکتی ہے۔ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان جو جماعتیں ہوتی
اجناس متوسط — ہیں وہ **اجناس متوسط یا انواع متوسط** subalterngenera
انواع متوسط — کہلاتی ہیں مثلاً حیوان جنس عالی ہے۔ حیوان دوپایہ جنس متوسط۔ انسان نوع
انواع قسمیہ — سافل ایک جنس کے تحت میں جس قدر انواع ہوں وہ **انواع قسمیہ** کہلاتی ہیں
مثلاً حیوان کے تحت میں ہاتھی گھوڑے بیل بکری سب انواع قسمیہ ہیں۔

جنس جو بلا فاصلہ ہو جنس قریب کہلاتی ہے اور وہ جنس جس میں دیگر
اجناس متوسط حائل ہوں جنس بعید۔

ایک جنس کے تحت میں کئی کئی انواع ہوتی ہیں لیکن ہر نوع میں خاص
خاص وصف ایسے ہوتے ہیں جو ایک نوع کو دوسرے سے ممیز کرتے ہیں ایسے
اوصاف جن سے انواع میں باہم امتیاز ہوسکے **فصل** Differentia
کہلاتے ہیں مثلاً نطق کی صفت ایسی ہے جو انسان کو دیگر حیوانات گھوڑے اور
گدھے وغیرہ سے ممیز کرتی ہے یا اشکال مستقیمۃ الاضلاع میں انواع مربع مثلث
متوازی الاضلاع ہیں ان میں علی الترتیب چار تین متوازی اضلاع کا ہونا ان کے
باہمی امتیاز کا موجب ہے اس کو فصل کہتے ہیں۔ کسی نوع کے خواص یا اوصاف
کا وہ حصہ جو اس نوع کو اس کی جنس سے ممیز کرتا ہے **فصل** کہلاتا ہے بہ الفاظ
دیگر **فصل** Differentia وہ صفت ہے جو اگر جنس کی صفتوں پر
زیادہ کی جائے تو نوع بنتی ہے۔ حیوان جنس ہے نطق فصل حیوان کے اوصاف پر

نطق کی صفت زیادہ کی تو انسان (نوع) بنا۔

فصل کے علاوہ اور اوصاف بھی اشیا ہیں (خواہ جنس ہوں یا نوع) پائے جاتے ہیں

خاصہ | **خاصہ** property Proprium ایسی صفت ہے جو ایک جنس یا نوع کے تمام افراد میں لازمی طور پر پائی جاتی ہے۔ مثلث کا یہ خاصہ ہے کہ اس کے تینوں اندرونی زاوئے دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں اگرچہ یہ بات مثلث کی تعریف میں داخل نہیں ہے لیکن کوئی مثلث اس خاصہ سے خالی نہیں ہوسکتا۔ غرض خاصہ ایسا لفظ ہے جو کسی طرف کی دلالت وصفی کا حصہ تو نہیں ہے لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

اعراض | **اعراض** Accidens ایسے اوصاف ہیں جن کا کسی جنس یا نوع کے ہر فرد میں ہونا لازم نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ وصف موجود ہو یا نہ ہو۔ انسان کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ عالم بھی ہو یا ریش سفید رکھتا ہو لیکن اکثر لوگوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے ایسے اعراض یا صفات جو بالعموم ہر فرد میں پائے جاتے ہیں **اعراض غیر فارق** (inoeperabl accidone) کہلاتے ہیں مثلاً کوے کا سیاہ ہونا انسان کے منہ میں ۳۲ دانت ہونا لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ اگر یہ اعراض جاتے رہیں تو افراد کی شخصیت بدل جائے۔

اعراض غیر فارق | اعراض فارق

اعراض فارق eperrable accidens وہ ہیں جو کسی فرد میں ہوتے ہیں اور کسی میں نہیں مثلاً کسی انسان کا شاعر ہونا جنس اور فصل کی خاصیتیں کسی نوع کی ضروری خاصیتیں ہیں کیونکہ وہ اس کی تعریف میں داخل ہوتی ہیں لیکن خاصہ اور عرض غیر ضروری خواص ہیں۔

ہر ایک قضیہ میں موضوع اور محمول ہوتے ہیں لیکن ان کا باہمی علاقہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلقات جو محمول کو اپنے موضوع کے ساتھ ہوتے ہیں پانچ طرح کے ہوتے ہیں۔ Predicables

قابل الحمل | (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل (۴) خاصہ (۵) عرض یہ پانچوں **قابل الحمل**

کہلاتے ہیں کیونکہ ان سے وہ روابط ظاہر ہوتے ہیں جو ایک قضیہ موجبہ میں ایک محمول اپنے موضوع سے رکھتا ہے۔

طرف انسان	دلالت وصفی	انسان عاقل
انسان حیوان ہے	(جنس)	جاپانی انسان ہے (نوع)
انسان حیوان ناطق ہے	(فصل)	انسان ذی شعور ہے (خاصہ)
انسان اقلیدس سمجھ سکتا ہے	(عرض)	

طرف مثلث دلالت وصفی تین ضلعوں کی مستقیم الاضلاع شکل

مثلث مستقیم الاضلاع ہوتے ہیں (جنس)

مثلث تین ضلعوں کے مستقیم الاضلاع ہوتے ہیں (نوع)

مثلث تین ضلعوں کے ہوتے ہیں۔ (فصل)

مثلث کے دونو ضلعے تیسرے ضلعے سے بڑے ہوتے ہیں (خاصہ)

مثلث بڑے بھی ہوتے ہیں چھوٹے بھی (عرض)

قضیہ حدیہ

قضیہ حدیہ Verbal proposition وہ قضیہ ہے جس میں محمول اپنی موضوع کی ایک یا دو ضروری خواص ظاہر کرتا ہے جیسے کہ انسان ناطق ہے انسان حیوان ہے۔

قضیہ رسمیہ

قضیہ رسمیہ Real proposition وہ ہے جس میں محمول اپنے موضوع کی غیر ضروری خواص ظاہر کرتا ہے جو یا تو خاصہ ہوتے ہیں یا اعراض جیسے کہ انسان فانی ہے چیتا چھی دا ہوتا ہے قضیہ حدیہ اپنے موضوع کی نسبت کوئی نئی معلومات بہم نہیں پہونچاتا بلکہ محمول موضوع کی دلالت وصفی کا ایک جزو ہوتا ہے مثلاً اس قضیہ میں کہ انسان ناطق ہے لفظ انسان سے اس کا ناطق ہونا خود بھی ظاہر ہے اس کے برخلاف قضیہ رسمیہ اپنی موضوع کی نسبت کوئی نئی معلومات ظاہر کرتا ہے۔

زید ریاضی داں ہے۔

(۱) جنس و نوع جنس عالی و نوع سافل انواع تسمیہ کسے کہتے ہیں۔
(۲) فصل۔ خاصہ۔ اعراض فارق و اعراض غیر فارق کی تعریف بیان کرو۔
(۳) اون تعلقات کی مفصل کیفیت بیان کرو جو محمول کو اپنے موضوع کے ساتھ ہوتے ہیں

تسمیہ

Nomenclature

اصطلاح

اسم کی تعریف تم پڑھ چکے ہو کہ وہ ایسے الفاظ ہیں جو ہمارے تصورات ذہنی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہر سائنس کو ایسے اسماء کی حاجت ہوتی ہے کہ اس کی موضوع کے متعلق تمام اصول عامہ اور کلیات کو ظاہر کریں لیکن بعض دفعہ بول چال کی عام زبانوں میں ایسے الفاظ نہیں ہوتے بعض الفاظ کثیر المعنی ہوتے ہیں اور اون معنوں میں باہم کوئی مناسبت اور جوڑ بھی نہیں ہوتا مثلاً کل بمعنی فردا کل بمعنی دیروز کل بمعنی چین راحت کل بمعنی مشین کل بمعنی قیامت ایسے الفاظ صحیح استدلال کے لئے بالکل نامناسب ہوتے ہیں جب تک پہلے سے اون کے مفہوم کا تعین نہ کر لیا جائے اس وجہ سے سائنس میں خاص خاص مفہوم ظاہر کرنے کے لئے بعض ایسے خاص الفاظ ہوتے ہیں جو اسی سائنس سے تعلق رکھتے ہیں یہ الفاظ اصطلاح کہلاتے ہیں اگر عام بول چال کے لفظوں میں سے بھی کوئی لفظ بطور اصطلاح لیا جاتا ہے تو پہلے اس لفظ کی تعریف معین کر دیتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ عام زبان میں سے ہی الفاظ کا انتخاب کرنا زیادہ مناسب خیال کیا جاتا ہے تاکہ زبان کے الفاظ کی تعداد غیر معمولی طور پر نہ بڑھ جائے اور نئے الفاظ سے لوگوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ خیال ہی نیا ہے اسی وجہ سے بعض علوم مثلاً علم الاقتصاد و علم النفس وغیرہ میں طالب علم کو واقعات سے آشنا رکھنے کے لئے روزمرہ کے الفاظ سے اصطلاحات

قائم کی گئی ہیں جیسے کرایہ - تنخواہ - اجرت - جائداد - خیال - تاثر - ذہن - احساس وغیرہ لیکن ان الفاظ کی تعریف ان علوم میں بالکل اس خاص مفہوم کے موافق کی گئی ہے جو اس علم کا موضوع ہے اور علمی زبان کے لئے ایسا کرنا لازمی ہے۔

تعریف

Definition

تعریف کی تعریف

کسی اسم کی تعریف کرنے سے یہ مراد ہے کہ اوس کی دلالت وصفی میں جس قدر مختلف طرح کی خاصیتیں داخل ہیں اون کا اظہار الفاظ میں کیا جائے۔ تعریف کا بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی اسم کی دلالت وصفی کسی خاص معنے پر پورے طور پر ظاہر ہو جائے تاکہ متکلم اس سے جو مراد لیتا ہے وہی مراد دوسرے شخص پر ظاہر ہو۔ تعریف دو طرح کی ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ کسی خاص شے میں جس قدر اوصاف و خواص ہیں اون سب کی تفصیل بیان کردی جائے۔ دوسرے یہ کہ تعریف ایسا بیان ہو کہ اوس جنس کو جس میں وہ شے (جس کی تعریف کی جارہی ہے) داخل ہے ظاہر کرے اور پھر وہ اوصاف ظاہر کرے جن سے اوس شے میں اور اس جنس کی دوسری اشیا میں فرق و امتیاز پیدا ہوتا ہے اور جس کو اصطلاح میں **فصل** (Difference) کہتے ہیں یعنے کسی شے کی جنس پر اگر اس کی فصل کو زیادہ کریں تو اس کی تعریف پوری ہو جاتی ہے۔

جنس	دلالت وصفی (فصل)	اسم
حیوان	عقل	انسان
علم	متعلق نباتات	علم نباتات
لوگوں کا مجمع	علم کی حصول کی غرض سے	کالج

انسان　　　قانونی پیروی کرنے والا　　　بیرسٹر

جن اشیا کے متعلق بحث ہو رہی ہے اون کی تعریف کا صحیح صحیح مقرر ہو جانا صحیح استدلال کے لئے بہت ضرور ہے لیکن یہ ایسا آسان کام نہیں ہے۔ جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ سائنٹفک تعریف کے لئے ضرور ہے کہ پہلے اس شے کی نام کی دلالت وصفی دریافت کی جاے یعنے وہ مشترک خواص دریافت کئے جائیں جو اوس نام کی تمام اشیاء میں پائے جاتے ہیں لیکن کسی شے کے تمام او[illegible] کا اس کی تعریف میں داخل ہونا ضرور نہیں ہوتا اعراض Acaidons (وہ خواص جو کسی شے میں اتفاقی طور پر ہوتے ہیں اور کسی میں نہیں) تو تعریف میں داخل [illegible] نہیں خاصہ property بھی اگرچہ ایک نوع کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے لیکن تعریف میں لازمی طور پر داخل نہیں ہوتا سب سے زیادہ یہ کہ تعریف میں کوئی ایسا لفظ داخل نہ ہونا چاہئے جو کسی ایسے وصف یا خاصیت پر دلالت کرتا ہو جو اس شے کی نوع کے علاوہ کسی دوسری نوع کی اشیا کے اوصاف و خواص پر بھی دلالت کرتا ہو یہی معنے ہیں تعریف کے جامع مانع ہونے کے مثلاً انسان کی یہ تعریف کہ وہ دو پایہ حیوان ہے جامع مانع نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان کے ایسے خواص نہیں پائے جاتے جو دوسری انواع حیوانات میں نہ ہوں۔

تعریف کیلئے اشیا کے صحیح خواص کا علم ضروری ہے

کسی اسم کی صحیح صحیح تعریف معین کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ اسم جن جن خواص پر دلالت کرتا ہے اون کی فہرست بنائی جائے نیز اون خواص کی بھی فہرست بنائی جائے جن پر اوس شے کا نام دلالت کرتا ہے جن میں اون کے متناقض صفات، و خواص پائے جاتے ہیں فرض کرو کہ لفظ "تہذیب" کی تعریف کرنی ہے تو دیکھو مہذب۔ نیم مہذب۔ اور وحشی اقوام میں کون کون سے مشترک صفات پائے جاتے ہیں اور کون سے نہیں اس طرح اگر "نظم" کی تعریف کرنی ہے تو اون

مثالوں کو لو جنکو اچھے اچھے نقاد اعلیٰ درجہ کی نظم کہتے ہیں۔ اون کا مقابلہ نثر کے مختلف اقسام عاری ۔ رنگین علمی وغیرہ ایسی تحریرات سے کرو جو نظم نہیں ہیں اور پھر اون کے خواص مشترک و غیر مشترک کو چھانٹ لو۔ اس کے لئے یہ ضرور نہیں کہ ہر ایک مثال جس پر وہ لفظ صادق آتا ہے لی جائے بلکہ چند بہتر نمونے لے لئے جائیں جن میں انتہائی درجے کے اوصاف پائے جاتے ہوں مثلاً پودوں کے اقسام کی تعریف بیان کرنے کے لئے ماہر علم نباتات اوس قسم کے عمدہ اور اعلیٰ نمونے چن لیتا ہے جن میں اوس کے خواص طبعی کثرت سے اور اعلیٰ درجہ کے پائے جاتے ہوں یہاں تک کہ اوس کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون کون سے خواص تمام قسم میں پھیلے ہوئے ہیں جو اوس کی تعریف میں داخل ہو سکتے ہیں اور کون سے ایسے ہیں جو اس قسم سے بالکلیہ مخصوص نہیں ہیں اور اوس کی تعریف میں داخل نہ ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد وہ ان خاصیتوں کو مناسب الفاظ میں ظاہر کرتا ہے یہ الفاظ اس شے کی تعریف کہلاتے ہیں لیکن اس عمل میں چند مشکلیں بھی ہیں خصوصاً جب کسی ایسے اسم کو بیان کرنا ہو جو ایسا اصطلاحی نہیں ہے جیسے سائنس کے اسماء ہوتے ہیں یہ اسماء عام محاورے میں اپنے معنے بدلتے رہتے ہیں وہ بڑے بڑے اسباب جن کی وجہ سے یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے حسب ذیل ہیں۔

تعمیم

تعمیم generalization یعنے ایک لفظ پہلے ایک محدود معنے میں استعمال ہوتا تھا لیکن اب اوس کا اطلاق بہ نسبت پہلے کے زیادہ کثیر اشیاء پر ہونے لگا اور اوس کے معنی کی وسعت یا دلالت افرادی بڑھ گئی اور دلالت وصفی گھٹ گئی۔ جب لوگ کسی ایسی شئے کو دیکھتے ہیں جس کو انھوں نے پہلے نہ دیکھا تھا تو قوی میلان یہ ہوتا ہے کہ اوس کے لئے کوئی نیا نام نہ اختراع کیا جائے بلکہ اوس نئی شئے کا نام بھی اوس جیسی کسی دوسری شے کے نام پر رکھ دیتے ہیں

اس طرح ایک لفظ کی دلالت ایک شے سے دوسری شے پر ہو جاتی ہے یہانتک کہ بعض دفعہ اوس کی دلالت افرادی ایسی وسیع ہو جاتی ہے کہ وہ اشیا جن پر وہ دلالت کرتا ہے کسی وصف میں مشترک نہیں ہوتیں یا بہت کم مشترک ہوتی ہیں الفاظ کے معنی کی ایسی وسعت ہر زبان میں کم و بیش پائی جاتی ہے۔

تخصیص

تخصیص specialization بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی لفظ کی دلالت افرادی وسیع ہوتی ہے لیکن پھر اس کی دلالت گھٹ جاتی ہے اور دلالت وصفی بڑھ جاتی ہے۔ یہ تعمیم سے بالکل مختلف طریقہ ہے اس سے کسی اسم کی وسعت کم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ صرف ایک فرد کا نام رہ جاتا ہے یا اپنی جماعت کے صرف ایک حصہ پر دلالت کرتا ہے یہ کمی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اکثر اوقات لوگ کسی جنس کے صرف ایک رکن کا زیادہ ذکر کرتے یا اوس پر زیادہ غور کرتے ہیں

منطق کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ وہ ایسے الفاظ کے ساتھ کس طرح عمل کرے اس کے لئے دو راستے کھلے ہوے ہیں (۱) یا تو وہ بعض مثالوں کو چھوڑ دیں اور بعض کو لے لیں یہاں تک کہ وہ ایک ایسی صنف بنا سکیں جنمیں ضروری خواص پائے جاتے ہوں (۲) یا اون سب کو شامل کرلیں اور ایسی ایک تعریف بنائیں جو سب پر صادق آتی ہو اور دلالت وصفی کو ضروری خواص تک گھٹانے پر قناعت کریں لیکن پہلا طریقہ زیادہ بہتر ہے اگر ضرورت ہو تو دلالت افرادی کی اون انواع کو چھوڑ دینا چاہئے جو بعد میں شامل ہوی ہیں یہاں تک کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جن میں اس شے کی (جس کی تعریف کرنی ہے) ضروری خواص پائے جاتے ہوں۔

تعریف بنانے کے دو طریقے ہیں ایک تو مثبت دوسرے منفی

مثبت طریقہ

مثبت طریقے کا قاعدہ یہ ہے کہ صرف اون خواص کو بیان کیا جائے

جو اوس شے میں جس کی تعریف کی جاتی ہے پائے جاتے ہیں مثلاً مثلث وہ شکل مستقیم الاضلاع ہے جو تین ضلعوں سے محدود ہو۔

منفی طریقہ

منفی طریقہ کا اصول یہ ہے کہ وہ خواص بیان کئے جائیں جو اوس شے میں جسکی تعریف کی جاتی ہے نہیں پائے جاتے۔ مثلث وہ شکل مستقیمۃ الاضلاع ہے جو تین سے کم یا زیادہ ضلعوں سے محدود نہیں ہوتی۔

منفی تعریف عموماً پسند نہیں کی جاتی۔ لیکن منفی تعریف کا فائدہ یہ ہے کہ مثبت طریقہ سے جو تعریف مقرر کی گئی ہے اس کی صحت اس طریقہ سے کرلیجائے مثلاً ہم کو لفظ ٹھوس کی تعریف بیان کرنی ہے تو جو اشیا ٹھوس کہلاتی ہیں اون کا مشاہدہ کرنے سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اون کا خاصۂ مشترک یہ ہے کہ اگر اونکی صورت بدلنی چاہیں تو وہ فراحمت کرتی ہیں۔ برخلاف سیالات ورغازات کے کہ وہ ذراسی مزاحمت کی تاب نہیں لاسکتے اور جس ظرف میں ڈالو اوس کی صورت اختیار کرلیتے ہیں تو اس طرح ٹھوس کے خواص بخوبی معلوم ہوجاتے اور اوس کی تعریف کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

ایک ہی شے کی تعریف مختلف لحاظوں سے مختلف ہوتی ہیں

یہ ناممکن ہے کہ کسی شے کے تمام اوصاف وخواص بیان ہوسکیں اس لئے جب کسی شے کے خواص یا اوصاف کا ذکر کرتے ہیں تو صرف اون ہی اوصاف کو لیتے ہیں جو ہم کو پسند ہیں یا جن کا ظاہر کرنا ہمارا مقصد ہے ایسے اوصاف ہر شخص کی نظر میں مختلف ہوتی ہیں مثلاً کسی قطعہ زمین کے متعلق کہیں کہ کیا اچھا میدان ہے تو مختلف لوگ اس کی عمدگی کی صفت کو مختلف نظر سے دیکھیں گے۔

شکاری	یہاں طرح طرح کے جانور بکثرت ہیں۔
کسان	اناج خوب پیدا ہوتا ہے
باغبان	میوے اور پھولوں کے درخت بہت ہیں اور آسانی

سے لگائی جاسکتے ہیں۔

کمہار یہاں کے مٹی کے بنے ہوئے برتنوں میں لونی نہیں لگتی۔ زندگی کی خوبی ایک شخص کے نزدیک اکل و شرب ہے اور دوسرے کے نزدیک ترک لذائذ۔ غرض ہر شخص کسی شے کی تعریف اپنے ہی نقطۂ نظر سے کرتا ہے اس سبب سے کسی شے کی پندیدگی کے جس قدر لحاظات ہونگے اسی قدر مختلف اوس کی تعریفیں ہوسکتی ہیں۔ اس سبب سے ہر تعریف اضافی ہوتی ہے اور علوم یا لحاظات کے بدلنے سے دلالت وصفی عرض بن جاتی ہے اور اعراض دلالت وصفی بن جاتے ہیں۔

نام شے	جنس	دلالت وصفی (مختلف لحاظوں سے)	اعراض
آم	پھل	شیریں و خوش ذائقہ	اچار کے بھی کام آتا ہے
آم	پھل	اچار ڈالنے کے قابل	شیریں خوش ذائقہ بھی ہوتا ہے
آم	پھل	مغلظ منی مولد خون	شیریں خوش ذائقہ اچار کے قابل

اس طرح تمام تعریفیں ناکمل ہوتی ہیں۔ ہر شئے کے خواص میں سے صرف چند ضروری خواص تعریف میں بیان ہوتے ہیں اور باقی نظر انداز کرئے جاتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ حیوان عاقل ہے لیکن عقل کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسان کو دوسرے حیوانات سے ممیز کرتی ہیں اور ادن کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

انسان ہنسنے والا حیوان ہے۔

انسان کھانا پکانے والا حیوان ہے۔

انسان دوسرے جانوروں پر سوار ہونے والا حیوان ہے۔

انسان حیوان ناطق ہے۔

انسان لباس پہننے والا حیوان ہے۔
انسان تمباکو پینے والا حیوان ہے۔
انسان بے پر کا دو پایہ حیوان ہے۔

غرض بہتیرے لحاظات ہوسکتے ہیں جو انسان کو دوسرے حیوانات سے ممیز کرتے ہیں تو صرف یہ کہہ دینا کہ انسان حیوان عاقل یا حیوان ناطق ہے کیونکر انسان کی کامل تعریف ہوسکتی ہے۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ تعریف کے الفاظ خود محتاج تعریف ہوتے ہیں۔ انسان۔ حیوان۔ عقل۔ نطق خود محتاج تعریف ہیں۔ تیسرے یہ کہ اشیاء کے متعلق جو معلومات اس وقت حاصل ہیں اونکی بہ موجب تعریفات مقرر کر لی جاتی ہیں اور جب نئی تحقیقاتیں ہو جاتی ہیں تو پرانی تعریفیں بدل جاتی ہیں۔

علمی تصور اور شخصی تصور

چونکہ ہر شخص اشیاء کی تعریف اپنے مذاق کے لحاظ سے کرتا ہے اس لئے بعض علما علمی تصور اور شخصی تصور میں امتیاز کرتے ہیں۔ شخصی تصور سے انکی مراد وہ دلالت وصفی ہوتی ہے جو ہر ایک انسان کے ذہن میں کم و بیش متفاوت ہوتی ہے مثلاً پھول کا تصور باغبان کے ذہن میں اور علم نباتات کے عالم کے ذہن میں جدا طرح کا ہوگا۔ علمی یا منطقی تصور سے مراد صرف ایسے اوصاف و خواص ہیں جو اوس نام میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن صرف وہی خواص جن کو علما اور ماہرین فن نے بعد غور و تعمق مقرر کیا ہے۔ بدیں وجہ جب تک کوئی نئی تحقیقات نہ ہو سائینس کے مقاصد کے لئے اسماء کی دلالت وصفی معین اور محدود ہوتی ہے اور مختلف لوگوں کے ذہنوں میں مختلف نہیں ہوتی۔ نیز تبادلہ خیالات کے وقت ہر شخص کے دل میں اس کا مفہوم ہمیشہ یکساں رہتا ہے

بعض ناموں کی تعریف نہیں ہوسکتی

بعض ناموں کی تعریف نہیں ہوسکتی۔

علم کی دلالت وصفی نہیں ہوتی تعریف کیونکر ہوگی یہ نام صرف ایک شے کو معین کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور اوس کی صفات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا - جیسے آگرہ - دلالت وصفی نہیں رکھتے - صرف دن اور مقام کا تعین کرتے ہیں لہذا اون کی تعریف نہیں ہوسکتی - اگر بھڑوں کے چھتے میں سے کسی کو شہد نکالنے کو کہو تو وہ یہی جواب دے گا کہ اس میں شہد ہے ہی نہیں میں نکالوں کہاں سے - موجودہ زار کی سب سے بڑی لڑکی اسم معرفہ ہے - اور ناقابل تعریف ہے جن اسماء نکرہ سے یہ نام بنا ہے اون ہی کے معنوں سے اسکی معنے بھی معین ہوے ہیں -

واضح تصورات و خیالات کی بھی تعریف نہیں ہوسکتی - تعریف کسی شے کی مخفی صفات کو واضح اور روشن طور پر بیان کرتی ہے جو خیالات پہلے ہی واضح ہیں اون پر اور روشنی کیا ڈالی جائے گی -

جنس الاجناس کی تعریف نہیں ہوسکتی

جنس اعلیٰ Summum genus کی تعریف نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ کسی دوسری جنس کی نوع نہیں ہے اور وہ صفات جو فصل کہلاتے ہیں اسمیں نہیں ہوتے

کیفیات باطن خواہ جذبات نفسانی ہوں یا احساسات بلکہ تمام اسماء صفات Abstract nouns کی تعریف نہیں ہوسکتی - رنج و غم غصہ و تحمل شیریں و تلخ وغیرہ کی ایسی تعریف جس سے سننے والا اوس کی ماہیت معلوم کرسکے نہیں کی جاسکتی - ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سامع پر بھی کسی طرح وہ کیفیت طاری کردی جائے -

مادی اجسام کے بعض باہمی تعلقات کے نام بھی ناقابل تعریف ہیں جیسے زمان و مکان -

تعریف کے قاعدے

تعریف کے قاعدے حسب ذیل ہیں -

(۱) کسی چیز کی تعریف کرنے سے پہلے اوس کے افعال و خواص کا صحیح صحیح علم حاصل کرنا بہت ضرور ہے اور کسی شے کی نسبت جب ماہیت زیادہ بڑھتی جاتی ہے تو بعض اوقات اوس کی تعریف کے الفاظ بدل جاتے ہیں کیونکہ نئی معلومات شے کے افعال و خواص کی ماہیت کو بدل دیتی ہے اور اس طرح تعریف میں ترمیم کرنی پڑتی ہے علمی تحقیقات اور تعریف ساتھ رہتے ہیں جوں جوں نئی حقیقتیں دریافت اور معلوم ہوتی جاتی ہیں۔ صحیح تعریفات قائم ہوتی جاتی ہیں۔

(۲) تعریف میں اس شے کی جس کی تعریف بیان کی جارہی ہے صرف ضروری صفتیں اور خصوصیتیں بیان ہونی چاہئیں۔ کسی شے کی ضروری صفتوں سے یہ مراد ہے کہ اون ہی خاص اوصاف کی وجہ سے کوئی شے وہ شے کہلاتی ہے ایک مکان مدرسہ اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ وہاں لڑکے تعلیم پاتے ہیں ایک دھات سکہ اس وجہ سے کہلاتی ہے کہ اوس کا تبادلہ دوسری اشیا سے کیا جاسکتا ہے۔ خاصہ کا کسی تعریف میں داخل کرنا ضرور نہیں جنس و فصل کے صحیح صحیح قائم کرنے سے ضروری صفتیں خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ مثلث ایک شکل مستقیم الاضلاع (جنس) ہے جو تین خطوط مستقیم سے گھری ہوتی ہے (فصل)۔ تعریف اشیاء کی اس جماعت کے بالکل مطابق ہونی چاہئے جس کی تعریف بیان کرنی ہے یعنے اوس جماعت میں جس قدر اشیاء داخل ہیں صرف اون ہی پر اس کا اطلاق ہو سکے اگر ایسا نہ ہوگا تو تعریف یا تو بہت تنگ ہو جائے گی یا بہت وسیع۔ مثلث کی یہ تعریف کہ وہ ایک شکل مستقیمۃ الاضلاع ہے بہت وسیع ہے کیونکہ اس میں مربع مخمس وغیرہ سب شکلیں داخل ہو سکتی ہیں۔ گورنمنٹ کی یہ تعریف کہ وہ لوگوں کا

منتخب کردہ ایک محکمہ ہے تاکہ اون کے جان و مال کی حفاظت کرے بہت تنگ تعریف ہے کیونکہ یہ مطلق العنان سلطنتوں کو بالکل خارج کر دیتی ہے۔

(۳) تعریف میں اُس شے کا جس کی تعریف کی گئی ہے صراحتاً یا کنایتاً نام ہونا چاہئے کیونکہ اس سے تعریف میں دور لازم آئے گا۔ قصہ ایک کہانی ہے۔ روپیہ دولت ہے۔ مرض بیماری ہے۔

(۴) تعریف تاریک یا مبہم الفاظ میں نہ ہونی چاہئے کیونکہ ایسی صورت میں تعریف خود محتاج تشریح ہو جاتی ہے۔ اونٹ ریت کا جہاز ہے۔ روٹی زندگی کا مایہ ہے۔ مناسب تعریفیں نہیں ہیں۔

(۵) جہاں تک ممکن ہو تعریف مثبت ہو نہ کہ منفی یعنے اس سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی شے کیا ہے نہ یہ کہ وہ کیا نہیں ہے لیکن بعض موقعے ایسے ہیں کہ وہاں سوائے منفی تعریفات کے کام نہیں چلتا۔ کوارا وہ شخص ہے جس نے شادی نہ کی ہو۔

تعریف کی قسمیں
حقیقی

تعریف کی قسمیں۔

(۱) **منطقی یا حقیقی** ایسی تعریف جس میں کسی شے کی دلالت وصفی کامل طور پر بیان ہو اور وہ شے واقع میں موجود بھی ہو جیسے شکل متوازی الاضلاع وہ شکل ذو اربعۃ الاضلاع ہے جس کے سامنے کے ضلعے متوازی ہوں۔

حقیقی تعریف کے اقسام

حقیقی تعریف چار طرح کی ہوتی ہے۔

حدتام جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق۔ اجلہ اقسام تعریف میں حدتام اکمل و افضل ہے۔

حدناقص جو جنس بعید و فصل قریب سے مرکب ہو مثلاً انسان کی تعریف جسم ناطق

رسم تام جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو انسان کی تعریف حیوان ضاحک

رسم ناقص۔ جو جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو انسان کی تعریف جسم ضاحک

(۲) لفظی لغات کی کتابوں میں جو تعریفات یا معنی لکھے جاتے ہیں اون میں یا تو مترادف الفاظ بیان کرئے جاتے ہیں یا اوس شے کے متعلق ایسی تشریح ہوتی ہے جس سے اوس کا ایک خیال ذہن میں پیدا ہو جائے لیکن اوس کی خواص کی صحیح صحیح فہرست نہیں معلوم ہوتی جیسے ما، الورد۔ عرق گلاب

ما بعد الطبیعۃ۔ علم الٰہی۔

الحسب الاسم

(۳) حسب الاسم ایسی اشیار کی تعریف جو واقع میں موجود نہیں ہیں جیسے عنقا یا ہما۔ ایسی اشیا کی تعریف بیان کرتے وقت ہم صرف یہ دیکھ لیتے ہیں کہ کون کون سے خواص عام طور پر اوس نام میں فرض کئے جاتے ہیں طریق الشمس نصف النہار۔ خط سرطان وجدی دوائر قطبی وغیرہ سب وہمی ہیں۔

استقرائی و استخراجی

(۴) استقرائی و استخراجی

بعض تصورات بسیط ہوتے ہیں اور بعض مرکب مثلاً مثلث کا تصور بسیط تصور ہے اور مثلث متساوی الاضلاع کا تصور مرکب ہے جو دو بسیط تصوروں سے بنا ہے بسیط تصورات کے اسما کی تعریف استقرائی ہے کیونکہ اوس قسم کی بہت سی اشیاء کو مشاہدہ کرنے سے دریافت کی گئی ہے۔ تعریف استخراجی شے کے اجزا کے خواص معلومہ سے اخذ کر لی جاتی ہے مثلث اور متساوی الاضلاع کی تعریف ہمیں پہلے سے معلوم تھی لہذا مثلث متساوی الاضلاع ایسا مثلث ہے جسکے تمام ضلعے برابر ہوں۔

تعریف ہندسی

(۵) ہندسی genetic or constructive وہ تعریفات جو علم ہندسہ میں استعمال ہوتی ہیں دائرہ ایک شکل مسطح ہے جو ایک خط سے (جس کا نام محیط ہے) گھری ہو اور اس کے اندر ایک خاص نقطہ ایسا ہو کہ جتنے خط مستقیم اوس نقطے سے محیط تک کھینچے جائیں وہ آپس میں برابر ہوں۔

مثلث وہ شکل ہے جو تین مستقیم خطوں سے گھری ہو۔

دراصل یہ تعریفات نہیں بلکہ بتانے کے قاعدے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کسی شے کا تصور ذہنی کس طرح قائم کر سکتے ہیں جبکہ بلا واسطہ یہ بیان کرنا سہل نہ ہو کہ وہ کیا شے ہے۔

کیمیائی تعریف

(٦) کیمیائی علم کیمیا میں اشیا کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ اوس کی اجزائے بسیط بیان کر دیتے ہیں جیسے پانی ایک سیال مادہ ہے جو آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مرکب ہے۔

(١) تعریف کے جامع و مانع ہونے کے کیا معنی ہیں۔
(٢) کیا وجوہ ہیں کہ بعض اسما کے معنے بدل جاتے ہیں۔
(٣) تعریف بنانے کے کتنے طریقے ہیں اور ان میں کونسا طریقہ بہتر ہے۔
(٤) علمی تصور اور شخصی تصور میں کیا فرق ہے۔
(٥) کن کن ناموں کی تعریف نہیں ہو سکتی اور کیوں۔
(٦) تعریف کے قاعدے بیان کرو۔
(٧) تعریف کی قسمیں کیا کیا ہیں۔

اصطفاف

Classification

اصطفاف کی تعریف

اصطفاف اون چیزوں کو جو آپس میں بہت مشابہ ہیں اون چیزوں سے علیحدہ کرنے کو کہتے ہیں جو باہم زیادہ مشابہت نہیں رکھتیں ایک قسم کی چیزیں ایسی چیزیں کہلاتی ہیں جو کسی خاص وصف یا اعتبار یا خاصیت کے لحاظ سے مشابہت رکھتی ہوں اور اون کا خیال ایک ساتھ ہمارے دل میں آئے۔ باقی

گھوڑے۔ خچر۔ مچھر۔ بیل۔ بکری سب اقسام حیوانات کے نام ہیں اور ہاتی کے لفظ سے کوئی خاص ہاتی نہیں بلکہ تمام ہاتیوں کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے اس طرح جو چیزیں دوسری چیزوں سے بالکل مشابہ ہیں اون میں سے جو بات ایک پر صادق آتی ہے وہ دوسرے پر بھی ضرور صادق آتی ہے۔ جب ہم اشیا کا صحیح صحیح اصطفاف کرتے ہیں تو پہلے ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ اون میں باہم کس قسم کی اور کس درجے کی مشابہت ہے اس مشابہت پر غور کرنے اور اوس کو ذہن نشین کرنے سے ہمارا علم بہت بڑھ جاتا ہے اور دوسری سہولت یہ ہوتی ہے کہ بہت سے غیر مربوط الگ الگ واقعے یاد رکھنے نہیں پڑتے بلکہ تھوڑی سی عام حقیقت سمجھ لینی کافی ہوتی ہے۔ اصطفاف اور تقسیم میں یہ فرق ہے کہ تقسیم ایک قاعدے کے لحاظ سے ایک جماعت کو تحتانی جماعتوں میں ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اور اصطفاف اشیا کی مشابہت یا عدم مشابہت کے لحاظ سے افراد کو جماعتوں میں اور ادنے جماعتوں کو اعلیٰ جماعتوں میں شریک کرنے کا نام ہے تقسیم اعلیٰ درجہ سے تحتانی درجوں کی طرف اترتی ہے اور اصطفاف ادنے درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف صعود کرتا ہے۔

اصطفاف اور تقسیم میں فرق

تقسیم کسی نہ کسی غرض و مقصد کے حصول کے لئے کی جاتی ہے اور عموماً فقط ذہنی ہوتی ہے کسی عجائب گھر میں جاؤ تو دیکھوگے کہ وہاں اشیا مختلف قسموں میں منقسم کی گئی ہیں اور ہر قسم کے لئے کمرہ علیحدہ ہے لیکن اقسام مقرر کرنے سے پہلے یہ ضرور ہے کہ تقسیم کرنے والا اپنے دل میں کوئی ایسا قاعدہ مقرر کرے۔ جس کے بہ موجب وہ اون کو اقسام میں تقسیم کریگا۔ علمی تقسیم کے یہ معنے ہیں کہ اشیاء کو اپنے ذہن میں اون کے توافق اور تفاوت کے لحاظ سے جماعت وار تقسیم کریں مثلاً جو چیزیں ایک دوسرے سے بعض خواص کے

لحاظ سے بہت مشابہ ہیں اون کو مشابہت کے لحاظ سے ایک گروہ میں رکھیں اور وہ جو ایک دوسرے سے بعض ضروری خواص میں مختلف ہیں دوسری جماعتوں میں رکھی جائیں جس قدر زیادہ فرق ہے اسی قدر جماعت زیادہ علیحدہ ہے۔

علمی اور عملی مقاصد کیلئے تقسیم

جماعت بندی کرنے والوں کے اغراض جدا جدا ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک تقسیم کنندہ اپنے منشار کے مطابق اشیار کو مختلف طریقوں سے تقسیم کرتا ہے مثلاً درختوں کی تقسیم کرنی ہے تو ایک شخص اون کو علم نباتات کے لحاظ سے تقسیم کریگا دوسرا فن کاشت کے لحاظ سے اور تعمیر الکڑی عمارت میں کام آنے کی قابلیت کے لحاظ سے کسی شے کی اوس خاصیت کو جس کے لحاظ سے تقسیم کیجارہی ہے اہم سمجھنا۔ چونکہ تقسیم کرنے والے کے منشار پر منحصر ہے اس لئے علمی مقاصد کے لئے جو تقسیم کی جاتی ہے وہ عملی مقاصد کی تقسیم سے مختلف طرح کی ہوتی ہے مثلاً عملی مقاصد کے لئے ویل کو مچھلیوں میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ سمندر میں رہنے کی وجہ سے اون کا شکار اسی طرح کیا جاتا ہے جیسے مچھلیوں کا۔ لیکن علم حیوانات میں وہ حیوان مرضعہ میں داخل ہیں گویا چوپائے جانوروں کی صنف میں ہیں۔

علمی تقسیم

سائنس کا مقصد علم ہے سائنس اگرچہ عملی زندگی میں بھی مفید ہے لیکن فی حد ذاتہ سوائے علم کے دوسری کسی شے سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے مثلاً علم حیوانات کا مقصد یہ ہے کہ تھوڑے سے مطالعہ سے حیوانات کا کثیر علم حاصل ہو جائے اور اس سے کچھ مطلب نہیں ہے کہ پھر وہ علم عملاً کس کس طرح کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ جب حیوانات کی علمی جماعت بندی کی جائے تو ہم اون انواع کو ایک جنس میں رکھیں جو کسی علمی لحاظ سے بہت توافق رکھتے ہیں۔ علمی تقسیم کا اصول یہ ہے کہ اشیا میں ایسی کوئی خاصیت انتخاب

کر لیتے ہیں جس کے ساتھ دوسری خاصیتیں وابستہ ہوں مثلاً علم حیوانات میں حیوانات کی تقسیم حیوانات فقری وغیر فقری میں کی جاتی ہے کیونکہ حیوانات میں ریڑھ کی ہڈی کا ہونا نہ ہونا ایسا خاصہ طبعی ہے جو حیوانات کی صورت ساخت وظائف طبعی وغیرہ میں بہت بڑا فرق پیدا کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے حیوانات فقری کی تقسیم اون کی تشریح اجسام اور علم الاعضا کے لحاظ سے کی گئی ہے مثلاً بچے جننے کے طریقوں کے مطابق ہے نہ کہ اون کی ہوا پانی زمین میں رہنے کے لحاظ سے۔ چمگادڑ ہوا میں اڑتی ہے۔ لیکن پرندوں سے زیادہ چوپایوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ ویل سیل خنزیرالبحر (porpoise) گرم خون رکھتے ہیں ویل اگرچہ پانی میں رہتی ہے لیکن اپنے بچوں کو چوپائے جانوروں کی طرح دودھ پلاتی ہے۔ علمی جماعت بندی چونکہ صرف ایک مقصد کو مدنظر نہیں رکھتی بلکہ ہر لحاظ سے مفید ہوتی ہے اس لئے وہ زیادہ جامع ہوتی ہے۔ کتب خانوں میں کہیں فہرست کی ترتیب کتابوں کی تلاش کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس واسطے یہ ترتیب حروف تہجی بنائی جاتی ہے۔ کہیں کتابیں اپنے مضامین تاریخ سوانح عمری سفرنامے فلسفہ سائنس وغیرہ کے لحاظ سے رکھی گئی ہیں جس سے کسی کتاب کے موضوع کے متعلق زیادہ آگہی ہوتی ہے۔ غرض علمی تقسیم اون خاصیتوں کے لحاظ سے کی جاتی ہے جو واقعی اون اشیا کی فطرت میں موجود ہوں۔

اصطفاف کے فائدے

جماعت بندی یا تقسیم میں کئی فائدے ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس سے قوانین عامہ دریافت کرنے میں مدد ملتی ہے خصوصاً وہ قوانین جو بطور استقرا دریافت ہوتے ہیں۔ اس سے ہم اون اشیاء کا ایک ساتھ خیال کرتے ہیں جن میں ضروری خاصیتیں مشترک پائی جاتی ہیں دوسرے حافظہ کو بھی اس سے

مددملتی ہے کیونکہ حافظہ کا بڑا اصول یہ ہے کہ مشابہت اور تفاوت میں فرق و امتیاز کیا جائے ۔تیسرے جب تقسیم سلسلہ وار اور تدریجی فرقوں کے لحاظ سے کی جائے تو تعریف و بیان بہت سہل ہو جاتا ہے۔

چوتھے سلسلہ وار تقسیم میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جب چیزوں میں تغیر پیدا ہوتا جاتا ہے اوس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوازمات کس قدر بدل لیتے ہیں مثلاً اگر ہم یہ دیکھیں کہ نظام عصبی کی پیچیدگیوں یا دماغ کے وزن اور مقدار کے ساتھ ساتھ عقل و فراست بڑھتی جاتی ہے تو ہم ان دونوں تبدلات طبعیہ کو باہم ملا سکتے ہیں اور اس قانون پر پہونچ سکتے ہیں کہ عقل دماغ کے وزن کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے اس طرح علمی جماعت بندی میں جہاں تک ممکن ہو جماعتیں سلسلہ وار ترتیب دی جائیں تو مفید ہوتا ہے۔ عالم حیوانات میں تو نہایت سیدھی سادھی ساخت سے لے کر بہت پیچدار ساخت تک تدریجی مراتب پائے جاتے ہیں ان کے جسمانی ساخت قوا دماغی نظام عصبی۔ ایک بالکل سادے اور دوسرے کے بڑھتے بڑھتے بہت پیچدار ہو جاتے ہیں جیسا کہ آمیبا amoeba (ایک قسم کا پانی کا کیڑا) اور انسان کا حال ہے اور اس وجہ سے حیوانات کے مختلف اقسام کو ایسی سلسلہ وار ترتیب میں رکھ سکتے ہیں کہ اس سے نظام عصبی وغیرہ کی تدریجی پیچیدگیوں کا پتہ چل سکے مثلاً ہوا ام الارض Reptiles (کیڑے) ذوحیاتین (amphibia - تری اور خشکی میں رہنے والے جانور) مچھلیاں پرندے حیوانات مرضعہ (دودھ پلانے والے جانور) بن مانس انسان

ہوام الارض کا نظام عصبی نہایت سادہ اور انسان کا سب سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ باقی انواع میں تدریجی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ان مختلف اقسام کو اون کی مشابہت کے لحاظ سے نہیں بلکہ سلسلہ کے لحاظ سے رکھتے ہیں زیادہ پیچیدہ سے کم پیچیدہ کی طرف یا اوسکے برعکس

اور اس کو سلسلہ وار تقسیم کہتے ہیں۔ لیکن بعض علوم میں ایسی سلسلہ وار تقسیم محال ہوتی ہے۔ جیسے علم نباتات میں کیونکہ وہاں جنس اعلیٰ اور نوع اسفل میں بہت فرق ہے اور تدریجی ترقی کا پتہ اب تک نہیں چلا ہے۔

تقسیم میں کس طرح کی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں

جنسوں کو انواع میں تقسیم کرنے کا کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ہے جتنے خیال میں آئیں انواع مقرر کرتے چلے جاؤ لیکن اس طرح کی تقسیم میں کئی طرح کی غلطیوں کے احتمالات ہیں اول تو یہ کہ جب تک تقسیم بہت احتیاط سے نہ کی جائے یہ چھوٹی چھوٹی قسمیں بار بار شمار ہو جاتی ہیں مثلاً کتابوں کی تقسیم مطبوعہ غیر مطبوعہ جغرافیہ تاریخ ہئیت فلسفہ میں کیجائے تو ممکن ہے کہ جغرافیہ تاریخ وغیرہ علوم کی کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ انواع میں شامل ہو کر دو بار گنتی میں آجائیں۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ اس طرح انواع قائم کرنے سے یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ ایک جنس میں جس قدر انواع ہیں سب آگئی ہیں مثلاً چوپائے جانوروں کی تقسیم ہاتھی گھوڑا۔ خچر گدھا بیل بکری بھیڑ وغیرہ وغیرہ میں خواہ کسی قدر کیوں نہ کی جائے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ سارے انواع اس میں آگئے۔ جنوبی امریکہ میں لاما تبت میں یاک سرہ گائے بار برداری کے جانور ہیں جن کو یہاں کے بہت کم لوگ جانتے ہیں ان دقتوں کو رفع کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ہر جنس کو صرف دو نوع میں تقسیم کیا جائے ایک نوع میں تو ایک خاص صفت ہو اور دوسری میں نہ ہو یہ طریقہ منطق کا ایجاد ہے لیکن عملاً زیادہ مفید نہیں ہے۔

اقوام

ایشیائی — غیر ایشیائی

ہندوستانی — غیر ہندوستانی

پنجابی — غیر پنجابی

لاہوری — غیر لاہوری

تنصیف یا تشفیع

اس طریقہ کو تنصیف یا تقسیم تشفیع Diehutomy کہتے ہیں لیکن اس کے علاوہ تقسیم کے اور قسمیں بھی ہیں جیسے

تجزیۂ مابعد الطبیعۃ

(۱) تجزیہ مابعد الطبیعۃ کسی شے کو اس کی اوصاف و خواص میں تقسیم کرنا پانی کی تقسیم سیالی رنگ وزن حرارت و برودت۔

تحلیل طبعی

(۲) تحلیل طبعی کسی شے کا اوس کی اجزاے ترکیبی میں تقسیم کرنا۔ مثلاً پانی کی تقسیم اکسیجن ہائڈروجن۔

منطقی تقسیم کے قاعدے

یہ تقسیمیں منطقی تقسیمیں نہیں ہیں منطقی تقسیم میں حسب ذیل قواعد کا لحاظ رکھنا چاہیے

(۱) تقسیم جہاں تک ممکن ہو کامل ہو یعنے اس سے زیادہ انواع نہ مل سکیں مثلث کی تقسیم قائم الزاویہ اور متساوی الاضلاع ہیں۔ انسان کی تقسیم دولت مند اور غریب میں کامل تقسیم نہیں ہے۔

(۲) اجزاے منقسمہ ایک دوسرے سے بالکل مغائر ہوں۔ مثلاً مثلث کی تقسیم۔ متساوی الاضلاع متساوی الساقین قائم الزاویہ وغیرہ انسان کی تقسیم حبشی افریقی امریکائی جاپانی ایشیائی یوروپین۔ اس قاعدے کے لحاظ سے درست نہیں کیونکہ متساوی الاضلاع میں متساوی الساقین داخل ہے ایشیائی میں جاپانی اور افریقی میں حبشی شامل ہیں

(۳) ہر ایک تقسیم ایک ہی اصول کے مطابق ہونی چاہیے۔ مثلاً مثلثوں کو یا تو اون کے اضلاع کے لحاظ سے تقسیم کریں یا زاویوں کے لحاظ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ مثلثوں کو اس طرح تقسیم کریں۔ متساوی الاضلاع قائم الزاویہ۔

(۴) اگر تقسیم میں ایک سے زیادہ مراتب ہوں تو وہ بتدریج بڑھنی چاہیے جنس عالی سے نوع سافل تک مثلاً مذہب کی تقسیم اس طرح کی جائے۔

مذہب

اسلام — عیسائی — یہودی — پارسی

اسلام: شیعہ — سنی

سنی: مقلد — غیر مقلد

مذہب کی تقسیم اس طرح سنی غیر مقلد پروٹسٹنٹ اس قاعدے کے خلاف ہے۔

مادہ یا ہیولے

عرض — جوہر (اجسام)

غیر ذی حیات (اجسام غیر آلیہ) — ذی حیات (اجسام آلیہ)

غیر ذی حس (نباتات) — ذی حس (حیوانات)

حیوان لا عقل — حیوان عاقل (انسان)

دیگر افراد انسان — سقراط — افلاطون

انسان حیوان کی نوع ہے۔ حیوان اجسام ذی روح کی نوع ہے۔ اجسام ذی روح اجسام کی نوع ہیں اس کے آگے راستہ بند ہے کیونکہ اجسام جنس عالی summum genus ہیں اب انسان کے انواع لیتے لیتے ایسی نوع پر پہنچو جس کی اور انواع نہ ہوں بلکہ صرف افراد ہوں یہ **نوع سافل** infima species کہلاتی ہے لیکن نوع سافل اور جنس عالی کا مقرر کرنا بھی ایک حد تک ہماری مرضی پر ہے جس حد تک چاہیں چلے جائیں۔

(۱) تقسیم اور اصطفاف میں کیا فرق ہے۔

(۲) جماعت بندی یا تقسیم میں کیا فائدے ہیں۔

(۳) طریقہ تصنیف یا تقسیم تشقیق کیا ہے۔

(۴) منطقی تقسیم میں کن قواعد کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔

قضیہ Proposition

قضیہ — قضیہ کسی تصدیق کا الفاظ میں اظہار کرنا ہے قضیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی امر کا یا تو اقرار کرتا ہے یا انکار یعنے وہ ایسا بیان ہے کہ اوس کی تصدیق یا تکذیب

کر سکتے ہیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ قضیہ کے تین حصہ ہوتے ہیں۔

(۱) وہ چیز جس کا ایجاب یا سلب کیا جائے محمول یا محکوم بہ۔ Predicate

(۲) جس چیز کی بابتہ ایجاب یا سلب کیا جائے۔ موضوع یا محکوم الیہ Subject

(۳) وہ چیز جو ایجاب یا سلب کی علامت کے قائم مقام ہے اور موضوع و محمول کا باہمی تعلق ظاہر کرتی ہے۔ رابطہ یا نسبت حکمیہ Copula مثلاً سورج روشن جسم ہے سورج موضوع یا محکوم الیہ۔ روشن جسم محمول یا محکوم بہ۔ ہے حرف رابط یا نسبت حکمیہ۔ نسبت حکمیہ گویا ایک کڑی ہے کہ موضوع کو محمول سے ملاتی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ آیا محمول موضوع کی نسبت کوئی اقرار کرتا ہے یا انکار۔

نسبت حکمیہ

نسبت حکمیہ Copula کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ

(۱) وقت کا کوئی خیال پیدا نہیں کرتی۔ مثلاً اگر یہ کہنا ہو کہ اکبر اچھا بادشاہ تھا تو منطقی قضیہ میں اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اکبر ایسا شخص ہے جو اچھا بادشاہ تھا۔

(۲) امکان یا شرط وغیرہ کا خیال نہیں پیدا کرتی۔ ممکن۔ ضرور۔ بشرطیکہ وغیرہ الفاظ موضوع یا محمول سے تعلق رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آم میٹھے ہوں۔ اس کو منطقی طور پر یوں کہیں گے۔ آموں کا میٹھا ہونا ممکن ہے۔ ضرور ہے کہ کالج کھولا جائے

کالج کا کھولا جانا ضرور ہے۔

(۳) حرف ربط کسی شے کے وجود یا عدم وجود سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ وجود کا خیال قضیہ کے موضوع یا محمول کے ساتھ وابستہ رہتا ہے "احمد خوشحال ہے" "احمد خوشحال نہیں ہے" ان فقروں کے یہ معنی ہوں گے کہ احمد ایسا شخص ہے جو خوشحال ہے یا احمد ایسا شخص ہے جو خوشحال نہیں ہے۔

قضیہ کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس کو گرامر کے جملہ ہائے انشائیہ

سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ جملہ ہائے جزیہ سے بحث ہوتی ہے ان جملوں پر بھی منطقی نظر سے غور کرنے سے قبل یہ ضرور ہے کہ اون کی نحوی ترکیب کو منطقی ترکیب سے بدل لیا جائے۔

سورج چمکتا ہے سورج ایسا جسم ہے جو چمکتا ہے

پہاڑ کی چوٹیوں پر برف جمی ہوی رہتی ہے۔ برف ایسی چیز ہے جو پہاڑ کی چوٹیوں پر جمی رہتی ہے۔

امریکہ میں سب سے بڑا شہر نیو یورک ہے۔ نیو یورک ایسا شہر ہے جو امریکہ میں سب سے بڑا ہے۔

نحوی فقروں کو منطقی قضایا میں تحویل کرتے وقت اگر زمانہ استقبال یا ماضی کا ذکر کرنا ہو تو قضیہ بنانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔

جہاز کل روانہ ہوگا۔ جہاز ایسی کشتی ہے جو کل روانہ ہوگا۔

ہم نے دو گھنٹہ آپ کا انتظار کیا۔ ہم ایسے شخص ہیں جنھوں نے کل آپ کا دو گھنٹہ انتظار کیا۔

قضیہ کی تقسیم مختلف لحاظوں سے

قضیوں کی تقسیم مختلف لحاظوں سے حسب ذیل ہے:۔

کمیت Quantity	کلیہ	جزئیہ	شخصیہ	مہملہ
وصف یا کیفیت۔ Quality	موجبہ	سالبہ		
نسبت۔ Relation	حملیہ	شرطیہ متصلہ	شرطیہ منفصلہ	
جہت۔ modality	ضروریہ	مطلقہ	احتمالیہ یا امکانیہ	
معنی Import	تحلیلی یا ملفوظی	معقولی یا ترکیبی		

قضایا کلیہ و جزئیہ

قضیوں کی تقسیم کمیت یا مقدار کے لحاظ سے قضیہ کلیہ universal proposition اور قضیہ جزئیہ Particular Pro[position] ہے اگر تمام موضوع کے متعلق کوی امر تسلیم

یا انکار کیا جاے تو قضیہ کلیہ universal Pro ہے اور اگر موضوع کے کسی جزو کے متعلق کوئی انکار یا اقرار کیا جاے تو قضیہ جزئیہ Particular Pro ہے۔

تمام جاپانی زرد رنگ ہوتے ہیں	(قضیہ کلیہ)
بعض ہندوستانی سیہ فام ہوتے ہیں	(قضیہ جزئیہ)

قضیہ کی مقدار اس کے موضوع کی دلالت افرادی سے معلوم ہوتی ہے جب قضیہ سے یہ ظاہر ہو کہ کوئی حکم موضوع کے تمام افراد کے متعلق لگایا گیا ہے تو قضیہ کی مقدار کلیہ کہلاتی ہے اور جب یہ معلوم ہو کہ کوئی حکم موضوع کے ایک حصہ کے متعلق لگایا گیا ہے تو قضیہ جزئیہ ہے۔

اگر قضیہ کلیہ میں موضوع سے پہلے الفاظ سب تمام کل وغیرہ اور جزئیہ میں بعض کچھ وغیرہ ہوتے ہیں یہ علامت مقدار sign of quantity کہلاتے ہیں۔
جب کسی موضوع کے ساتھ مقدار بھی ہو تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایا اون تمام افراد پر (جن پر اس لفظ کا جو اس قضیہ میں موضوع ہے) محمول کا اطلاق ہو سکتا ہے یا اون میں سے بعض پر مثلاً تمام لیموں ترش ہوتے ہیں (قضیہ کلیہ) بعض آم ترش ہوتے ہیں۔ (قضیہ جزئیہ) ان قضیوں میں لیموں کے ہر فرد اور آم کے بعض افراد کے متعلق ترش ہونا بیان کیا گیا ہے۔

جب کسی قضیہ کا موضوع یا تعین ایک فرد یا مجموعہ افراد کو تعبیر کرے تو ایسے قضیہ کو قضایا کلیہ میں جگہ دینی چاہئے اور اگر ایک فرد یا مجموعہ اطراف کی طرف اشارہ نہ کرے تو قضیہ جزئیہ سمجھنا چاہئے۔

ایک آدمی وہاں تھا	(قضیہ جزئیہ)
یہ آدمی وہاں تھا	(قضیہ کلیہ)
پارہ مائع دھات ہے	(قضیہ کلیہ)

ایک دھات مائع ہے (قضیہ جزئیہ)

وہ دھاتیں جنہیں زنگ نہیں لگتا شریف ہیں (قضیہ کلیہ)

قضایا کی کلیت یا جزئیت کے جانچنے کے لئے حروف مقدار کے معنی پر غور کرنا چاہئے نہ کہ الفاظ پر۔

سب دھاتیں سفید نہیں ہوتیں قضیہ جزئیہ ہے اگرچہ موضوع کے ساتھ لفظ سب آیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دھاتیں ایسی ہیں جو سفید نہیں ہوتیں۔ اسی طرح تمام انسان ریاضی داں نہیں ہوتے قضیۂ جزئیہ ہے۔

تمام دھاتیں عنصر ہیں۔ قضیہ کلیہ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ عنصر ہونے کی صفت اون دوسرے اوصاف میں اضافہ ہوگئی ہے جو لفظ دھات سے ظاہر ہوتے ہیں یہ تشریح زیادہ بہتر اور واضح ہے بہ نسبت اس تشریح کے جو منطق کی کتابوں میں لکھی جاتی ہے کہ دھات کی جماعت عناصر کی جماعت میں داخل ہے۔

قضیہ شخصیہ Singular proposition ایسا قضیہ ہے جس کا موضوع کوئی اسم معرفہ ہو۔ سعدی مصنف گلستاں ہے۔ مجلس وزراء طاقتور نہیں ہے۔ ان قضیوں میں بھی چونکہ تمام موضوع کے لئے ایک امر تسلیم کیا گیا ہے یہ بھی قضیہ کلیہ ہے۔

سقراط عقلمند تھا　　موجودہ وائسرائے ہندوستان منصف مزاج شخص ہے

قضیہ کلیہ ہیں جن قضیوں میں ایسے اسماء نکرہ ہوں جو اپنے تمام افراد پر دلالت کرتے ہیں تو وہ بھی قضایا کلیہ ہوتے ہیں۔

تمام مثلث جو نصف دائرے میں بنائے جائیں۔ قائم الزاویہ ہونگے (قضیہ کلیہ)

مقیاس الہوا خلا میں کام نہیں دیتا۔ (قضیہ کلیہ)

قضایا مہملہ Indefinite propositions ایسے قضایا ہیں جن سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آیا موضوع اپنے کلی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے یا جزئی۔

لوگوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔
کپڑوں میں دیمک لگ گئی ہے
گھوڑوں میں بیماری پھیل رہی ہے۔
ایسے قضایار سے علم منطق بحث نہیں کرسکتا منطقی بحث کے لئے لازم ہے کہ قضایا کا منشا صاف اور واضح ہو مگر یہ یاد رہے کہ صرف حروف مقدار نہ ہونے سے کوئی قضیہ مہملہ نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے معنے ایسے مبہم ہونے چاہیئں جن سے پتہ نہ چل سکے کہ موضوع کلی معنوں میں لیا گیا ہے یا جزئی اور جب تک یہ طے نہ ہو جائے علم منطق استدلال کرنے سے انکار کرتا ہے۔

قضایا موجبہ و سالبہ

کیفیت یا وصف ۔Quantity کے لحاظ سے قضایا کی تقسیم موجبہ اور سالبہ ہے ۔جب موضوع کے نسبت کوئی بیان مثبت کیا جائے تو وہ **قضیہ موجبہ** Affirmative Proposition کہلاتا ہے اگر کوئی بیان منفی ہو تو **قضیہ سالبہ** negative prop. ہے قضیہ سالبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موضوع محمول میں داخل نہیں ہے موضوع اور محمول دونو جدا جدا ہیں۔ اور موضوع کے قسم کی کوئی شے محمول میں نہیں پائی جاتی۔

بعض آدمی سفید رنگ ہوتے ہیں (قضیہ موجبہ)
بعض آدمی سفید رنگ نہیں ہوتے۔ (قضیہ سالبہ)

اگر کسی قضیہ کے دونو اطراف مثبت ہوں تو وہ **محصلہ** کہلاتا ہے۔ ہر ذی علم ممدوح ہے ورنہ معدولہ بے علم بے قدر ہے۔

قضیہ معدولہ بجائے خود تین قسم کا ہوتا ہے **معدولۃ الموضوع** ہر بے علم احمق ہے **معدولۃ المحمول** احمق نالایق ہے۔

معدولۃ الطرفین جتنے بے حس ہیں بے جان ہیں۔
مقدار اور وصف کے لحاظ سے چار طرح کے قضیہ اور پیدا ہوتے ہیں۔

قضیہ کلیہ موجبہ universal affirmation تمام مثلث تین ضلعوں کے ہوتے ہیں
قضیہ کلیہ سالبہ universal negative کوئی مثلث ذوار بعۃ الاضلاع نہیں ہوتا
قضیہ جزئیہ موجبہ Parpicular affirmation بعض مثلث قائم الزاویہ ہوتے ہیں
قضیہ جزئیہ سالبہ Parpicular negative بعض مثلث قائم الزاویہ نہیں ہوتے

قضایا

موجبہ ———— سالبہ

کلیہ ———— جزئیہ ———— کلیہ ———— جزئیہ

A — I — E — O

جن قضیوں کے موضوع کے ساتھ الفاظ ہر ہر ایک۔ کوئی جو کوئی کل سب سارے تمام وغیرہ آتے ہیں وہ قضیہ کلیہ موجبہ universal affirmative کہلاتے ہیں اسی طرح جن کے محمول کے ساتھ ایک بھی نہیں۔ کوئی نہیں۔ کوئی بھی نہیں۔ کچھ نہیں کچھ بھی نہیں کبھی نہیں وغیرہ الفاظ ہونگی وہ universal negative (کلیہ سالبہ ہونگے)

موجبہ جزئیہ کے ساتھ الفاظ بعض کچھ کوئی وغیرہ آتے ہیں سالبہ جزئیہ کے ساتھ بعض نہیں۔ کل نہیں۔ سب نہیں۔ سارے نہیں۔ تمام نہیں ہر ایک نہیں وغیرہ

قضیہ کی تیسری تقسیم بہ لحاظ نسبت۔ Relation کے ہے وہ حملیہ شرطیہ متصلہ اور شرطیہ منفصلہ میں ہے۔

قضایا حملیہ و شرطیہ

قضیہ حملیہ categorical وہ قضیہ ہے جس کے موضوع کے متعلق بلا کسی شرط کے کوئی امر تسلیم کیا گیا ہو۔ یا انکار کیا گیا ہو جیسے تمام انسان فانی ہیں۔ تمام دھاتیں عناصر ہیں۔ تمام آدمی عقلمند نہیں ہوتے۔

قضیہ حملیہ کا موضوع اگر شخص ہے تو شخصیہ اور مخصوصہ ہے: زید انسان ہے۔

اگر موضوع کلی ہے تو اوس میں یا تو یہ صراحت ہوگی کہ کس قدر افراد پر محمول کے ساتھ متصف ہونے کا حکم لگایا گیا یا یہ صراحت نہ ہوگی۔ اگر صراحت ہے تو **قضیہ محصورہ** یا **مسورہ** کہلاتا ہے اگر صراحت نہیں تو **مہملہ** قضیہ محصورہ کی دو حالتیں ہوتی ہیں یا تو حکم تمام افراد پر ہوتا ہے یا بعض افراد پر اگر تمام افراد پر حکم ہے تو **موجبہ کلیہ** یا **سالبہ کلیہ** ہے (جیسی صورت ہو) سب انسان جاندار ہیں۔ سب انسان عالم نہیں ہیں اگر حکم بعض افراد پر ہے تو **جزئیہ موجبہ** (بعض جاندار انسان ہیں یا **جزئیہ سالبہ** (بعض جاندار انسان نہیں ہیں) ہے جیسی صورت ہو۔

مہملہ بھی حکم جزئیہ کا رکھتا ہے   آدمی شعر کہتے ہیں

جس قضیہ میں موضوع کے متعلق کوئی امر کسی شرط کے ساتھ تسلیم کرتے یا انکار کرتے ہیں اوس کو **قضیہ شرطیہ متصلہ** Hypothetical کہتے ہیں ایسے قضیوں میں دوسرے فقرے کا صدق پہلے کے صدق پر منحصر ہوتا ہے۔

دہاتیں اگر گرمی پہنچائی جائے تو پھیل جاتی ہیں   (موجبہ شرطیہ)

بارود اگر سیلی ہوی ہو تو نہ اڑے گی۔   (سالبہ شرطیہ)

قضیہ شرطیہ کے پہلے جزو کو **مقدم** یا **شرط** Antecedent اور دوسرے کو **تالی** یا **جزا** Consequent کہتے ہیں۔

بارود اگر سیلی ہوی ہو   (مقدم)   تو نہ اڑے گی   (تالی)

یہ ممکن نہیں کہ بارود سیلی ہوی بھی ہو اور اڑ بھی جائے۔ قضایا شرطیہ میں ایک نسبت دوسری نسبت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور اس وابستگی کے کئی سبب ہوتے ہیں جیسے مقدم۔ تالی کی علت ہو یا تالی مقدم کی علت ہو یا دونوں معلول ہوں گر اون کی علت ایک ہی ہو۔

اگر آفتاب نکل آیا ہے تو دن ہے   آفتاب دن نکلنے کی علت ہے۔

اگر دن نکل آیا ہے تو روشنی ہے   دن نکلنا روشنی کی علت نہیں - بلکہ
دن نکلنے اور روشنی دونوں کی علت آفتاب نکلنا ہے۔

اسی طرح قرابتیں اور کلیت وجزئیت اور وقت ومکان کی نسبتیں وغیرہ۔

اگر زید خالد سے بڑا ہے تو ضرور خالد زید سے چھوٹا ہے ۔ قضیہ متصلہ کے مقدم
وتالی میں جب کوئی علاقہ باعث اتصال ہو تو **قضیہ متصلہ لزومیہ** کہلاتا ہے ورنہ **اتفاقیہ**
یعنی ایسے قضیہ جن کے مقدم وتالی میں کوئی علاقہ باعث اتصال نہیں ہوتا جس وقت
مجلس شوریٰ منعقد ہوتی ہے تو مور چنگھاڑنے لگتے ہیں - منطق میں قضایاء اتفاقیہ قابل
لحاظ نہیں ہیں -

جس قضیہ میں کوئی امر اس طرح تسلیم یا انکار کیا جائے کہ اگر ایک ہوگا تو دوسرا
نہ ہوگا اس کو **قضیہ شرطیہ منفصلہ** Disjunctive Pro کہتے ہیں -

زید یا تو خوشنویس ہے یا نقشہ نویس

عمرو یا تو جاہل ہے یا شریر النفس   زاوئے یا منفرجہ ہوتے ہیں - یا
حادہ یا قائمہ ایسے قضیوں میں کئی محمول ہوا کرتے ہیں چاہے جس کو تسلیم کرلو -

ایسے قضیہ اگرچہ بہ ظاہر شرطیہ نہیں معلوم ہوتے لیکن دراصل ہیں یہ بھی شرطیہ
زاویہ اگر منفرجہ نہیں ہیں تو حادہ ہیں - عمرو اگر جاہل نہیں ہے تو شریر النفس ہے -

قضایاء شرطیہ منفصلہ Disjunctive Pro میں دو نسبتوں کا انفصال پایا جاتا ہے
یہ ممکن نہیں کہ کوئی زاویہ منفرجہ بھی ہو اور حادہ بھی ہو - انفصال بھی کئی طرح کا ہوتا ہے
ایک تو **انفصال حقیقی** جیسے رات ودن تاریکی وروشنی علم وجہل میں ہے زید یا عالم
ہے یا جاہل کہ ایک وقت میں انکا اجتماع اور ارتفاع دونوں ناممکن ہیں دوسرے انفصال
مانعۃ الجمع ہے کہ دو چیزوں کا اجتماع ناممکن ہو لیکن ارتفاع جائز ہو - یہ چیز نہ ٹھوس ہے
نہ سیال دونوں کا اجتماع ناممکن ہے ٹھوس وسیال دونوں نہیں ہوسکتے مگر یہ ممکن ہے کہ

نہ ٹھوس ہو نہ سیال تیسری صورت مانعۃ الخلو ہے یعنے دو چیزوں کا اجتماع ممکن ہو
لیکن ارتفاع محال ہو۔ دریا میں ہونا اور نہ ڈوبنا۔ ممکن ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ
دریا میں نہ ہو اور پھر بھی ڈوب جائے۔

قضایا منفصلہ میں دونوں نسبتوں کے انفصال کا کچھ نہ کچھ سبب ہوتا ہے۔ جیسے
دونو کا باہم نقیض ہونا یا اون میں منافرت تامہ پایا جانا۔ یا دونو نسبتوں کا اجتماع
عقل کی نزدیک مستبعد ہونا جیسا کہ مذکورۂ بالا تینوں صورتوں میں بیان ہوا۔ غرض
جب انفصال کسی وجہ سے ہو تو منفصلہ کو عنادیہ کہتے ہیں ورنہ اتفاقیہ جیسے کوئی
حبشی جاہل ہو۔ اتفاقیہ صورت منطق میں مستند نہیں۔

جملہ شرطیہ بھی مخصوصہ اور محصورہ یا مہملہ ہوتا ہے لیکن قضیہ شرطیہ میں مدار تقسیم
اوضاع وحالات پر ہے اگر شرطیہ میں اس طرح کا حکم ہے کہ دو نسبتوں کا اتصال یا
انفصال کسی خاص صورت اور حالت میں ہے تو شرطیہ شخصیہ اور مخصوصہ ہے مثلاً
اگر زید آج آئے تو میں اس کو انعام دوں گا اس مثال میں انعام دینا تو زید کے آنے پر
منحصر ہے لیکن عام نہیں بلکہ آج آنے پر۔

شرطیہ محصورہ جزئیہ یہ ہے کہ بعض حالتوں میں دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال
ہو جیسے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ایک چیز جاندار ہو تو آدمی بھی ہو۔

شرطیہ محصورہ کلیہ یہ ہے کہ کل حالتوں میں دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال
ہو۔ جب کبھی زمین چاند اور سورج کے بیچ میں آجائے گی تو ضرور چاند گہنایا ہوا
دکھائی دے گا۔

شرطیہ مہملہ یہ ہے کہ قضیہ میں اوضاع و حالات کا بیان نہ ہو پروا ہوا چلتی ہے
تو مینہ برستا ہے یہ صراحت نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے یا کبھی کبھی۔

قضایا موجہہ
مطلقہ احتمالیہ

قضایا کی تیسری تقسیم بلحاظ جہت moaality کے ہے۔

جہت سے مراد یہ ہے کسی قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق یعنے کسی قضیہ میں کسی موضوع کے متعلق ثبوت محمول (اگر قضیہ موجبہ ہے) اور سلب محمول (اگر قضیہ سالبہ ہے) کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ کس قسم کی ہے ثبوت محمول اور سلب محمول کی کیفیت مختلف طرح کی ہوتی ہے اور امتیاز کے واسطے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام مقرر کرلئے ہیں۔

ضرورت ذاتی موضوع اور محمول کا تعلق ہر وقت اور ہر حال میں ایسا قوی ہے کہ کبھی منفک نہیں ہوتا ایسے قضیوں میں الفاظ ضرور بے شک خواہ مخواہ البتہ وغیرہ آتے ہیں اور ان قضیوں کو **ضروریہ مطلقہ** کہتے ہیں تمام حیوانات ضرور سانس لیتے ہیں کل جزو سے بے شک بڑا ہوتا ہے۔

ضرورت وصفی ذات موضوع میں کوئی ایسا وصف ہوتا ہے یا ذات موضوع کی کوئی ایسی حالت ہوتی ہے جو ثبوت محمول یا سلب محمول کو ضرورتاً مقتضی ہوا کرتی ہے یہ ضرورت اوسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ وہ وصف یا حالت قائم ہے ایسے قضیہ کو **مشروطہ عامہ** کہتے ہیں جب انسان سوتا ہے اوس کے حواس ضرور معطل ہوتے ہیں

ضرورت وقتی ذات موضوع کو ثبوت محمول یا سلب محمول کا اقتضا ہوتا تو ہے لیکن ہر وقت نہیں ایسے قضیہ کو **وقتیہ مطلقہ** کہتے ہیں۔ زمین کا جو حصہ آفتاب کے مقابل ہوتا ہے روشن ہوتا ہے۔

ضرورت غیر معینہ موضوع و محمول میں ایسا التزام پایا جاتا ہے کہ موضوع کو محمول ہونے کی صفت سے کبھی خالی نہیں پایا جاتا ایسے قضئے **منتشرہ مطلقہ** کہلاتے ہیں آگ سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔

دوام ذاتی موضوع ہمیشہ صفت محمول سے متصف پایا جاتا ہے ایسے قضیوں

کا نام دائمہ مطلقہ ہے سیارے ہمیشہ گردش کرتے ہیں۔ دوام کے الفاظ ہمیشہ سدا وغیرہ ہیں
دوام وصفی ذات موضوع میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے کہ جب تک وہ وصف باقی رہتا ہے صفت محمول بھی اوس کو عارض رہتی ہے ایسے قضئے **عرفیہ عامہ** کہلاتے ہیں متکبر ذلیل ہوتے ہیں۔

امکان ذات موضوع میں بالفعل ایک وصف خاص موجود نہیں ہے لیکن اس میں اتنی استعداد اور قابلیت ہے کہ کبھی وہ اس وصف سے متصف ہوسکے۔ ممکن ہے کہ زید بی اے پاس کرلے۔ ممکن ہے کہ قوت برقی سے ریل چلنے لگے۔ امکان کے لئے الفاظ ممکن ہے وغیرہ ہیں قضیہ کا نام **ممکنہ عامہ** ہے۔

فعلیت ذات موضوع سے اگرچہ اس وقت کوئی فعل صادر نہیں ہورہا ہے لیکن اس میں اس فعل کے کرنے کی قوت موجود ہے۔ ایک انجن کی نسبت جو اسٹیشن پر کھڑا ہے یہ کہنا کہ یہ ساٹھ میل فی گھنٹہ دوڑتا ہے۔ ایسے قضئے **مطلقہ عامہ** کہلاتے ہیں اردو میں فعلیت کے اظہار کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔

جہت کے لحاظ سے قضایا کی کامل تقسیم تو یہی ہے جو اوپر بیان ہوی لیکن اختصار کے طور پر صرف تین اقسام ضروریہ۔ مطلقہ۔ احتمالیہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

ضروریہ necessary قضیہ کی موضوع اور محمول کی باہمی نسبت اون کی حقیقت اور بناوٹ پر مبنی ہو یعنے ایسی نسبت جو کلیتہً اور ضرور صحیح ہو تو کہا جاتا ہے کہ قضیہ کی جہت ضروری ہے۔

ضرور ہے کہ مثلث کے دو ضلعے مل کر تیسرے سے بڑے ہوں۔ ہمیشہ آدمی کے بدن میں خون دورہ کیا کرتا ہے۔

مطلقہ Assertory قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق ایسا ہو جو تجربہ سے ثابت ہوا ہو اور جہاں تک انسان کا تجربہ ہے صحیح ہو تمام اجسام مادی کشش کرتے ہیں

احتمالیہ قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق متحقق نہ ہو بعض حالتوں میں صحیح ہو اور بعض صورتوں میں صحیح نہ ہو۔

ممکن ہے کہ کل بارش ہو — غالباً احمد نیک آدمی ہے۔

دراصل قضایا، احتمالیہ منطق کی حد سے خارج ہیں۔

تحلیلی قضایا یا لفظی

قضیوں کی تقسیم (Import) معنی کے لحاظ سے محمول اور موضوع کے تضمنات کے باہمی نسبت پر مبنی ہے اگر محمول سے موضوع کی کلی یا جزو معنی کی توضیح یا اوس کا بیان ہوتا ہو اور اون لوگوں کو جو اوس کی معنی پہلے ہی سے جانتے ہوں کوئی نئی بات قضیہ سے نہیں معلوم ہوتی ہو تو قضیہ **تحلیلی یا لفظی** Analytical or verbal کہلاتا ہے ایسے قضئے میں جو وصف محمول سے ظاہر ہوتا ہے وہ محمول کے اوصاف کا ایک جزو ہوتا ہے جیسے انسان ناطق ہے۔ نطق ایک جزو ہے انسان کے اوصاف کا۔

دوسری صورت میں قضیہ سے ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے اور جو وصف محمول سے معلوم ہوتا ہے۔ موضوع کے اوصاف پر کچھ زیادتی کرتا ہے۔

معقولی قضایا یا ترکیبی

انسان فانی ہے۔ فنا انسان کا وصف نہیں ہے۔

ایسے قضیہ کو **معقولی** Real یا **ترکیبی** Synthetical کہتے ہیں۔

بعض قضیوں میں دو یا دو سے زیادہ سادے قضئے شامل ہوتے ہیں اون کو **قضایا مرکب** کہتے ہیں اون میں بعض قضیہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اون کا مرکب ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اون میں الفاظ "اور" لیکن" "نہ یہ نہ وہ" "اگرچہ" "باوجودیکہ" ہوتے ہیں سونا کمیاب اور گراں ہے زید نہ دیانت دار ہے نہ دولت مند عمر اگرچہ عقلمند ہے لیکن پرہیزگار نہیں ہے۔ ایسے قضیوں کو اون کے سادے قضیوں میں تحلیل کرکے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ غور کرتے ہیں۔

سونا کمیاب دھات ہے۔

سونا گراں دھات ہے۔

زید دیانت دار نہیں ہے — زید یا عقلمند نہیں ہے۔

عمر و عقلمند شخص ہے — عمر پرہیزگار شخص نہیں ہے۔

بعض قضیہ ایسے ہوتے ہیں کہ یہ ظاہر سادے معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر اون کے مضمون کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل وہ مرکب ہیں ان قضیوں میں الفاظ ذیل ہوتے ہیں۔ صرف۔ بجز کوئی نہیں وغیرہ

صرف لکھنو کے خربوزے میٹھے ہوتے ہیں۔

اس قضیہ میں لکھنو کے خربوزوں اور اون خربوزوں کے متعلق جو لکھنو کے نہیں ہیں ایک امر بیان کیا گیا ہے اور اوس کے اس طرح دو قضیہ بن سکتے ہیں۔

(۱) لکھنو کے خربوزے میٹھے ہوتے ہیں۔

(۲) جو خربوزے لکھنو کے نہ ہوں وہ میٹھے نہیں ہوتے۔

سوائے مجرم کے مجسٹریٹ سے کوئی نہیں ڈرتا۔ یہ ان دو قضیوں کے برابر ہے

مجرم مجسٹریٹ سے ڈرتے ہیں۔

جو شخص مجرم نہ ہو مجسٹریٹ سے نہیں ڈرتا۔

موضوع و محمول کے معنی بہ لحاظ دلالت افرادی و دلالت وصفی

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہر اسم اپنے معنے پر دو طرح دلالت کرتا ہے ایک تو **دلالت افرادی** Denotation دوسرے **دلالت وصفی** Connotation اب دیکھنا یہ ہے کہ قضیہ کے موضوع اور محمول ان دونو میں کن معنوں میں لئے جاتے ہیں چونکہ ہر ایک طرف کے دو طرح کے معنے ہوتے ہیں اس لئے چار طریقے معنوں کے نکل سکتے ہیں۔

(۱) موضوع کی دلالت افرادی ہو اور محمول کی وصفی مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ "تمام انسان فانی ہیں" تو ہمارا یہ مقصد ہے کہ وہ تمام افراد جن پر لفظ انسان کا اطلاق ہوتا ہے

وہ صفت رکھتے ہیں جو لفظ فانی سے ظاہر ہوتی ہے۔
(۲) دونوں اطراف (موضوع و محمول) کی دلالت افرادی ہو۔ اس لحاظ سے اس قضیہ تمام انسان فانی ہیں کے یہ معنے ہوں گے کہ تمام افراد جو انسان کہلاتے ہیں اون تمام افراد میں داخل ہیں جو فانی ہیں۔
(۳) دونوں افراد کی دلالت وصفی ہو اس لحاظ سے اس قضیہ "تمام انسان فانی ہیں کے یہ معنی ہیں کہ وہ تمام خواص جو انسان میں پائے جاتے ہیں اون خواص میں سے ہیں جو فانیوں کے خواص ہیں۔
(۴) موضوع کی دلالت وصفی ہو اور محمول کی دلالت افرادی اس لحاظ سے "تمام انسان فانی ہیں" کے یہ معنی ہیں کہ لفظ انسان سے جو خواص ظاہر ہوتے ہیں وہ ایک ایسی شئے کا وجود ظاہر کرتی ہیں جو اوس جماعت میں داخل ہے جو فانی کہلاتی ہے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو ہمارا یہ دعوے نہیں ہوتا کہ تمام افراد انسان کا جو اب تک پیدا ہوئے یا آئندہ پیدا ہوں گے ہم نے امتحان کرلیا ہے بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ ہم نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ خواص انسانیت اور خواص فنا میں ناگزیر علاقہ ہے۔ ہر چمکدار شئے سونا نہیں ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ جو خواص لفظ چمکدار سے ظاہر ہوتے ہیں وہ ضرور نہیں ہے کہ ہمیشہ اس شئے کو ہی بتائیں جو سونا کہلاتی ہے۔

(۱) قضیہ کی تعریف کیا ہے اور اوس کے کے حصے ہوتے ہیں اون کے نام بتاؤ۔
(۲) نسبت حکمیہ کیا چیز ہے۔ اور کیا ظاہر کرتی ہے اور کیا ظاہر نہیں کرتی۔
(۳) قضیوں کی تقسیم مختلف لحاظوں سے کیا ہے۔
(۴) حدود مندرجہ ذیل کے منطقی خواص بیان کرو۔
کتب خانہ۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

عالی جناب۔ جناب وقار الامراء۔ وزارت آب

(۵) حدود ذیل کا نقیض اور ایک ایک مثال بیان کرو۔ سفید مائع خوبصورت

قضایا ذیل میں سے ہر ایک کو منطقی صورت میں تحویل کرو۔

دو خط مستقیم سطح کو نہیں گھیر سکتے۔

مائعات کی اپنی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

جہاں میں مطلق آرام پایا نہیں جاتا۔

قضایا میں علامت مقدار سے کیا مراد ہے اور جب کسی موضوع کے ساتھ مقدار بھی ہو تو اوس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔

اگر کسی قضیہ کا موضوع یا تعین ایک فرد یا مجموعہ افراد کو تعبیر کرے تو ایسے قضیہ کو قضایا کلیہ میں جگہ دینی چاہئے یا جزئیہ میں۔

قضیہ شخصیہ کو مثال دیکر سمجھاؤ۔

کیفیت یا وصف کے لحاظ سے قضایا کی تقسیم کیا ہے۔

بہ لحاظ نسبت قضیہ کی تقسیم کیا ہے

قضیہ شرطیہ متصلہ کسے کہتے ہیں۔ اوس کی پہلے جزو کو کیا کہتے ہیں اور دوسرے کو کیا

قضیہ شرطیہ منفصلہ کسے کہتے ہیں۔

انفصال حقیقی۔ انفصال مانعۃ الجمع۔ انفصال مانعۃ الخلو کی تعریف بیان کرو۔

قضایا مرکب کی مثال دو۔ اور اون پر کس طرح غور کیا جاتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں۔ اس قضیہ کے معنی بتاؤ جبکہ (۱) موضوع کی دلالت افرادی ہو محمول کی وصفی۔

(۲) دونو اطراف موضوع و محمول کی دلالت افرادی ہو (۳) دونو افراد کی دلالت وصفی ہو

(۴) موضوع کی دلالت وصفی ہو اور محمول کی دلالت افرادی۔

موضوع و محمول بحیثیت طرف جامع

اطراف کی جامعیت
Distribution of terms

کسی طرف کو ہم اوس وقت جامع کہتے ہیں جبکہ اوس کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ کوئی حکم اون تمام افراد کی نسبت لگایا جائے جن پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے اور اگر وہ حکم تمام افراد پر صادق نہ ہو تو وہ **طرف جامع** distributed نہیں کہلاتی بلکہ جزئی undistributed کہلاتی ہے اب ہم قضایا کی اس نظر سے تفتیش کرتے ہیں پہلے موضوع کو لیجئے۔ موضوع کی جامعیت کا جاننا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ قضایاء کلیہ موجبہ جزئیہ موجبہ۔ کلیہ سالبہ جزئیہ سالبہ کے متعلق موضوع کا پہچاننا آسان ہے کلیہ موجبہ کلیہ سالبہ میں موضوع جامع اور جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ میں موضوع جزئی ہوتا ہے۔

کوئی مثلث ذو اربعۃ الاضلاع نہیں ہوتا۔ کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔ قضایاء کلیہ سالبہ ہیں اون میں ہر ایک مثلث یا ہر ایک آدمی ذو اربعۃ الاضلاع اور معصوموں کے فرقے سے جدا کر دیا گیا ہے۔

محمول کے متعلق جامع یا جزئی ہونا معلوم کرنا ذرا مشکل بات ہے کیونکہ محمول کے ساتھ کوئی علامت مقدار نہیں ہوتی۔ مثلاً قضیہ کلیہ موجبہ میں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو ہماری یہ مراد نہیں ہوتی کہ جس قدر فانی ہیں وہ فرقہ انسانوں میں داخل ہیں بلکہ ظاہر ہے کہ انسانوں کے علاوہ اور انواع بھی فانی ہیں اور انسان فانیوں کا ایک جزو ہے۔ اس لئے اس قضیہ میں محمول کلی معنوں میں نہیں بلکہ جزئی معنوں میں لیا گیا ہے گویا لفظ بعض محمول سے پہلے محذوف ہے انسان فانیوں میں سے بعض ہیں غرض قضیہ موجبہ کا محمول جزئی ہوتا ہے۔ اسی طرح قضیہ موجبہ جزئیہ پر غور کرو

بعض افغانی طویل القامت ہوتے ہیں۔ اس قضیہ میں بھی لفظ بعض طویل القامت سے پہلے محذوف ہے کیونکہ اس قضیہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف بعض افغان ہی طویل القامت ہیں بلکہ دوسری اقوام کے اشخاص بھی طویل القامت ہوتے ہیں اسلئے اس قضیہ کا منشاء یہ ہے کہ بعض افغانی دنیا کے بعض طویل القامت لوگ ہیں۔

اسی طرح اس فقرے میں کہ بعض دھاتیں سفید ہوتی ہیں ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ سفید چیزوں کا ایک حصہ بعض دھاتیں بھی ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قضیہ موجبہ جزئیہ کا محمول ہمیشہ جزئی ہوتا ہے۔ غرض قضایاء کلیہ موجبہ اور جزئیہ موجبہ میں محمول جزئی ہوتا ہے۔ قضایاء کلیہ سالبہ اور جزئیہ سالبہ کا محمول جامع ہوتا ہے مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ "مسلمان موت سے نہیں ڈرتے"، بعض دھاتیں سفید نہیں ہوتیں تو ہمارا یہ مقصد ہوتا ہے کہ مسلمان اس فرقے سے جو موت سے ڈرتا ہے علیحدہ ہیں اور بعض دھاتیں اون تمام اشیاء سے جو سفید ہیں علیحدہ ہیں۔

کوئی انگریز سیہ فام نہیں ہے۔ (کلیہ سالبہ) اس قضیہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر تمام دنیا کے انگریزوں کو ایک جا جمع کریں اور اسی طرح تمام دنیا کے سیہ فام ایک جا جمع ہوں تو ایک انگریز بھی تمام سیہ فام گروہ میں نہ ملیگا۔ غرض محمول جامع ہے

بعض ہندوستانی فاضل نہیں ہیں (قضیہ جزئیہ سالبہ ہے) اس میں بھی فاضل کلی معنوں میں لیا گیا ہے کیونکہ تمام دنیا کے فاضلوں میں سے بعض ہندوستانیوں کو علیحدہ کیا ہے۔ غرض جزئیہ سالبہ کا محمول بھی جامع ہوتا ہے۔

اس طرح اطراف کے کلی معنوں میں استعمال ہونے کے چار حسب ذیل قاعدے ہوئے

(۱) قضایاء کلیہ میں موضوع جامع ہوتا ہے۔

(۲) قضایاء سالبہ میں محمول جامع ہوتا ہے۔

(۳) قضایاء جزئیہ میں موضوع جامع نہیں ہوتا۔
(۴) قضایاء موجبہ میں محمول جامع نہیں ہوتا۔ یا یوں سمجھو

کلیہ موجبہ میں	موضوع جامع	محمول جزئی
کلیہ سالبہ میں	موضوع جامع	محمول جامع
جزئیہ موجبہ میں	موضوع جزئی	محمول جزئی
جزئیہ سالبہ میں	موضوع جزئی	محمول جامع

بعض اوقات ان قواعد کو واضح کرنے کے لئے دوائر کا استعمال کیا جاتا ہے ہر ایک طرف کو ایک دائرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور طرف موضوع اور طرف محمول میں جو تعلق ہے وہ دائروں کے باہمی پورے تطابق یا ایک دائرہ کے دوسرے دائرہ میں کلاً یا جزاً شامل ہونے سے کیا جاتا ہے۔
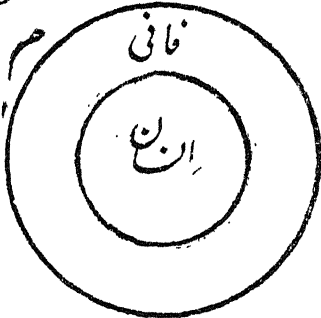
م کلیہ موجبہ تمام انسان فانی ہیں۔
و جزئیہ موجبہ بعض آدمی جاہل ہوتے ہیں۔
س کلیہ سالبہ کوئی انسان شاخدار نہیں ہوتا۔
ل جزئیہ سالبہ بعض حیوانات شاخدار نہیں ہوتے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قضایاء کو جب دوائر میں ظاہر کرتے ہیں یا جب اطراف کی جامعیت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اطراف کی صرف تعداد سے بحث کی جاتی ہے نہ کہ وصفوں سے۔ بعض وقت ایسے قضایاء پیش آتے ہیں جیسے کہ تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں۔ قاعدے کی رو سے محمول جزئی ہونا چاہئے کیونکہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے لیکن در اصل اس قضیہ کے یہ معنی

ہیں کہ تمام مثلث متساوی الاضلاع تمام مثلث متساوی الزوایا ہیں یعنی محمول جامع ہے ایسی واقفیت کسی دوسری سائنس سے ہو سکتی ہے۔

قضئے بنانے کے قاعدے

قضیہ بنانے کے قاعدے حسب ذیل ہیں۔

(۱) موضوع اور محمول کو دریافت کرو۔

(۲) موضوع کے ساتھ اس کی صحیح مقدار لگاؤ۔

(۳) قضیہ کو اس کی صحیح **کیفیت** دو یعنے ہے یا نہیں ہے۔

(۱) "مبارک ہیں وہ جو ہیں دل کے سخی" ایک فقرہ ہے اس کو قضیہ اس طرح بنائیں گے۔ تمام دل کے سخی مبارک ہیں۔ مبارک ہونے کا اطلاق اون تمام لوگوں پر ہے۔ جو دل کے سخی ہیں۔

(۲) ہر ایک جز صحیح نہیں ہوتی "یہاں جزوں کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہوتیں لیکن محمول کا اطلاق جزو کے ایک حصہ پر ہوتا ہے اس لئے قضیہ اس طرح بنے گا۔ بعض جزیں صحیح نہیں ہوتیں۔

(۱) کسی طرف کو جامع کب کہتے ہیں۔ اور کب نہیں کہتے۔

(۲) اطراف کے کلی معنوں میں استعمال ہونے کے کیا قاعدے ہیں۔

(۳) قضیہ بنانے کے کیا قاعدے ہیں۔

قضایا ذیل میں سے ہر ایک کو منطقی صورت میں تحویل کرو اور سکی کیفیت و کمیت بھی بیان کرو یعنے یہ بتاؤ کہ وہ کلیہ ہے یا جزئیہ۔

دو خطوط مستقیم سطح کو نہیں گھیر سکتے۔

مائعات کی اپنی کوئی شکل نہیں ہوتی۔

گائیں خوب دب سکتی ہیں۔

جہالت میں مطلق آرام پایا نہیں جاتا۔

قضایا کی نسبتیں

قضایا کی باہمی نسبت یا اون کا منافات

جب دو قضیوں کا موضوع اور محمول ایک ہی ہو لیکن کیفیت مختلف ہو تو کہا جائیگا کہ وہ ایک دوسرے کے **منافی** opposed یا **تضاد** ہیں اور اون کی باہمی نسبت **منافات** opposition کہلاتی ہے۔ چاروں قضئے کلیہ موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ سالبہ میں چار طرح کا تقابل ہوتا ہے۔

تضاد

(۱) کلیہ موجبہ کلیہ سالبہ میں سے چونکہ دونو قضیہ کلیہ ہوتے ہیں اور صرف کیفیت میں مختلف ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے **منافی** ناقص یا ضدین کہلاتے ہیں اور اون کی باہمی نسبت منافات ناقص یا تضاد Contrary opposition

"تمام انسان غلطی کرتے ہیں" "کوئی شخص غلطی نہیں کرتا" ایک دوسرے کے تضاد ہیں ان قضیوں کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دونو صحیح نہیں ہوسکتے لیکن دونو غلط ہوسکتے ہیں۔

منافات

(۲) جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ میں موضوع اور محمول ایک ہی ہوں لیکن اون کی کیفیت میں فرق ہو تو اون کی باہمی نسبت **منافات بالاختلاف** [illegible] Contrary opposition کہلاتی ہے اور قضئے منافی مختلف کہلاتے ہیں

"بعض آدمی موت سے ڈرتے ہیں" "بعض آدمی موت سے نہیں ڈرتے۔"

ایسے قضئے دونو صحیح ہوسکتے ہیں۔ لیکن دونو غلط نہیں ہوسکتے۔

نقیض

(۳) کلیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ یعنے وہ قضیہ جن کے موضوع اور محمول ایک ہوں لیکن کیفیت اور مقدار دونو میں اختلاف رکھتے ہوں تو وہ ایک دوسرے کے منافی کامل یا **نقیض** - Contradictories کہلاتے ہیں اور اون کی باہمی نسبت منافات کامل یا نقیض contradictory کہلاتی ہے۔

قضایا نقیض ہیں سے اگر ایک صحیح ہوگا تو دوسرا غلط ہوگا ان میں سے صرف ایک صحیح ہوسکتا ہے۔

اگر یہ قضیہ تمام حیوانات استدلال کرتے ہیں (کلیہ موجبہ)
غلط ہو تو "بعض حیوانات استدلال نہیں کرتے۔ (جزئیہ سالبہ)
ضرور صحیح ہے۔ اسی طرح کلیہ سالبہ اور جزئیہ موجبہ میں بھی اگر ایک صحیح ہوتا ہے تو دوسرا غلط ہوتا ہے کوئی حیوان استدلال نہیں کرتا (کلیہ سالبہ) غلط ہو تو بعض حیوانات استدلال کرتے ہیں (جزئیہ موجبہ) صحیح ہے۔ یہ قضیے بھی باہم نقیض ہیں اور ان کی نسبت بھی تناقض کہلاتی ہے۔

اب ذرا نقیض کی شرطوں پر بھی غور کرو۔

تناقض کے شرائط

نقیض کے معنے ہیں دو چیزوں میں ایسا تباین کہ اگر ایک ہو تو دوسرا نہ ہو۔ جیسے علم و جہل تاریکی و روشنی۔ چیزوں کے علاوہ قضیوں میں بھی نقیض ہوتا ہے۔ قضیوں کی صورت میں نقیض کے یہ معنے ہیں کہ اگر ایک وقت میں ایک قضیہ سچا ہو تو دوسرا جھوٹا ہو۔ نقیض کی چند شرطیں ایسی ہیں کہ اگر وہ موجود نہ ہوں تو تناقض نہیں ہوسکتا پہلی شرط تو یہ ہے کہ اگر ایک قضیہ موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو" زید لکھ رہا ہے" زید نہیں لکھ رہا ہے۔ تناقض قضیہ میں بعض دفعہ قضیوں کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے نقیض ہوتے ہیں لیکن بہ ظاہر موجبہ اور سالبہ نہیں معلوم ہوتے "زید چل رہا ہے" "زید کھڑا ہے" دونو موجبہ قضیے ہیں لیکن باہم نقیض ہیں۔ دوسرے قضیے کو دیکھو زید کھڑا ہے بہ الفاظ دیگر اس کے یہی معنے ہیں کہ زید نہیں چل رہا ہے۔

ایجاب و سلب کی شرط کے علاوہ تناقض کی اور شرطیں بھی ہیں کہ اگر وہ نہ پائی جائیں تو تناقض نہیں ہوتا۔

وحدت موضوع و محمول

وحدت موضوع و محمول یعنے دونو قضیوں کا موضوع و محمول نہ صرف

ایک ہو بلکہ وہ تمام قیدیں جو ایک قضیہ کے موضوع و محمول کے ساتھ ہیں دوسرے قضیہ کے موضوع و محمول کے ساتھ بھی بعینہ ہوں۔ اگر موضوع و محمول بدل جائے یا کوئی قید جو موضوع یا محمول کے ساتھ تھی بدل جائے تو تناقض فوت ہو جائے گا "زید لکھتا ہے" "خالد نہیں لکھتا ہے" موضوع بدل گیا لہذا تناقض نہیں ہے۔ زید لکھتا ہے زید نہیں پڑھتا۔ محمول مختلف ہیں تناقض نہیں ہے۔ اب قیود اور اعتبارات کو لو جن کے بدلنے سے تناقض قائم نہیں رہتا۔

وحدت جز و کل

وحدت کل و جز اگر کوئی حکم ایک قضیہ میں کسی شے کے ایک جزو پر لگایا گیا ہے تو دوسرے قضیہ میں بھی وہ حکم اوس شے کے اسی جزو پر لگایا جائے۔

مور خوبصورت جانور ہے — مور خوبصورت جانور نہیں ہے۔

دو نقیض قضیہ ہیں اس صورت میں کہ خوبصورت ہونے کا حکم جس عضو کے اعتبار سے لگایا گیا ہے بدصورتی کا حکم بھی اسی عضو کے اعتبار سے لگایا جائے مثلاً بہ لحاظ پروں کے یہ کہنا کہ مور خوبصورت ہے اور مور خوبصورت نہیں ہے نقیض ہے لیکن بہ لحاظ پروں کے خوبصورت اور بہ لحاظ پاؤں کے بدصورت کہنا نقیض نہیں ہے۔

وحدت شرط

وحدت شرط یہ ہے کہ ایک حکم جس شرط سے لگایا گیا ہے دوسرا حکم بھی اسی شرط سے لگایا جائے۔ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا دو نقیض قضئے ہیں بشرطیکہ دونوں شروط متحد ہوں مثلاً عمداً کھانا پینا۔ لیکن اگر پہلے قضیہ کی شرط عمداً اور دوسرے کی سہواً ہو تو نقیض قایم نہیں رہتا۔

وحدت زمان

وحدت زمان وقت کا اختلاف بھی تناقض رفع کر دیتا ہے۔ خالد رات کو سوتا ہے۔ خالد دن کو نہیں سوتا ہے نقیض نہیں ہیں۔

وحدت مکان

وحدت مکان مقام کا اختلاف بھی تناقض اٹھا دیتا ہے۔

ریل دوڑ رہی ہے (میدان میں) — ریل کھڑی ہے (اسٹیشن پر)

وحدت اضافت

وحدت اضافت ایک شخص کسی ایک ہی شخص کا باپ اور بیٹا۔ چچا اور بھتیجا مالک اور مملوک نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ اختلاف اضافت ہوسکتا ہے۔

زید باپ ہے (خالد کا) زید بیٹا ہے (حامد کا)

وحدت قوت وفعل

وحدت قوت وفعل زمانہ کے ساتھ ساتھ حالتیں بدلتی رہتی ہیں اس وجہ سے جو حکم حالت موجودہ پر لگایا جائے۔ آئندہ قائم نہیں رہتا۔ کیریاں آج کھٹی ہیں چند روز بعد میٹھی ہوجائیں گی۔ پس مٹھاس کی کیفیت اون میں بالقوت موجود ہے ایک شخص آج جاہل ہے چند روز بعد عالم فاضل بن سکتا ہے۔ پس نقیض کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ جو حکم لگایا گیا ہے اس میں قوت اور فعل کا اعتبار نہ ہو ورنہ نقیض نہ ہوگا قضایا مخصوصہ کے لئے یہ شرطیں کافی ہیں لیکن **قضایا محصورہ** میں اون کے علاوہ یہ شرط بھی ضرور ہے کہ اون میں اختلاف **کمیت** (مقدار ہو) یعنے وہ محصورہ تناقض قضیوں میں اگر ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ اگر دونو قضئے کلیہ ہونگے یا دونو جزئیہ ہونگے تو بعض دفعہ تناقض نہ ہوگا۔ تناقض کی شرط یہ ہے کہ اگر ایک قضیہ سچا ہو تو دوسرا غلط ہو لیکن دو کلیہ قضئے یا دو جزئیہ قضئے بعض دفعہ دونوں سچے یا جھوٹے ہوسکتے ہیں۔

بعض انسان گورے ہیں بعض انسان گورے نہیں ہیں دونو سچے قضئے ہیں۔

کل انسان ناطق ہیں۔ بعض انسان ناطق نہیں ہیں

تناقض ہیں۔ تمام جاندار انسان ہیں۔ تمام جاندار انسان نہیں ہیں۔ دونو جھوٹے لہذا نقیض نہیں ہیں۔

محکوم

(۴) کلیہ موجبہ اور جزئیہ موجبہ نیز کلیہ سالبہ اور جزئیہ سالبہ کے اگر موضوع ومحمول ایک ہی ہوں لیکن مقدار میں مختلف ہوں مگر کیفیت میں مختلف نہ ہوں تو وہ **محکوم** کہلاتے ہیں اور اون کی باہمی نسبت تحکیم کہلاتی ہے۔

ان میں اگر کلیہ موجبہ صحیح ہو تو جزئیہ موجبہ بھی ضرور صحیح ہو گا "تمام انسان فانی ہیں" "بعض انسان فانی ہیں"

اور اگر کلیہ سالبہ صحیح ہو تو جزئیہ سالبہ بھی صحیح ہو گا۔

"کوئی شخص کامل نہیں ہے" "بعض اشخاص کامل نہیں ہیں"۔

ایک قضیہ کلیہ سے اس کے ایک جزو کی تو صحت ظاہر ہو سکتی ہے لیکن اس کا عکس ضرور نہیں ہے کہ صحیح ہو۔ تمام نیشکر میٹھے ہوتے ہیں۔ بعض نیشکر میٹھے ہوتے ہیں صحیح ہے اگر کلیہ موجبہ غلط ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا جزئیہ موجبہ صحیح ہے یا غلط اور اگر کلیہ سالبہ غلط ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ جزئیہ سالبہ صحیح ہے یا غلط۔ تمام نارنگیاں میٹھی ہوتی ہیں غلط ہے تو نہیں کہہ سکتے کہ بعض نارنگیاں میٹھی ہوتی ہیں صحیح ہے یا غلط۔ subalternant

تقابل تابع میں کلیہ کو محکم لہ اور جزئیہ کو محکم بہ subalternate اور دونوں کو **محکومین** subaltern کہتے ہیں۔

کلیہ سالبہ — منافی ناقص (ضد) متضاد — کلیہ موجبہ

ضد محکوم — (نقیض) — تناقض — نفی (نقیض) — ضد محکوم
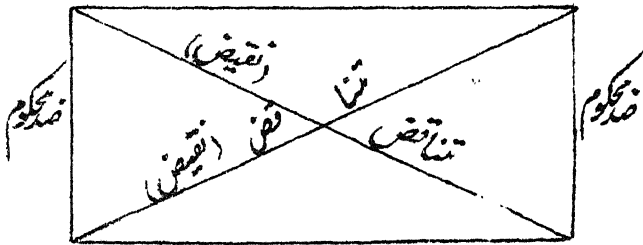
جزئیہ سالبہ — متضاد مختلف (منافی بالاختلاف) — جزئیہ موجبہ

متقابل قضایا کی صحت یا غلطی

اگر ایک قضیہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ صحیح ہے یا غلط تو اس کے مقابل قضایا کی صحت یا غلطی ذیل کے طریقہ سے فوراً معلوم ہو سکتی ہے۔

	کلیہ موجبہ	کلیہ سالبہ	جزئیہ موجبہ	جزئیہ سالبہ
اگر کلیہ موجبہ صحیح ہو تو	صحیح	غلط	صحیح	غلط
اگر کلیہ سالبہ صحیح ہو تو	غلط	صحیح	غلط	صحیح
اگر جزئیہ موجبہ صحیح ہو تو	مشتبہ	غلط	صحیح	مشتبہ
اگر جزئیہ سالبہ صحیح ہو تو	غلط	مشتبہ	مشتبہ	غلط

ب

اگر کلیہ موجبہ غلط ہو تو	غلط	مشتبہ	مشتبہ	صحیح
اگر کلیہ سالبہ غلط ہو تو	مشتبہ	غلط	صحیح	مشتبہ
اگر جزئیہ موجبہ غلط ہو تو	غلط	صحیح	غلط	صحیح
اگر جزئیہ سالبہ غلط ہو تو	صحیح	غلط	صحیح	غلط

قضایائے شخصیہ کا تضاد یا تناقض

قضایا شخصیہ میں تضاد و تناقض کا فرق نہیں ہوتا بلکہ اُن کا تضاد اور تناقض ایک ہی ہوتا ہے۔ سقراط عقلمند شخص تھا اس کا تناقض اور تضاد دونو یہی ہے کہ سقراط عقلمند تھا

استنتاج بدیہی

جب ایک قضیہ کے صحیح یا غلط ہونے سے اس کے دوسرے متقابل قضیوں کی صحت یا غلطی معلوم کرتے ہیں تو یہ طریقہ بالکل ایک قاعدے کا پابند ہوتا ہے خواہ قضیہ کا کچھ ہی مطلب کیوں نہ ہو اور خواہ ہم کو قضیہ کے معنے کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہم صرف اسکی صورت سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آیا متقابلہ قضایا میں سے کونسی صحیح ہے اور کونسی غلط یا مشتبہ ہے ایک قضیہ کی صحت یا غلطی سے دوسرے ایسے متقابل قضیوں کی جو وہی اطراف رکھتے ہوں صحت یا غلطی کا نتیجہ نکالنا استنتاج بدیہی immediate inference کہلاتا ہے۔

(۱) تناقض کی شرطیں بیان کرو۔

(۲) مفصل بیان کرو کہ کن صورتوں میں تناقض فوت ہو جاتا ہے۔

(۳) استنتاج بدیہی کسے کہتے ہیں۔

(۴) قضایاء ذیل کے نقیض۔ ضد (متضاد) یا منافی مختلف اور محکم لہٗ یا محکم بہٖ بیان کرو۔

ہر سیارہ سورج کے گرد حرکت کرتا ہے۔

مادہ اپنی حالت سکون یا حرکت نہیں بدل سکتا۔

تمام پودوں کے پھول نہیں ہوتے۔

بعض عناصر دھاتیں نہیں ہیں۔

سونا دھات ہے۔

پانی بعض دفعہ حرارت سے سکڑتا ہے۔

اصول اولیہ

قانون فکر

لفظ قانون دو معنوں میں بولا جاتا ہے ایک تو خاص خاص اسباب سے خاص خاص نتائج کا ظاہر ہونا یا بعض اشیاء میں ہمیشہ ایک سے خواص پایا جانا۔ جیسے قانون قدرت مثلاً جو ملک خط استوا کے قریب ہیں اُن میں بہت گرمی پائی جاتی ہے۔ سیال مادوں کا دباؤ چاروں طرف یکساں ہوتا ہے یہ قانون قدرت ہے جو کبھی بدلتا نہیں۔ دوسرے معنوں میں قانون سے مراد کوئی قاعدہ جو کسی حاکم نے مقرر کیا ہو اور کسی بُرے نتیجے سے بچنے کے لئے اس کی فرمانبرداری ضرور ہو جیسے فرامین شاہی۔ قانون تعزیرات۔ یہ کہنا کہ ہمیں قانون قدرت کی فرمانبرداری کرنی چاہئے بے معنی بات ہے یہ کوئی فرمان نہیں ہے جس کی اطاعت کی جائے یا نہ کی جائے بلکہ قدرتی حالت میں جس طرح واقعات پیش آتے ہیں اون کا بیان ہے لیکن احکامات شاہی کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اون کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں اگر ہم اونکی اطاعت نہیں کرتے تو سزا پاتے ہیں اس طرح قانون فکر Laws of thought

بھی دو معنوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے ایک معنی میں تو وہ جو علم النفس کی اصطلاح ہے اور اس صورت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہمارے ذہن میں خیالات یکے بعد دیگرے کس طرح آتے ہیں مثلاً یہ ایک قانون فکر ہے کہ ہم کسی شئے کو نہیں پہچان سکتے۔ جب تک اس کو دوسری اشیاء سے تمیز نہ کریں اور جو احساسات یکجا باہم پیدا ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کا ایاد کرتے ہیں لیکن علم منطق میں قانون فکر کے معنے ان قواعد کے ہیں جن کی پابندی کسی تصدیق تک پہونچنے کے لئے یا کسی خلاف بیانی سے بچنے کے لئے ضرور ہوتی ہے لوگ جب بحث کرتے ہیں تو وہ اکثر غلطیوں میں پڑ جاتے ہیں یا اون کے بیان میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ان قواعد کا خیال نہیں رکھتے جو فکر کو غلطیوں سے بچاتے ہیں یہ بالکل ایسی بات ہے کہ جو شخص قواعد صرف و نحو کا خیال نہیں رکھتا وہ زبان میں غلطیاں کرتا ہے علم منطق میں جن قوانین فکر سے بحث کی جاتی ہے وہ چار ہیں۔

اصول عینیت — اصول عینیت

اصول عینیت Principle of identity جو شئے جیسی ہے ویسی ہے۔ کم سے کم تمام دلائل میں یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ ہر شئے کا خاصہ مستقل ہے اور کوئی شئے کبھی یہ اور کبھی کچھ اور نہیں ہو جاتی۔ سونا دہات ہے یہ ناممکن ہے کہ سونا سوائے دہات کے کچھ اور ہو جائے۔ زید زید ہی ہے۔ برائی برائی ہے۔ ہر لفظ کے تمام بحث میں وہی معنی قائم رہیں جنکے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے یا جو معنی اس کے لئے ایک بار مقرر ہو چکے ہیں یا اگر ہم کسی شئے میں ایک خاصیت یا وصف مقرر کریں تو ہم کو ہمیشہ اس کا قائل رہنا چاہئے اور اگر کوئی تغیر کیا جائے تو پہلے سے اس کی اطلاع کر دی جائے۔ منطق میں فرض کیا گیا ہے کہ ہر شئے وہی ہے جو ہے یعنے ایک شئے بدلکر دوسری شئے نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اپنے کسی وصف یا خاصیت کو کھو سکتی ہے۔

اصول عینیت Pri of identity یہ سکھاتا ہے کہ تمام منطقی استدلال
میں ایک لفظ ہمیشہ اوس ہی معنے پر دلالت کریگا جس کے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے
اس طرح ہر ایک حد یا لفظ جو ہم اپنے استدلال میں استعمال کرتے ہیں ہمیشہ وہی
رہے گا جو کچھ کہ ایک بار مقرر ہو جائے گا اس کا استعمال اس وقت سے شروع
ہوتا ہے جبکہ ہم دلیل کرنی شروع کرتے ہیں لیکن کسی حکم یا دلیل میں بھی نہیں ہوتا
کہ کسی شخص یا شے مفرد کا تشخص کیا جائے بلکہ اوس کی شخصیت کے باہر بھی قدم
رکھنا پڑتا ہے اور ایک شے کا دوسری اشیا سے توافق و تشابہ بھی دریافت
کرتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان فانی ہے تو ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ انسان
فانیوں کے گروہ کا ایک حصہ ہے۔ سقراط دانشمند آدمی تھا اس سے یہ مراد ہے کہ
دانشمند آدمیوں کے گروہ کا ایک فرد سقراط تھا۔ ان دو نو تصدیقوں میں فنا
اور دانش کی تصدیق جو جنس حیوانات اور دانشمند لوگوں میں پائی جاتی ہے انسان
اور سقراط میں بھی موجود ہے Princi ple of contradiction

اصول تبائن

القانون المانع الاجتماع النقیضین یا قانون تبائن یہ بات
ناممکن ہے کہ ایک چیز وہی ہو اور نہ بھی ہو۔ لوہا لوہا بھی ہے اور نہیں بھی ہے
سونا دھات ہے اور نہیں بھی ہے۔ زید انسان ہے اور نہیں بھی ہے۔ ایک شے
ایک ہی وقت میں گرم و سرد نہیں ہو سکتی۔ نقیض قضئے ایک وقت میں دونوں صحیح
نہیں ہو سکتے ایک پتا ایک ہی وقت میں سبز اور غیر سبز نہیں ہو سکتا۔ اصول
عینیت کی رو سے تمام استدلال میں ایک حد ہمیشہ ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتی ہے
یہی مقصد اصول تبائن بھی اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ کسی حد کو اپنے تمام استدلال میں
اپنی مقررہ معنوں سے تجاوز نہیں کرنے دیتا اور تمام استدلال میں یہ فرض کیا
جاتا ہے کہ جن حدود کا مقابلہ کیا جاتا ہے اون کا قرینہ ہمیشہ وہی رہے گا اور

تمام استدلال میں اون کے معنے نہ بدلیں گے۔
کسی چیز کو یہ کہنے کے لئے کہ یہ فلاں چیز نہیں ہے اُس چیز کا اوراُن چیزوں کا
جن سے اس کو علیحدہ کیا جاتا ہے پورا علم ہونا چاہئے۔ خصوصاً یہ معلوم ہونا ضرور
ہے کہ کون کون سی اشیاء باہم نقیض ہیں Principle of excluded middle

اصول خارج الاوسط

اصول خارج الاوسط یا عدم ارتفاع نقیضین وہ حدیں جو ایک دوسرے
کی نقیض ہوں ایک ہی وقت میں ایک فردی شئے پر دونوں کاذب نہیں ہوسکتیں
ضرور ہے کہ ان دونوں میں سے ایک صحیح ہو۔ کوئی وسطی صورت ممکن نہیں ہے اگر دو
قضئے متناقض ہوں تو دونوں غلط نہیں ہوسکتے۔ اگر ایک غلط ہو تو دوسرا ضرور صحیح
ہوگا۔ یہ پانی سرد ہے یا غیر سرد ہے۔ آم شیریں ہیں یا غیر شیریں ہیں۔ مختصر الفاظ
میں اس اصول کے یہ معنی ہیں کہ دو متناقض اطراف میں کوئی درمیانی درجہ نہیں ہوتا
قانون تباین کی رو سے دو نقیض قضیہ صحیح نہیں ہوسکتے۔ ان میں سے ایک
ضرور غلط ہوگا۔ اور قانون خارج الاوسط کی رو سے دو نقیض قضئے غلط نہیں ہوسکتے
ان میں سے ایک ضرور صحیح ہوگا۔ لیکن یہ قانون اس صورت میں صادق آتا ہے کہ شے
ایک فرد ہو لیکن دو نقیض حدیں صنف اشیائی یا اسماء نکرہ پر ایک وقت میں اس طرح
صحیح ہوسکتی ہیں کہ بعض افراد پر صادق ہوں اور بعض پر کاذب مثلاً انسان ایک حد کلی
ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان (بعض انسان) خوش اخلاق ہوتے ہیں انسان (بعض
انسان) خوش اخلاق نہیں ہوتے۔ آم شیریں ہیں آم شیریں نہیں ہیں۔ یہ قضئے اگرچہ
باہم نقیض ہیں لیکن اس لحاظ سے صحیح ہیں کہ تمام آموں میں سے بعض شیریں اور بعض
غیر شیریں ہوتے ہیں لیکن اگر تمام آموں کو کلیتاً لیں اور اُن پر یہ حکم لگائیں کہ آم شیریں
نہیں یا آم غیر شیریں ہیں تو دونوں قضئے صحیح نہ ہونگے بلکہ ان میں سے ایک صحیح اور
دوسرا ضرور غلط ہوگا۔

آم یا تو شیریں ہیں یا غیر شیریں ہیں۔ غیر شیریں سے یہ مراد ہے کہ ان کے شیریں ہونے سے انکار کر دیا جائے۔ عام اس سے کہ وہ ذائقہ کیسا ہی ہو۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ شے غیر گرم ہے تو ہماری یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ سرد ہے انتہائی گرم اور انتہائی سرد کے درمیان بہت سے درجے ہیں لیکن گرم اور غیر گرم میں کوئی بدل نہیں ہے
جب اشیاء صحیح طور پر نقیض ہوں تو ایک کو تسلیم کرنے کے ساتھ دوسرے سے انکار لازم ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کمرہ روشن ہے تو ہمارا ساتھ ہی یہ مطلب ہے کہ کمرہ تاریک نہیں ہے۔ نقیضین کی حقیقت اچھی طرح جانے بغیر اس قسم کے دعوے نہیں کئے جا سکتے اور نقیضین کی شناخت کے لئے منطق میں کوئی قاعدہ نہیں ہے حقائق اشیاء کا علم انسان کو ہونا چاہئے۔

تمام تصدیقات موجبہ اصول عینیت پر مبنی ہیں۔ تمام تصدیقات سالبہ اصول تبائن پر اور تمام تصدیقات شرطیہ اصول خارج الاوسط پر۔ جہاں تک منطق کا تعلق ہے یہ تینوں قاعدے بہت ضروری ہیں اور اگر ہم اپنی دلیل میں ان کا لحاظ نہ رکھیں تو ہم صحیح استدلال سے بھٹک جائیں گے۔

(۱) لفظ قانون کے معنے بیان کرو۔ قانون قدرت اور قانون فکر میں کیا فرق ہے قانون فکر کے معنی علم النفس اور علم منطق میں کیا ہیں۔
علم منطق میں قوانین فکر کیا کیا ہیں۔

اصولِ استدلال

اصولِ استدلال

Principle of sufficient reason.

جو شے موجود ہے یا حق ہے ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی دلیل ہو کہ وہ شے یا وہ قضیہ ایسا کیوں ہے اور اس کے سوائے ان کی کوئی صورت کیوں نہیں ہے یعنے ہر ایک قضیہ کیلئے ضرور ہے کہ ایک دلیل ہو اور ہر ایک تصدیق کے لئے ضرور ہے کہ اپنے دعوے کے لیے کافی ثبوت رکھتی ہو یہی تمام استدلال کی جڑ ہے کائنات میں اگر تمام اشیا اور تمام واقعات ایک دوسرے سے غیر متعلق ہوتے تو کسی تصدیق کی دلیل یا کسی واقعہ کا سبب دریافت کرنا ایک بے معنی بات ہوتی ۔ لیکن ایسا نہیں ہے ۔ ہر ایک واقعہ ہمیشہ کسی دوسرے واقعہ سے وابستہ ہوتا ہے یہ **قانون علت و معلول** ہے جب کوئی واقعہ پیش آئے تو ہم جانتے ہیں کہ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا اس کی بحث منطق استقرائی میں مفصل آئے گی ۔

ایک قانون کا یہ مقصد ہے کہ ہر ایک قضیہ کو جو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے ۔ صحیح ماننے کے لئے دلیل ہونی چاہیئے یعنے ہر ایک مقدمہ باستثنائے چند خاص خاص مقدمات کا نتیجہ ہے ۔

علوم متعارفہ

توجیہ

ایک واقعہ دوسرے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے اور دوسرا کسی اور تیسرے سے اعلیٰ ہذہ القیاس یوں ایک واقعہ کی توجیہ دوسرے واقعہ سے کرتے چلے جاتے ہیں لیکن اس طرح کسی ایسی حد پر نہیں پہونچ سکتے جس کو **توجیہ** کی حاجت نہ ہو لیکن یہ عمل ہمیشہ جاری نہیں رہ سکتا اور اگر جاری رہے تو کسی شے کا انتہائی اور کامل علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا اس لئے بعض مسلمات ایسے ہونے چاہئیں جن میں ثبوت کی گنجائش

ہو اور ان کی صداقت ایسی ظاہر ہو کہ عقل سلیم ان کو بلاحجت مان لے۔

(۱) کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے۔

(۲) اگر برابر چیزوں میں برابر چیزیں زیادہ کی جائیں تو دونوں مجموعے بھی آپس میں برابر ہوں گے۔

(۳) اگر برابر چیزوں میں سے برابر حصے نکال ڈالے جائیں تو باقی بھی آپس میں برابر ہونگے

(۴) اگر نابرابر چیزوں مین برابر زیادہ کیا جاے تو مجموعے نابرابر ہوں گے۔

(۵) اگر نابرابر چیزوں میں سے برابر نکال لیا جاے تو باقی نابرابر ہوں گے۔

(۶) دو یا زیادہ چیزیں جو ایک ہی شے کے برابر ہوں آپس میں برابر ہوتی ہیں۔

(۷) **المقال فی کل شے و لاشئے** جو بات کسی صنف کے متعلق صحیح ہو وہ اس صنف کے ہر فرد کے متعلق صحیح ہو گی۔ بکریاں جگالی کرتی ہیں۔ احمد کی بکری بھی ضرور جگالی کرتی ہے۔

(۸) اگر ایک شے دوسری شے سے بڑی ہو اور یہ دوسری کسی تیسری شے سے تو یہ پہلے شے بھی تیسری شے سے بڑی ہو گی۔

(۱) علوم متعارفہ کی تعریف بیان کرو اور وہ کون کون سے ہیں۔

(۲) المقال فی کل شئے و لاشئے کے کیا معنی ہیں۔

استدلال بدیہی

Immediate inference or eduction

استنتاج نتیجہ سے وہ طریقہ مراد ہے جس کے ذریعے سے ایک یا ایک سے زیادہ تصدیقات معلومہ سے ایک نئی تصدیق دریافت کرتے ہیں جو ضرور ہے کہ صحیح ہو اگر تصدیقات معلومہ صحیح ہوں۔ تصدیقات معلومہ کو **مقدمات** Premises

اور جو نیا قضیہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو نتیجہ conclusion کہتے ہیں یہ نتیجہ بہ نسبت
مقدمات معلومہ کے کبھی زیادہ عام ہوتا ہے اور کبھی کم عام جب نتیجہ بہ نسبت مقدمات
کے زیادہ عام ہو تو **استدلال استقرائی** کہلاتا ہے اور کم عام ہو تو **استدلال
استخراجی** مثلاً اس استدلال میں کہ یہ مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہے
لہذا تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں۔ نتیجہ بہ نسبت مقدمہ
کے عام تر ہے اور دلیل استقرائی ہے اور یہ استدلال کہ تمام جہازات تیرتے ہیں لہٰذا
یہ جہاز بھی تیرے گا استخراجی ہے اور نتیجہ بہ نسبت مقدمہ معلومہ کے کم عام ہے دلیل
استقرائی میں جزئیات کے مشاہدے سے اصول کلیہ دریافت کیے جاتے ہیں اور
دلیل استخراجی میں کلیات سے جزئیات کی طرف استدلال کیا جاتا ہے۔

یہ نئی تصدیق (نتیجہ) عموماً دو قضیوں کو ملانے سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن بعض
اوقات ایک قضیہ سے بھی نتیجہ نکل آتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قضیہ اور اس کے
نتیجہ کے اطراف میں گہرا تعلق ہوتا ہے یا وہ باہم نقیض ہوتے ہیں مثلاً یہ قضیہ کہ
تمام انسان فانی ہیں یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ کوئی آدمی غیر فانی نہیں ہے۔ اسی طرح
جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ایک قضیہ کی صحت یا غلطی معلوم ہونے سے دوسرے
قضیہ کی صحت یا غلطی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ اون کے موضوع اور محمول ایک
ہی ہوں ایک قضیہ سے ایک دوسرا قضیہ بطور نتیجہ نکالنے کو منطقیوں کی اصطلاح
میں **استنتاج بدیہی** Eduction کہتے ہیں اگر ہم اس تمام علم پر جو ہم کو حاصل ہے
غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بعض علم بلا واسطہ اور بدیہی ہوتا ہے مثلاً یہی علم کہ مجھے سردی
لگ رہی ہے یا ایک آواز سنائی دیتی ہے بدیہی ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں لیکن
بہت سا علم کتابیں پڑھنے دوسروں کی باتیں سننے اور سابقہ معلومات سے نتائج
استنباط کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ہم اپنے مکان کی کھڑکی میں سے جھانکیں اور

دیکھیں کہ زمین بھیگی ہوی ہے تو ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ (اگرچہ اس وقت سورج نکلا ہوا ہے) تھوڑی دیر ہوی بارش ہوی ہے۔ اگر بچے کی رونے کی آواز سنیں تو معلوم ہوگا کہ وہ بے چین یا ناخوش ہے۔ ایک معلومہ واقعہ سے دوسری واقعہ کی صرف صداقت ہی نہیں ثابت ہوتی بلکہ بعض دفعہ ایک کی صداقت سے دوسرے کا بطلان بھی ثابت ہوتا ہے یا اس کے برعکس ایک کے بطلان سے دوسرے کی صداقت یا ایک کے بطلان سے دوسرے کا بطلان ثابت ہوتا ہے مثلاً

تمام انسان ناطق ہیں صحیح ہے زید انسان ہے لہذا زید ناطق ہے صحیح ہے۔
زید علم ریاضی میں بہت مہارت رکھتا ہے صحیح ہو تو زید ریاضی سے جاہل ہے غلط ہے۔
تمام گھوڑوں کے سینگ ہوتے ہیں غلط ہے تو بعض گھوڑوں کے سینگ ہوتے ہیں بھی غلط ہے۔

جب دو یا زیادہ تصدیقات سے ایک اور تصدیق حاصل ہوتی ہے جو ان میں سے ہر ایک سے مختلف ہوتی ہے تو اس استدلال کو **نظری** کہتے ہیں۔ استدلال نظری

استدلال

استقرائی — استخراجی

استخراجی: بدیہی — نظری

نظری: قیاسی — غیر قیاسی

اب ذرا بدیہی اور نظری کی مثالوں پر غور کرو۔

بدیہی تمام انسان فانی ہیں۔ کوئی انسان غیر فانی نہیں ہے۔

نظری دہلی کے باشندے اردو بولتے ہیں۔
زید دلی کا باشندہ ہے۔
زید اردو بولتا ہے۔

استدلال نظری کو **قیاسی** بھی کہتے ہیں۔ غیر قیاسی بعض استدلالات استخراجی ریاضیہ ہیں جیسے دو چیزیں جو ایک تیسری چیز کے برابر ہیں آپس میں برابر ہیں۔ ا = ب ج = د ا + ج = ب + د

عدل

استنتاج بدیہی کے دو ابتدائی طریقے ہیں **عدل** obversion اور **عکس** conversion اور تمام دوسری صورتیں ان ہی طریقوں کو باری باری سے کام میں لانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہر قسم کے نتائج کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ قضیہ جو نتیجۃً پیدا ہوتا ہے اس قضیہ کے باہر نہ ہو جس سے وہ نتیجۃً نکلا ہے دوسرے یہ کہ نتیجہ میں کوئی طرف کلی معنوں میں نہیں لی جا سکتی جو مقدمات میں کلی معنوں میں نہ لی گئی ہو۔

عدل یہ ہے کہ قضیہ معدولہ کا موضوع قضیہ معلومہ کا موضوع رہے لیکن قضیہ معدولہ کا محمول قضیہ معلومہ کے محمول کا نقیض ہو۔ اور قضیہ کی صفت (یعنی کیفیت ایجاب وسلب) بدل دی جائے۔

کلیہ موجبہ کا معدول obverse کلیہ سالبہ ہے "یہ آدمی لمبا ہے" کلیہ موجب ہے اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "یہ آدمی ٹھگنا نہیں ہے" کلیہ سالبہ ہے۔

پہلا قضیہ جو معلوم ہے **معدول منہ** obversant اور دوسرا قضیہ **معدول** obverse کہلاتا ہے اور اس طریق کو **عدل** obversion کہتے ہیں۔

کلیہ سالبہ کا معدول کلیہ موجبہ ہوتا ہے۔

پرندے دودھ نہیں پلاتے (کلیہ سالبہ) اس کا معدول یہ ہے۔

تمام پرندے غیر مرضعہ ہیں (کلیہ موجبہ)

جزئیہ موجبہ کا معدول (جزئیہ سالبہ)

بعض مکان آرام دہ ہیں (جزئیہ موجبہ) اس کا معدول بعض مکان بے آرام نہیں ہیں (جزئیہ سالبہ)

جزئیہ سالبہ کا معدول بھی جزئیہ سالبہ ہی ہوتا ہے۔ بعض آدمی کام کے شائق نہیں ہیں اس کا معدول بھی یہی ہوگا بعض آدمی کام کے شائق نہیں ہیں۔

قضیہ شرطیہ متصلہ کا معدول اس طرح لیا جاتا ہے کہ تالی کا نقیض لے کر قضیہ معدولہ کا تالی بناتے ہیں اور پھر قضیہ کی کیفیت بدل دیتے ہیں مثلاً اگر مثلث متساوی الاضلاع ہے تو متساوی الزاویہ ہے اس کا معدول یہ ہے کہ اگر مثلث متساوی الاضلاع ہے تو غیر متساوی الزاویہ نہیں ہے۔

(۲) اگر بارش ہے تو زمین گیلی ہوگی اس کا عدل یہ ہے کہ اگر بارش ہے تو زمین غیر گیلی (خشک) نہ ہوگی۔

عکس conversion یہ ہے کہ ایک قضیہ معلومہ سے دوسرا قضیہ نتیجۃً نکالنا جن کا موضوع اور محمول پہلے قضیہ کا محمول و موضوع علی الترتیب ہو۔ اصلی قضیہ کو **معکوس منہ** convertend کہتے ہیں اور جو قضیہ نتیجتاً پیدا ہوتا ہے وہ **معکوس** converse اور طریقہ استدلال **عکس** conversion کہلاتا ہے۔

عکس کے قاعدے حسب ذیل ہیں

(۱) اصل قضیہ معکوس منہ کا موضوع قضیہ معکوس کا محمول اور محمول اس کا موضوع ہو
(۲) معکوس میں کوئی طرف جامع نہ ہونی چاہئے۔ جو معکوس منہ میں جامع نہ ہو۔
(۳) قضیہ موجبہ کا عکس موجبہ ہوگا اور سالبہ کا سالبہ۔
(۴) اگر اصل قضیہ سچا ہو یا سچا مانا گیا ہو تو عکس بھی سچا ہو یا اس کو سچا ماننا پڑے

شرط (۲ و ۳) کے اعتبار سے ہر قضیہ موجبہ (کلیہ ہو یا جزئیہ حملیہ ہو یا شرطیہ) کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے اور سالبہ کلیہ کنفسہا منعکس ہوتا ہے یعنے قضیہ معکوس بھی سالبہ کلیہ ہی ہوتا ہے اور قضیہ سالبہ جزئیہ عکس نہیں کیا جاسکتا۔

تمام انسان فانی ہیں اس کا معکوس converse یہ ہوگا۔ بعض اجسام فانی

انسان ہیں کیونکہ بعض اجسام فانی ایسے بھی ہیں جو انسان نہیں ہیں لیکن ذیل کے
قضئے کا تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں ہم اس طرح عکس
کرسکتے ہیں۔ تمام مثلث متساوی الزاویہ متساوی الاضلاع ہیں اس وجہ سے کہ ہم علم
ہندسہ کے تجربہ سے یہ جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ درست ہے لیکن جو شخص مثلث
متساوی الاضلاع اور متساوی الزاویا کے خواص سے واقف نہیں ہے وہ اس قضیہ سے
کہ تمام مثلث متساوی الاضلاع متساوی الزاویہ ہوتے ہیں اس طرح نتیجہ نہیں نکال سکتا
بلکہ یوں کہے گا کہ بعض مثلث متساوی الزاویہ متساوی الاضلاع ہوتے ہیں۔ پس
قضیوں کے عکس کرنے میں قاعدہ نمبر (۲) کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ معکوس
converse میں کوئی طرف اس سے زیادہ وسیع معنوں میں نہیں
لیجا سکتی جتنی کہ معکوس منہ convertend میں لی گئی تھی یعنے اگر
کوئی طرف معکوس منہ میں جزئی معنوں میں لی گئی ہے تو معکوس میں کلی معنوں میں
نہیں لی جائے گی مثلاً اگر یہ کہیں کہ تمام انگریز گورے رنگ کے ہوتے ہیں تو ہم
اس کا عکس یہ نہیں لے سکتے کہ تمام سفید رنگ اشخاص انگریز ہیں۔ معکوس منہ
میں صرف چند سفید رنگ اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام انگریز سفید رنگ اشخاص
میں سے بعض ہیں) لہذا معکوس میں تمام سفید رنگ اشخاص کے متعلق کوئی حکم نہیں
لگایا جا سکتا البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض سفید رنگ اشخاص انگریز ہیں معکوس
میں کوئی طرف معکوس منہ سے زیادہ وسیع معنوں میں تو نہیں لی جا سکتی البتہ
کم وسیع معنوں میں لی جا سکتی ہے اس طرح کلیہ موجبہ کا معکوس جزئیہ موجبہ
ہوتا ہے اور قضیہ موجبہ جزئیہ کا معکوس بھی موجبہ جزئیہ ہی ہوتا ہے
بعض ہندوستانی عالم ہیں (معکوس منہ) یہ قضیہ اس قضیہ کے برابر ہے بعض ہندوستانی
دنیا کے عالموں میں سے بعض ہیں لہذا معکوس یہ ہوگا بعض عالم ہندوستانی ہیں اس

اس قاعدے کی دلیل یہ ہے کہ معکوس میں کوئی طرف معکوس منہ سے زیادہ وسیع معنوں میں نہیں لی گئی ہے۔ اسی دلیل سے یہ بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ **کلیہ سالبہ کا عکس کلیہ سالبہ ہی آتا ہے** کیونکہ اس صورت میں تباین قائم رہتا ہے اور کوئی طرف معکوس میں اس سے زیادہ وسیع معنوں میں نہیں لیجاتی جتنی کہ وہ معکوس منہ میں لی گئی تھی۔ کوئی آدمی گھوڑا نہیں ہے (معکوس منہ) کوئی گھوڑا آدمی نہیں ہے (معکوس) رہا۔ **قضیہ جزئیہ سالبہ عکس نہیں کیا جاسکتا** کیونکہ عکس یا تو کلیہ سالبہ ہوگا یا جزئیہ سالبہ اور ان دونوں صورتوں میں معکوس کا موضوع معکوس منہ کے موضوع سے زیادہ وسیع معنوں میں لیا جائگا

بعض مثلث متساوی الزاویہ نہیں ہوتے (معکوس منہ) یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بعض مثلث متساوی الزاویہ مثلث نہیں ہوتے۔

قاعدہ (۳) بالکل ظاہر ہے کہ قضیہ موجبہ کا عکس موجبہ ہوتا ہے اور سالبہ کا سالبہ کیونکہ اگر معکوس منہ موجبہ ہو تو موضوع محمول میں داخل ہوگا اور وہ اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قضایا سالبہ کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً جب یہ کہیں کہ تمام انسان فانی ہیں تو صفت فنا تمام انسانوں کی ذات میں پائی جانی تسلیم کی گئی ہے۔ اور کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ یہ صفت فنا کسی انسان میں نہ پائی جائے۔ اس طرح قضیہ موجبہ سے سالبہ اخذ نہیں کیا جاسکتا اور نہ سالبہ سے موجبہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

استنتاج کسے کہتے ہیں۔ تصدیقات معلومہ کو کیا کہتے ہیں اور نئے قضیہ کو جو ان سے معلوم ہوتا ہے کیا کہتے ہیں۔

استدلال استقرائی اور استدلال استخراجی میں کیا فرق ہے۔

منطقیوں کی اصطلاح میں ایک قضیہ سے دوسرا قضیہ بطور نتیجہ نکالنے کو کیا کہتے ہیں۔

استدلال نظری کسے کہتے ہیں۔

استنتاج بدیہی کے دو ابتدائی طریقوں کا کیا نام ہے اور وہ کیا قاعدے ہیں ہر قسم کے

نتائج نکالنے کا کیا قاعدہ ہے۔

قضایا حملیہ کا عکس

قضایا حملیہ کا عکس

(۱) قضیہ کلیہ موجبہ کا عکس جزئیہ موجبہ ہے۔

تمام پہاڑ سطح زمین سے بلند ہوتے ہیں (کلیہ موجبہ) معکوس

سطح زمین سے بعض بلند چیزیں پہاڑ ہیں (جزئیہ موجبہ)

(۲) جزئیہ موجبہ کا معکوس بھی جزئیہ موجبہ ہوتا ہے۔

بعض آدمی دانا ہیں جزئیہ موجبہ معکوس بعض دانا وجود آدمی ہیں۔ (جزئیہ موجبہ)

قضیہ جزئیہ موجبہ کے عکس میں کوئی طرف جامع نہیں ہوتی جو اصل میں جامع نہ ہو۔

بعض دھاتیں سفید ہوتی ہیں۔

معکوس بعض سفید چیزیں دھات ہوتی ہیں۔

(۳) کلیہ سالبہ کا عکس کلیہ سالبہ ہے۔

کوئی انسان فرشتہ نہیں (کلیہ سالبہ) کوئی فرشتہ انسان نہیں (کلیہ سالبہ)

قضیہ کلیہ سالبہ میں چونکہ دونوں اطراف جامع ہوتے ہیں اس کے عکس میں بھی وہ دونوں جامع ہونگے۔

پرندے دودھ نہیں دیتے معکوس

دودھ پلانے والے جانور پرندے نہیں ہوتے۔

(۴) جزئیہ سالبہ کا عکس نہیں ہوسکتا۔

بعض انسان حافظ نہیں ہیں (جزئیہ سالبہ) یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض حافظ انسان نہیں ہیں

قضایا جزئیہ موجبہ اور قضایا کلیہ سالبہ میں جو عکس ہوتا ہے وہ اس مقدار کا ہوتا ہے

جیساکہ اصل میں اور اصل میں اس سے زیادہ تبدیلی نہیں کی جا سکتی کہ عکس لینے کیلئے موضوع اور
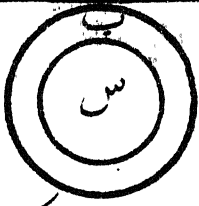
محمول کی جگہ باہم تبدیل کر دی جائے۔

دوائر کی صورت میں ان قضایا کی شکل حسب ذیل ہوگی۔

پ
س

قضیہ کلیہ موجبہ تمام س پ ہے

تمام س پ میں داخل ہے یعنے پ کا کچھ حصہ س سے منطبق ہوتا ہے لیکن سارا دائرہ پ س سے منطبق نہیں ہوتا۔

پ س

قضیہ سالبہ کوئی س پ نہیں ہے۔

دائرہ س دائرہ پ کے بالکل باہر ہے۔

اسی طرح پ س سے خارج ہے۔

پ س

قضیہ جزئیہ موجبہ کچھ س پ ہے۔

دائرہ س کا ایک حصہ دائرہ پ کے ایک حصہ سے منطبق ہوتا ہے۔
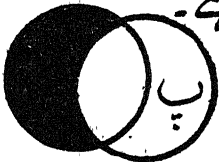
اسی طرح دائرہ پ کا ایک حصہ دائرہ س سے منطبق ہوتا ہے۔

پ

قضیہ جزئیہ سالبہ بعض س پ نہیں ہے۔

اس قضیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم سے کم س کا ایک حصہ پ سے بالکل خارج ہے اس سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ پ کا کوئی حصہ س سے خارج ہے کیونکہ اس صورت میں دائرہ اس طرح واقع ہوں گے س کا تاریک حصہ پ سے خارج ہے لیکن خود پ س میں داخل ہے۔

پ

یہ تو تم کو اختیار ہے کہ اصل قضیہ میں جو مقدار ہے اس سے کم نتیجہ میں ظاہر کرو۔ لیکن اس سے زیادہ ظاہر نہیں کر سکتے۔

قضایا شرطیہ کا عکس

(۱) موجبہ کلیہ شرطیہ کا عکس موجبہ جزئیہ شرطیہ آتا ہے۔

جب آفتاب نکلے گا تو دن ہو گا معکوس

کبھی ایسا ہو گا کہ اگر دن ہو گا تو آفتاب نکلا ہو گا۔

(۲) موجبہ جزئیہ شرطیہ کا عکس موجبہ جزئیہ شرطیہ ہی آتا ہے۔

کبھی ایسا ہو گا کہ آفتاب نکلے گا تو دن ہو گا معکوس

کبھی ایسا ہو گا کہ آفتاب نکلے گا تو دن ہو گا۔

(۳) سالبہ کلیہ شرطیہ کا عکس سالبہ کلیہ شرطیہ ہی آتا ہے۔

ہرگز ایسا نہیں کہ اگر آفتاب نکلے گا تو رات ہو گی۔

ہرگز ایسا نہیں کہ اگر رات ہو گی تو آفتاب نکلا ہو گا۔

(۴) قضایا منفصلہ کا عکس نہیں آتا کیونکہ منفصلات کے عکس سے اصل مطلب میں کچھ فرق نہیں پیدا ہوتا۔

عکس النقیض

عکس النقیض و قلب

استنتاج بالواسطہ کی اور صورتیں بھی ہیں جو عمل عکس conversion اور عمل عدل obversion کو ملانے سے پیدا ہوتی ہیں ان میں دو ایسی صورتیں عکس النقیض contraposition اور قلب inversion کہلاتی ہیں۔

عکس النقیض ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے ایک معلومہ قضیہ سے ہم ایک اور قضیہ اس طرح معلوم کرتے ہیں کہ پہلے تو قضیہ معلومہ کا عدل لیتے ہیں اور اس طرح سے جو قضیہ حاصل ہو اس کا عکس لے لیتے ہیں۔

بہ الفاظ دیگر اصل قضیہ کے نقیض محمول کو موضوع اور اصل قضیہ کے نفس موضوع کو محمول کرو اور کیفیت یعنے ایجاب و سلب میں اصل قضیئے سے اختلاف

کرو تو یہ نیا قضیہ عکس نقیض ہو گا۔

قضیہ معلومہ	عدل	عدل کا عکس یا عکس النقیض
کلیہ موجبہ تمام انسان فانی ہیں	کوئی انسان غیر فانی نہیں ہے (کلیہ سالبہ)	کوئی غیر فانی جسم انسان نہیں ہے (کلیہ سالبہ)
کلیہ سالبہ کوئی پرندہ حیوان مرضعہ نہیں ہے	تمام پرندے غیر مرضعہ ہیں (کلیہ موجبہ)	بعض غیر مرضعہ حیوان پرندے ہیں (جزئیہ موجبہ)
(جزئیہ موجبہ) بعض دہاتیں سفید ہوتی ہیں	بعض دہاتیں غیر سفید نہیں ہوتیں (جزئیہ سالبہ)	جزئیہ سالبہ کا عکس نہیں ہوتا لہذا جزئیہ موجبہ کا عکس النقیض نہیں ہوتا۔
(جزئیہ سالبہ) بعض دہاتیں سفید نہیں ہوتیں	بعض دہاتیں سفید نہیں ہوتیں (جزئیہ سالبہ)	بعض غیر سفید چیزیں دہاتیں ہوتی ہیں (جزئیہ موجبہ)

قلب

قلب Inversion استنتاج نتائج کا وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم ایک معلومہ قضیہ سے ایک اور قضیہ اس جیسا معلوم کر سکتے ہیں جس کا محمول وہی ہو لیکن موضوع اصلی قضیہ کا نقیض ہو۔

قلب Inversion کا قاعدہ یہ ہے ایک بار قضیہ معلومہ کا عکس لیتے ہیں اور پھر اس کا عدل کر لیتے ہیں۔ قضیہ کلیہ سالبہ میں پہلے عکس کر لیتے ہیں اور کلیہ موجبہ میں پہلے عدل کر لیتے ہیں تو قضیہ مطلوبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

پہلے کلیہ موجبہ ہی کو لیجئے تمام انسان فانی ہیں۔

(۱) اس کا عدل لینے سے یہ قضیہ حاصل ہوتا ہے کہ کوئی انسان غیر فانی نہیں ہے۔

(۲) اب (۱) کا عکس لو کوئی غیر فانی انسان نہیں ہے۔

(۳) اب (۲) کا معدول لو تمام غیر فانی غیر انسان ہیں۔

(۴) اب (۳) کو عکس کرو — بعض غیر انسان غیر فانی ہیں

(۵) اب (۴) کا معدول لو — بعض غیر انسان فانی نہیں ہیں (جزئیہ سالبہ)

اب کلیہ سالبہ کو لیجئے — کوئی حیوان ناطق نہیں ہے

(۱) اس کا عکس کرو — کوئی ناطق حیوان نہیں ہے۔

(۲) نمبر (۱) کا معدول لو — تمام ناطق غیر حیوان ہیں۔

(۳) نمبر (۲) کو عکس کرو — بعض غیر حیوان ناطق ہیں (جزئیہ موجبہ)

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف کلیہ موجبہ اور کلیہ سالبہ ہی کا قلب Inaeeroe ہوسکتا ہے کلیہ موجبہ کا قلب naaeeoe جزئیہ سالبہ ہے اور کلیہ سالبہ کا جزئیہ موجبہ۔ جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ کا قلب نہیں ہوسکتا کیونکہ موضوع سالبہ تک پہنچنے سے قبل جزئیہ سالبہ واقع ہوتا ہے جو عکس نہیں ہوسکتا اس لئے عمل ختم ہو جاتا ہے۔

قضایا شخصیہ کا عکس

قضایا شخصیہ گویا قضایا کلیہ ہیں اور اسی طرح ان کی نسبت عمل کیا جا سکتا ہے احمد نے بکر کو مارا۔ اس کے برابر ہے کہ احمد وہ شخص ہے جس نے بکر کو مارا اس واسطے اس کا عکس یہ ہے کہ کوئی شخص جس نے بکر کو مارا احمد ہے۔

ہندوستان جزیرہ نما ہے جب اس کا عکس لیا جائے تو قضیہ ذیل حاصل ہوتا ہے جزیرہ نماؤں میں سے کوئی ہندوستان ہے۔ اگر موضوع و محمول دونوں اسم معرفہ ہوں تو قضیہ ساوے طور سے معکوس ہو جاتا ہے۔ اکبر اعظم خاندان مغلیہ کا تیسرا بادشاہ تھا۔ خاندان مغلیہ کا تیسرا بادشاہ اکبر اعظم تھا۔

قضایا حملیہ و شرطیہ کے عکس کیوں کر لئے جاتے ہیں۔ عکس النقیض و قلب کی کیفیت بیان کرو

تحکیم

sub-alter nation

تحکیم

قضایا کلیہ سے جزئیہ تک اور جزئیہ سے کلیہ تک پہونچنا در انحالیکہ موضوع اور محمول

وہی رہے کلیہ موجبہ صحیح ہو تو جزئیہ موجبہ بھی صحیح ہوگا۔ لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ اس کا عکس صحیح ہو۔

کلیہ سالبہ صحیح ہو تو جزئیہ سالبہ بھی صحیح ہوگا لیکن اس کا عکس ضرور نہیں کہ صحیح ہو

جزئیہ موجبہ غلط ہو تو کلیہ موجبہ غلط ہوگا۔ اسی طرح اگر جزئیہ سالبہ غلط ہو تو کلیہ سالبہ غلط ہوگا لیکن ضرور نہیں ہے کہ اون کا بالعکس بھی غلط ہو۔

اوپر کے بیان پر ذرا پھر غور کرو دیکھو اس سے انتاج بدیہی کے حسب ذیل قواعد حاصل ہوتے ہیں۔

انتاج بدیہی کے قواعد

I اگر دو قضئے نقیض کامل ہوں تو ضرور ہے کہ ایک صحیح ہو اور دوسرا غلط مثلاً کلیہ موجبہ کے صدق سے جزئیہ سالبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں کلیہ موجبہ ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض انسان فانی نہیں ہیں۔

کلیہ سالبہ کے صدق سے جزئیہ سالبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں کلیہ موجبہ ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض انسان فانی نہیں ہیں

کلیہ سالبہ کے صدق سے جزئیہ موجبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

تمام درخت تبدیل جا نہیں کرتے۔ کلیہ سالبہ صحیح ہے یہ کہنا غلط ہوگا کہ بعض درخت تبدیل جا کرتے ہیں۔

جزئیہ موجبہ صحیح ہے تو کلیہ سالبہ ضرور غلط ہوگا۔

بعض آم ترش ہوتے ہیں صحیح ہے یہ کہنا غلط ہے کہ تمام آم ترش نہیں ہوتے

جزئیہ سالبہ صحیح ہے تو کلیہ موجبہ کا کذب لازم آتا ہے۔

بعض آم ترش نہیں ہوتے جزئیہ سالبہ صحیح ہے تو یہ غلط ہے کہ سب آم ترش ہوتے ہیں۔

کلیہ موجبہ غلط ہو تو جزئیہ سالبہ ضرور صحیح ہوگا۔ سب درخت ذی حس ہیں غلط ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض درخت ذی حس نہیں ہیں۔ کلیہ سالبہ غلط ہو تو جزئیہ موجبہ ضرور صحیح ہوگا۔

تمام درخت ذی حس نہیں ہوتے غلط ہے تو یہ صحیح ہے کہ بعض درخت ذی حس ہوتے ہیں۔ جزئیہ موجبہ غلط ہو تو کلیہ سالبہ ضرور صحیح ہوگا۔

بعض درخت ذی حس ہوتے ہیں غلط ہو تو یہ کہنا کہ سب درخت ذی حس نہیں ہوتے صحیح ہے۔ جزئیہ سالبہ غلط ہو تو کلیہ موجبہ ضرور صحیح ہوگا۔

بعض درخت ذی حس نہیں ہوتے غلط ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ سب درخت ذی حس ہوتے ہیں۔

II اگر دو قضیہ ایک دوسرے کی ضد ہوں تو دونوں صحیح نہیں ہو سکتے ایک ضرور غلط ہوگا اور ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں کلیہ موجبہ اور کلیہ سالبہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اگر کلیہ موجبہ صحیح ہوگا تو کلیہ سالبہ ضرور غلط ہوگا۔ تمام انسان فانی ہیں صحیح ہے تو تمام انسان فانی نہیں ہیں ضرور غلط ہے۔ تمام درخت ذی حس ہیں یا تمام درخت ذی حس نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں اسی طرح اگر کلیہ سالبہ صحیح ہو تو کلیہ موجبہ ضرور غلط ہوگا اور ممکن ہے کہ دونوں غلط ہوں۔

III دو قضیے متضاد مختلف ہوں تو دونوں غلط نہیں ہوتے ایک ضرور صحیح ہوگا اور ممکن ہے کہ دونوں صحیح ہوں۔

جزئیہ موجبہ کے کذب سے جزئیہ سالبہ کا صدق لازم آتا ہے اور جزئیہ سالبہ کے کذب سے جزئیہ موجبہ کا صدق۔

بعض آم میٹھے ہوتے ہیں غلط ہو تو
بعض آم میٹھے نہیں ہوتے ضرور صحیح یا دونوں صحیح۔

بعض بندروں کی دم نہیں ہوتی   غلط

بعض بندروں کی دم ہوتی ہے   ضرور صحیح یا دونوں صحیح

VI قضیہ ضروریہ سے قضیہ مطلقہ یا احتمالیہ لازم آتا ہے۔ لیکن مطلقہ یا احتمالیہ سے ضروریہ نہیں نکلتا۔

یہ درخت ضرور آم کے درخت ہیں اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ شاید درخت آم کے درخت ہیں۔

یقین کے اعلیٰ درجہ سے ادنیٰ درجہ تک انتاج ہو سکتا ہے لیکن ادنیٰ درجے سے اعلیٰ درجہ کا انتاج نہیں ہو سکتا

V قضیہ احتمالیہ کے عدم جواز سے قضیہ مطلقہ اور ضروریہ کا عدم جواز لازم آتا ہے اور مطلقہ کے عدم جواز سے ضروریہ کا عدم جواز

لیکن پچھلے سے پہلا لازم نہیں آتا وجہ یہ ہے کہ جب یقین کا ادنیٰ درجہ ہی مفقود ہو تو اعلیٰ درجہ کا انتاج کب ہو سکتا ہے اور جہاں اعلیٰ درجہ مفقود ہو تو ممکن ہے کہ ادنیٰ درجہ قائم رہے - جب یہ نہیں کہہ سکتے کہ "ممکن ہے کہ تمام انسان عقلمند ہوں (احتمالیہ) تو یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ضرور ہے کہ تمام انسان عقلمند ہوں (ضروریہ) اسی طرح جب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام اجسام مادی ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں (مطلقہ) تو یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ تمام اجسام مادی ایکدوسرے کو ضرور کھینچیں گے (ضروریہ)

( ) تحکیم کی تعریف اور قاعدے بیان کرو۔

قضایا ذیل کا عکس بیان کرو۔

تمام اجسام مادی ذی وسعت ہیں۔

بعض حیوانات پرندے ہیں۔

ہر عنصر دھات نہیں ہے۔

مادہ ناقابل فنا ہے۔

قضایاء ذیل کا معدول بیان کرو۔

فقط اجسام مادی کشش کرتے ہیں۔

بعض پودوں کے پھول نہیں ہوتے۔

عدل ایک نیکی ہے۔

قضایاء ذیل کا عکس النقیض بیان کرو۔

تمام حیوان فانی ہیں۔

کوئی مخلوق کامل نہیں۔

بعض حیوان بے حس ہوتے ہیں۔

قضایاء ذیل کے صدق سے نتائج یا تحکیم و بالمنافات مستنتج کرو۔

تمام اجسام مادی ذی وسعت ہیں۔

نیکوں کو اجر ملتا ہے

کوئی علم بے فیض نہیں۔

بعض کتابیں بے فائدہ ہیں۔

تمام دھاتیں سوائے ایک کے ٹھوس ہیں۔

قیاس Syllogism

تصور

تصور اور تصدیق کی تعریف تم اوپر پڑھ چکے ہو۔

تصور Concept ذہن کا وہ فعل ہے جس سے ہم صرف کسی شے سے واقف ہو جاتے ہیں یا تصور سے مراد کسی شے کا نقشہ ہے جو ذہن میں کھنچ جاتا ہے مثلاً لوہے سے ایک بہت سخت اور نہایت بکار آمد دھات کا خیال ذہن میں آتا ہے

تصدیق

تصدیق Judgement ذہن کا دوسرا عمل ہے تصور سے جو خیالات یا نقوش ذہن میں مرتسم ہو جاتے ہیں ان میں سے دو کو وہ باہم مقابلہ کرتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان میں توافق پایا جاتا ہے یا تباین۔ لوہا سخت دھات ہے لوہا اور سخت دھات دو چیزیں ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ لوہا بھی ویسی ہی چیز ہے جیسا کہ سخت دھاتیں ہوتی ہیں۔

ذہن میں جو تصدیقات موجود ہیں ان کو ذہن ایک خاص عمل سے (جو پہلے دونوں عملوں سے جو تصور اور تصدیق میں کام آتے ہیں مختلف ہے) ترتیب دیتا اور پھر ان سے تیسری ایک نامعلوم تصدیق پر پہونچتا ہے اس کو **حجت** یا **برہان** یا **قیاس** Syllogism کہتے ہیں۔ تصدیقات معلومہ مقدمہ اور تصدیق نامعلوم جس کو فکر مقدمات معلومہ سے دریافت کرتا ہے **نتیجہ** کہلاتے ہیں بہ الفاظ دیگر مقدمات معلومہ سے کسی نتیجہ نکالنے کو قیاس کہتے ہیں۔

قیاس

نتیجہ

نتیجہ نکالنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ

(۱) مقدمات بالکل صحیح ہوں اگر یہ مقدمات ہی غلط یا مشتبہ ہوں گے تو نتیجہ صحیح نہ نکل سکے گا اور یہ ضرورت واقع ہو گی کہ پہلے ان مقدمات کی صحت دریافت کی جائے **استدلال قیاسی** یہ ظاہر کرتا ہے کہ نتیجہ کی صحت دوسرے مقدمات سے جنکی صحت مسلمہ ہے کیونکر معلوم ہوتی ہے۔

(۲) ایک قیاس میں کسی لفظ کے جو معنے پہلے سے ایک بار مقرر کر لئے گئے ہیں ضرور ہے کہ ساری بحث میں وہی معنے لئے جائیں۔ اگر کسی بحث میں کسی لفظ سے کبھی ایک معنی اور کبھی دوسرے معنے لئے جائیں تو کوئی صحیح نتیجہ نہ نکلے گا۔

الحاصل جب چند قضئے اس طرح ترکیب دئے جائیں کہ ان کو مان لینے سے ایک دوسرے نئے قضیہ کا مان لینا لازم آئے تو ان کی ہئیت مجموعی کو **قیاس**

قیاس کی اقسام

syllogism کہتے ہیں اور نیا قضیہ نتیجہ conclusion کہلاتا ہے۔

قیاس کی قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) قیاس بسیط (۲) قیاس مرکب یا تسلسل (موصول النتائج مفصول النتائج)
(۳) قیاس اقترانی حملی (۴) قیاس اقترانی شرطی (مرکب دو متصلہ سے مرکب دو منفصلہ سے - مرکب حملیہ و متصلہ سے - مرکب حملیہ و منفصلہ سے - مرکب متصلہ و منفصلہ سے (۵) قیاس استثنائی یا منفصلہ (۶) قیاس خلف (۷) قیاس مساوات (۸) قیاس ذو الجہتین (۹) قیاس ظنی (۱۰) قیاس موجز

ان قیاسات کی مفصل تعریفات تو آگے بیان ہونگی پہلے اتنا سمجھ لو کہ اگر مقدمات سے بلا کسی شرط کے نتیجہ نکالیں تو قیاس حملیہ ہے اور اگر اس کی ساتھ کوئی شرط بھی ہو تو قیاس شرطیہ ہے۔

مقدمات سے نتیجہ نکالنے کے طریقے

اب ہم دو مقدموں سے نتائج نکالنے کے طریقے بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ ناممکن بات ہے کہ ہر ایک دو قضیوں سے کوئی نتیجہ نکل سکے۔ دیکھو ان دو قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

تمام انسان غلطی کرتے ہیں۔

تمام پرندے استخوان پشت ہوتے ہیں۔

دو قضیوں سے اس وقت کوئی نتیجہ نکلتا ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق ہو۔ یعنے ضرور ہے کہ ان دونوں میں کوئی حد مشترک ہو۔

تمام پرندے استخوان پشت ہیں۔

تمام چڑیاں پرندے ہیں۔

ان دونوں قضیوں میں اطراف "استخوان پشت"، اور چڑیوں میں وسطی

کڑی پرندوں سے تعلق پیدا ہو گیا ہے اس وجہ سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں
کہ تمام چڑیاں استخوان پشت ہیں۔ یہ مشترک طرف حد حد اوسط middle terim
کہلاتی ہے۔

تمام حیوانات مرضعہ استخوان پشت ہیں۔
ویل حیوان مرضعہ ہے
اس لئے ویل استخوان پشت ہے۔

اس قیاس میں طرف حیوان مرضعہ دونوں مقدموں میں مشترک ہے۔ اور
نتیجہ میں واقع نہیں ہوی لیکن مقدمات میں یہی شے ہے جو نتیجہ کی طرف رہنمائی
کرتی ہے۔

جن حدود میں حد اوسط کی وجہ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ **طرف اکبر**
majorterm اور **طرف اصغر** minor term کہلاتی ہیں پہلے دو قضیوں
میں سے ہر ایک جن سے کوئی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے **مقدمہ** premis
کہلاتا ہے کیونکہ یہ دلیل میں پہلے آتے ہیں اور تیسرا قضیہ جو ان دونوں سے
پیدا ہوتا ہے **نتیجہ** conclusion کہلاتا ہے طرف اکبر نتیجہ کا
محمول طرف اصغر نتیجہ کا موضوع ہوا کرتی ہے۔ حد اوسط نتیجہ میں نہیں
آتی جس مقدمہ میں طرف اکبر ہوتی ہے اوس کو ہمیشہ **کبریٰ** اور جس میں طرف
اصغر ہوتی ہے اس کو **صغریٰ** کہتے ہیں۔

سارے عمدہ اصول اسلام کی تعلیم میں داخل ہیں۔ (کبریٰ)
پرہیزگاری اور دیانت داری عمدہ اصول ہیں (صغریٰ)
پرہیزگاری اور دیانت داری اسلام کی تعلیم میں داخل ہیں۔ (نتیجہ)

یہ نتیجہ ایک قضیہ کلیہ موجبہ ہے۔

اسلام کی تعلیم میں داخل (طرف اکبر) پرہیزگاری اور دیانت داری طرف اصغر عمدہ اصول (حد اوسط)

سکے

لکڑی کی بنی ہوی چیزیں

پانی میں تیرنے والی چیزیں

پرہیزگاری

دیانت داری

عمدہ اصول

اسلام کی تعلیم
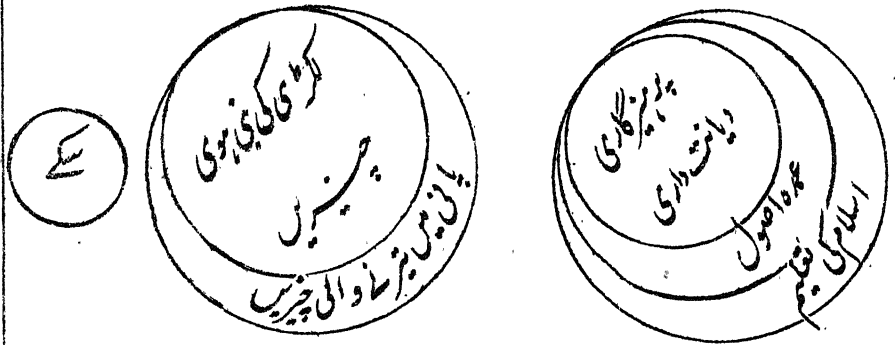
لکڑی کی بنی ہوی چیزیں پانی میں تیرتی ہیں (کبرے) کلیہ موجبہ
سکہ لکڑی کے بنے ہوے نہیں ہوتے (صغرے) کلیہ سالبہ
سکہ پانی میں نہیں تیرتے (نتیجہ) کلیہ سالبہ
پانی میں تیرنے والی چیزیں (طرف اکبر) سکہ (طرف اصغر)
لکڑی کی بنی ہوی چیزیں (حد اوسط)

یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کسی قیاس میں مقدمہ کبرے پہلے اور مقدمہ صغرے اس کے بعد ہو بلکہ تینوں قضئے خواہ کسی ترتیب سے بیان ہوں قیاس میں فرق نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ نتیجہ پہلے بیان کر دیا جائے۔ ویل استخوان پشت ہے کیونکہ وہ دودھ پلاتی ہے اور دودھ پلانے والے جانور استخوان پشت ہوتے ہیں

جب ہم قیاس کو منطقی طور پر ترتیب دیتے ہیں تو کبرے کو اول اور صغرےٰ کو اس کے بعد رکھتے ہیں اور نتیجہ سب سے آخر بیان کرتے ہیں۔ صغرےٰ کا موضوع نتیجہ کا موضوع اور کبرے کا محمول نتیجہ کا محمول ہوتا ہے اور یہی طرف اکبر ہے۔

ویل مچھلی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اور مچھلیاں اپنے

بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں۔

اس قیاس سے نتیجہ یہ ہے   ویل مچھلی نہیں ہے۔

مچھلی محمول ہے اور طرف اکبر ہے پس جس قضیہ میں یہ رہے وہی کبرٰے ہے

مچھلیاں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں   (کبرٰے)

ڈیل اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے   (صغرٰے)

اس لئے   ویل مچھلی نہیں ہے   (نتیجہ)

بعض دفعہ مقدمہ صغرٰی کو کبرٰے اور کبرٰے کو صغرٰے بنا دینے سے بھی نتیجہ میں فرق پڑ جاتا ہے۔

(۱) تمام درندے خوفناک ہیں   (کبرٰے)

(۲) تمام شیر درندے ہیں   (صغرٰے)

(۳) تمام شیر خوفناک حیوان ہیں   (نتیجہ) صحیح ہے

لیکن اگر قضیہ (۱) کو صغرٰے اور قضیہ (۲) کو کبرٰے قرار دیں تو قیاس کی صورت یہ ہوگی۔

تمام شیر درندے ہیں   (کبرٰے)

تمام درندے خوفناک ہیں   (صغرٰے)

تمام خوفناک جانور شیر ہیں (نتیجہ) غلط ہے کیونکہ صغرٰے میں خوفناک جامع نہیں ہے بلکہ اصل قضیہ یہ ہے تمام درندے بعض خوفناک جانور ہیں اس لئے خوفناک کے ساتھ لفظ تمام کہنا غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بعض خوفناک جانور شیر ہیں۔

قیاس کے قاعدے

Cannons of the syllogism —

قیاس کے قاعدے

دیکھو ایسے دو قضیہ اگرچہ وہ حد اوسط سے مربوط ہیں کوئی صحیح نتیجہ پیدا نہیں کرتے

تمام انسان فانی ہیں۔

کوئی پرندہ انسان نہیں ہے۔

ان دونوں قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ان قضیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی پرندہ فانی نہیں ہے جو خلاف واقعہ ہے۔ قضیوں سے صحیح نتائج پیدا ہونے کے لئے چند شرائط بھی ہیں جو **قیاس کے قاعدے** کہلاتے ہیں اور آسانی سے یاد رکھنے کے لئے ذیل میں ترتیب وار بیان کئے جاتے ہیں۔

قیاس بنانے کے دو قاعدے۔

(۱) قیاس میں صرف تین اطراف ہونے چاہئیں نہ کم نہ زیادہ۔

(۲) قیاس میں صرف تین قضئے ہونے چاہئیں۔

II مقدار اور جامعیت کے دو قاعدے۔

(۳) ہر قیاس میں کم سے کم ایک مقدمہ میں حد اوسط جامع ہونی چاہئے۔ یعنے اس کا اطلاق کلی افراد پر ہوا ہو یا کلی معنوں میں استعمال ہوی ہو۔

(۴) کوئی حد نتیجہ میں جامع واقع نہ ہونی چاہئے جو کسی نہ کسی مقدمہ میں جامع واقع نہ ہوی ہو۔

III کیفیت کے دو قاعدے۔

(۵) دو سالبہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۶) اگر ایک مقدمہ بھی سالبہ ہو تو نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا۔

IV حاصلات

(۷) دو جزئیہ قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۸) اگر مقدمات میں سے ایک بھی جزئیہ ہو تو نتیجہ ضرور جزئیہ ہوگا۔

پہلا اور دوسرا قاعدہ

پہلا اور دوسرا قاعدہ دراصل قیاس کی تعریف ہیں۔ قیاس میں صرف تین اطراف ہونے چاہئیں دو تو نتیجہ کے موضوع اور محمول ہوں اور ایک تیسری حد اوسط جو نتیجہ میں نہیں آتی اور جس کی وجہ سے پہلے دو اطراف اکبر و اصغر میں تعلق پیدا ہوتا ہے۔

دلیل ظاہر ہے کہ قیاس میں دو چیزوں (طرف اکبر اور طرف اصغر) کے متعلق یہ دیکھتے ہیں کہ آیا یہ ایک تیسری شئے (حد اوسط) سے ربط و تعلق رکھتی ہے یا نہیں اس لئے اول الذکر دو اشیاء کا مقابلہ کرنے کے لئے تیسری شئے کی ضرورت تو ہوتی ہے لیکن چوتھی کی نہیں ہوتی اور اگر کسی چوتھی شئے کو بیان کیا جائے تو دو چیزیں دو مختلف چیزوں سے مقابلہ کی جائینگی اور یہ نتیجہ نہ نکل سکے گا کہ آیا باہم کوئی ربط رکھتی ہیں یا نہیں۔

اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ کوئی طرف مبہم نہ ہو۔ اگر کسی قضیہ میں کوئی مبہم طرف ہو تو دراصل وہ دو اطراف ہیں۔ یہ دو معنی والی طرف عموماً حد اوسط ہوتی ہے مثلاً

ہر ایک اچھے قانون کی اطاعت کرنی چاہئے۔
کشش ثقل اچھا قانون ہے۔
کشش ثقل کی اطاعت کرنی چاہئے۔

یہاں لفظ قانون دو معنی رکھتا ہے اور پہلے دونوں قضیوں میں مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اگر تین سے کم حدیں ہوں تو دونوں طرف کے درمیان رشتہ دریافت کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں رہتا۔ اگر کسی قیاس میں بجائے تین کے چار اطراف ہوں تو اس دلیل میں یا تو دو قیاس ہونگے یا ایک بھی نہ ہوگا۔ مثلاً

(۱) زید چور ہے (۲) چور فراری ہے (۳) فراری مفقود الخبر ہے اس لئے زید مفقود الخبر ہے اس میں ۴ حدیں اور دو قیاسات ہیں۔ پہلے دو قضیوں سے زید فراری ہے لازم آتا ہے اور یہ قضیہ تیسرے قضئے سے مل کر نتیجہ زید مفقود الخبر ہے پیدا کرتا ہے۔

قضایا ذیل میں چار حدیں ہیں لیکن کوئی استدلال قائم نہیں ہوتا۔

(۱) زید چور ہے (۲) فراری مفقود الخبر ہے ۔ ذی حیات فانی ہیں۔ انسان ناطق ہیں نتیجہ نہ نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ ان قضیوں کے حدود میں کوئی ربط نہیں ہے۔

نیز قیاس میں صرف تین قضئے ہونے چاہئیں یعنے دو قضئے تو وہ جن کا مقابلہ حد اوسط کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے اور تیسرا نتیجہ یہ قاعدہ اول کا حاصل ہے اگر تین مقدمے ہوں تو یا تو ان کے اطراف میں کوئی نسبت معلوم نہ ہو گی بلکہ ان سے دو قیاس بنیں گے۔

زید عالم ہے   عالم باخبر ہوتے ہیں   باخبر عاقبت اندیش ہوتے ہیں

پہلے دو قضیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زید باخبر ہے اور اس نتیجہ کو تیسرے قضیہ سے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زید عاقبت اندیش ہے۔

ذیل کے قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

یورپ کے باشندے سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ جاپان کے باشندے زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔

اس قاعدے کے توڑنے کو **المغالطہ ذات الحدود الاربعہ** Fallacy of four terms کہتے ہیں۔

تیسرا قاعدہ

تیسرا قاعدہ حد اوسط باقی دونوں حدود میں تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور

اس فقرے کے کہ وہ کم سے کم ایک بار جامع ہو یہ معنی ہیں کہ وہ اطراف میں سے کسی نہ کسی میں یا تو پورے طور پر شامل ہو یا شامل نہ ہو ورنہ حد اکبر اس کے ایک حصہ کے ساتھ منطبق ہو جائے گی۔ اور حد اصغر اس کے دوسرے حصہ کے ساتھ۔ اس صورت میں ہم یہ نہ کہہ سکیں گے کہ آیا یہ دونو ایک دوسرے سے متعلق ہیں یا نہیں مثلاً دونو قضیوں میں

بعض کتے اچھے دربان کتے ہوتے ہیں۔

تمام تازی کتے ہیں۔

حد اوسط کتے جامع نہیں ہے۔ حدود دربان کتے اور تازی کتے حد اوسط کتوں کی مختلف اقسام ہیں اور تمام کتوں پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا۔
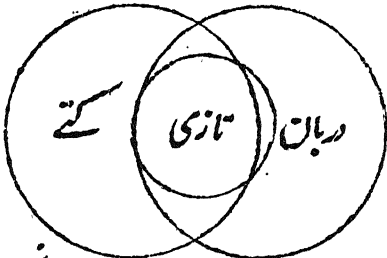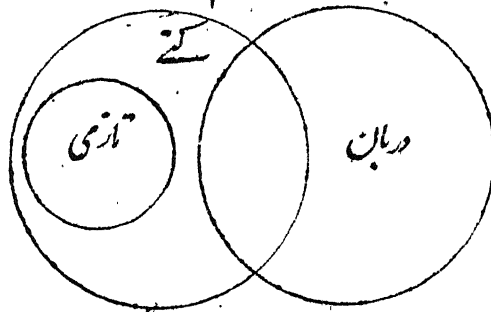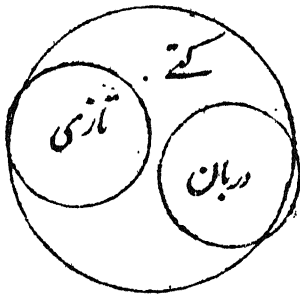
ان قضیوں سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ آیا تازی کتے بھی دربان کتے ہیں یا نہیں

تمام چینی ایشیا کے باشندے ہیں۔

تمام ہندوستانی ایشیا کے باشندے ہیں۔

ان قضیوں سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ بعض ہندوستانی چینی ہیں۔ کیونکہ مقدمات معلومہ سے چینیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ظاہر ہوتا۔ مقدمات سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی اور چینی دونو باشندگان ایشیا کا ایک حصہ ہیں لیکن مقدمات میں باشندگان ایشیا کے اس حصہ کا ذکر نہیں ہے

مقدمات میں سے کم از کم ایک میں حدا وسط اپنی پوری وسعت میں استعمال ہونی چاہئے یعنے وہ یا تو کسی قضیہ کلیہ کا موضوع ہو یا کسی قضیہ سالبہ کا موضوع یا محمول ہو کیونکہ قضایا میں یہی اطراف جامع ہوتے ہیں۔

اس قاعدے کے توڑنے کو

مغالطہ حدا وسط غیر محصور

کہتے ہیں :۔

بعض علما خدا کی ذات کے قائل نہیں۔

پادری عالم ہیں۔

پادری خدا کی ذات کے قائل نہیں۔

تمام بیگیات عورتیں ہیں۔

تمام دھوبنیں عورتیں ہیں

تمام دھوبنیں بیگیات ہیں۔

اگر حدا وسط ایک دفعہ اپنی کلی وسعت میں استعمال ہوی ہوتی تو یہ غلط نتیجہ نہ پیدا ہوتا۔

چوتھا قاعدہ

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ نتیجہ میں کوئی ایسی طرف جامع نہ ہونی چاہئے جو کسی ایک مقدمہ میں جامع نہ ہو۔ نتیجہ کے لئے ضرور ہے کہ وہ قضایا کے ذریعہ سے ثابت کیا گیا ہو۔ اس لئے کوئی حد جو اپنے کلی معنوں میں مقدمات میں نہ

استعمال ہوی ہو نتیجہ میں کلی معنوں میں استعمال نہیں ہو سکتی۔

اس قاعدے کے توڑنے سے جو مغالطہ پیدا ہوتا ہے وہ مغالطہ حد اکبر یا مغالطہ حد اصغر جیسی صورت ہو کہلاتا ہے۔ یعنے نتیجہ میں طرف اکبر یا طرف اصغر جامع واقع ہو درآنحالیکہ مقدمات میں وہ جامع واقع نہیں ہوی تھی۔

مغالطہ حد اکبر زیادہ رائج ہے کیونکہ وہ ایسی عیاں نہیں ہے جیسی کہ طرف اصغر

مغالطہ حد اکبر کی مثال حسب ذیل ہے:۔

کلب کے سب ممبر آزاد ہیں:۔
تاجر کلب کے ممبر نہیں ہیں۔
تاجر آزاد نہیں ہیں۔

اس مثال سے ظاہر ہے کہ طرف اکبر آزاد نتیجہ میں جامع استعمال کی گئی ہے کیونکہ وہ قضیہ سالبہ کا محمول ہے لیکن کبریٰ میں یہ جامع استعمال نہیں ہوی ہے۔

مغالطہ حد اصغر عموماً آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو قوم خود حکومت کر سکتی ہے اس کو مطلق العنان سلطنت کے قانون کا تابع نہ ہونا چاہیئے۔

بہت اقوام خود حکومت کرنے کے قابل ہیں۔
کسی قوم کو حکومت خود اختیاری کے قانون کا تابع نہ ہونا چاہیئے۔

اس قضیہ کا مغالطہ ظاہر ہے کیونکہ مقدمات میں بہت سے اقوام کے متعلق حکم لگایا گیا ہے نہ کہ تمام اقوام کے متعلق۔

پانچواں اور چھٹا قاعدہ قضایاء سالبہ کے متعلق ہے اور یہ آسانی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ دو قضایاء سالبہ کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتے۔

سقراط ہاتی نہیں ہے۔
بڑ کا درخت ہاتی نہیں ہے۔

اس سے کسی طرح یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ سقراط بڑ کا درخت ہے یا نہیں۔

تمام سینگدار جانور پرندے نہیں ہیں۔

کوئی پرندہ دودھ نہیں دیتا۔

ان تینوں قضیوں سے سینگدار جانوروں اور دودھ دینے والے جانوروں میں کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ان سے کوئی نتیجہ منطقی نہیں نکل سکتا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ صرف کسی حرف نفی کے ہونے سے کوئی قضیہ سالبہ نہیں ہو جاتا مثلاً یہ قضیہ کہ "جو شے مرکب نہ ہو عنصر ہے" سونا مرکب نہیں ہے اس لئے سونا عنصر ہے اگرچہ دونوں قضیوں میں حرف نفی ہے لیکن یہ حد اوسط سے متعلق ہے اور قضیہ دراصل موجبہ ہے۔

چھٹا قاعدہ

قاعدہ (۶) جبکہ ایک مقدمہ سالبہ اور دوسرا موجبہ ہو تو طرف اکبر و طرف اصغر میں سے ایک تو حد اوسط سے متعلق ہو گی اور دوسری نہ ہو گی اگر کوئی نتیجہ ممکن ہے تو وہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ طرف اصغر اور طرف اکبر کے درمیان کسی تعلق سے انکار کیا جائے یعنے ضرور ہے کہ نتیجہ سالبہ ہو۔

سالبہ مقدمہ کے لئے یہ ضرور ہے کہ نتیجہ بھی سالبہ ہو کیونکہ اگر دونوں مقدمات موجبہ ہوں تو جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہو سکتا ہے کہ طرف اصغر اور طرف اکبر کے درمیان کوئی تعلق تسلیم کریں اور اس کا انکار نہ کریں نتیجہ سالبہ ایسے تعلق کا انکار کرتا ہے اور اس کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اطراف میں ایک کو حد اوسط سے خارج کر دیا جائے یعنے ایک مقدمہ سالبہ ہو۔

بعض اوقات دو قضایا سالبہ سے بھی ایک نتیجہ نکل سکتا ہے

جو شخص کامل طور پر دیانت دار نہ ہو قابل اعتماد نہیں ہے۔

زیادہ کامل طور پر دیانت دار نہیں ہے۔

زید قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس مثال میں اگرچہ صغریٰ بہ ظاہر سالبہ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل اس میں حد اوسط یہ ہے "وہ شخص جو کامل طور پر دیانت دار نہیں" اس لئے صغریٰ دراصل موجبہ ہے اور قاعدہ پانچ اس سے نہیں ٹوٹتا۔

ساتواں قاعدہ

ساتواں اور آٹھواں قاعدہ جو جزئی قضیوں کے متعلق ہے۔ قاعدہ ہائے ماسبق سے پیدا ہوتا ہے۔ اب ساتویں قاعدے کو لو صرف جزئیہ موجبہ اور جزئیہ سالبہ قضایا رجزئیہ ہیں اور یہ چار ممکن صورتوں میں ملائے جا سکتے ہیں۔ یعنے

(۱) جزئیہ موجبہ　جزئیہ سالبہ　(۲) جزئیہ سالبہ　جزئیہ موجبہ

(۳) دونو جزئیہ موجبہ　(۴) دونوں جزئیہ سالبہ

ان میں سے دونوں جزئیہ سالبہ تو قاعدہ پانچ کی رو سے منع ہیں۔ دونو جزئیہ موجبہ میں کوئی طرف جامع نہیں ہے۔ اس لئے حد اوسط بھی جامع نہیں ہو سکتی اور قاعدہ (۳) ٹوٹتا ہے۔

جزئیہ موجبہ جزئیہ سالبہ اور جزئیہ سالبہ جزئیہ موجبہ میں صرف ایک طرف جامع ہوتی ہے یعنے جزئیہ سالبہ کا محمول اور ضرور ہے کہ قاعدہ (۳) کے بہ موجب یہ حد اوسط ہو اس لئے مقدمات میں نہ تو صغریٰ جامع ہوتا ہے نہ کبریٰ لیکن اگر ان سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو قاعدہ (۵) کے بہ موجب سالبہ ہونا چاہئے اور اس لئے نتیجہ کا محمول جامع ہوگا جو قاعدہ (۴) کے بہ موجب مغالطہ حد اکبر ہے۔

مثلاً یہ قیاس کہ "مدارس کا نصاب مقرر کرنے والے بعض عربی داں ہوتے ہیں بعض عربی داں حافظ قرآن ہوتے ہیں۔

تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ بعض لوگ جو مدارس کا نصاب تعلیم مقرر کرتے ہیں حافظ قرآن ہوتے ہیں۔

اس قیاس میں حدِ اوسط عربی داں ہے جو اول قضیہ کا محمول اور دوسرے قضیہ کا موضوع ہے اور کہیں بھی جامع نہیں ہے اس لئے تیسرے قاعدہ کے خلاف ہے

آٹھواں قاعدہ

اب آٹھویں قاعدہ کو خیال کرو ایک قضیہ جزئی اور دوسرا کلی ہوں تو اگر دونوں موجبہ ہیں تو وہ کلیہ موجبہ یا جزئیہ موجبہ ہونگے یا اس کے برعکس جزئیہ موجبہ اور کلیہ موجبہ تو صرف ایک طرف یعنے کلیہ موجبہ کا موضوع جامع ہوگا اور قاعدہ (۳) کے بہ موجب ضرور ہے کہ یہ حدِ اوسط ہو لیکن کوئی طرف نتیجہ میں جامع نہیں ہوتی۔ جب تک کہ وہ قاعدہ (۴) کو نہ توڑے۔ مقدمات میں اگر ایک بھی سالبہ ہو تو ضرور ہے کہ وہ کلیہ موجبہ۔ جزئیہ سالبہ یا جزئیہ سالبہ کلیہ موجبہ یا کلیہ سالبہ جزئیہ موجبہ یا جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ ہوں گے۔ ان میں صرف ایک طرف جامع ہوتی ہے یعنے کلیہ موجبہ کا موضوع اور ضرور ہے کہ قاعدہ (۳) کے بہ موجب یہ حدِ اوسط ہو مگر نتیجہ میں کوئی طرف قاعدہ ۴ کو توڑے بغیر جامع نہیں ہو سکتی اگر مقدمات میں سے ایک بھی سالبہ ہو تو وہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ (۲) جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ (۳) کلیہ سالبہ جزئیہ موجبہ (۴) جزئیہ موجبہ کلیہ سالبہ ہونگے اور ان میں دو اطراف جامع ہوں گے اور چونکہ ضرور ہے کہ قاعدہ (۳) کے بہ موجب ایک ان میں سے حدِ اوسط ہو تو نتیجہ میں صرف ایک ہی طرف قاعدہ (۴) کو توڑے بغیر جامع ہو سکتی ہے لیکن چونکہ قاعدہ (۶) کے بہ موجب ضرور ہے کہ نتیجہ سالبہ ہو نتیجہ کا محمول طرف جامع ہوگا اور اس واسطے نتیجہ کا موضوع طرف جامع نہ ہوگا یعنے طرف جزئی ہوگا۔

بعض حافظ اچھے قاری نہیں ہوتے۔

کل ماہرین علم قراءت اچھے قاری ہوتے ہیں۔

تو یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ کل حافظ ماہر علم قراءت نہیں ہوتے اس سے

چوتھا قاعدہ ٹوٹتا ہے ہم نے کبریٰ میں بعض حافظوں کی نسبت کچھ کیفیت بیان کی ہے اس سے سارے حفاظ کی نسبت نتیجہ نکالنا غلط ہے۔

قیاس بسیط یا قیاس مفرد

mediate Inference-

قیاس بسیط یا قیاس مفرد

جب دو قضیوں سے کوئی نتیجہ نکل آئے تو قیاس مفرد یا قیاس بسیط کہلاتا ہے

(۱) تمام سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔

(۲) زمین ایک سیارہ ہے

(۳) زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

یہ قیاس بسیط بھی ہے اور حملیہ بھی۔

(۲) اگر زمین سیارہ ہے تو وہ سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

زمین سیارہ ہے زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

قیاس بسیط اور شرطیہ ہے۔

(۳) اگر ایک خط مستقیم دوسرے خط مستقیم پر اس طرح واقع ہو کہ دونوں زاویے جو ان خطوط کے ملنے سے بنتے ہیں آپس میں برابر ہوں تو دونوں زاویہ قائمہ ہوں گے۔

ا

د ب س
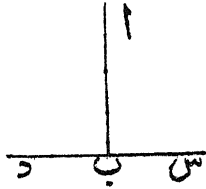
خط ا ب خط س د پر اس طرح واقع ہوتا ہے کہ زاویہ ا ب س برابر ہے زاویہ ا ب د کے لہذا زاویہ ا ب س اور ا ب د دونوں قائمہ ہیں۔ قیاس بسیط شرطیہ ہے۔

قیاس اقترانی

قیاس اقترانی پہلے ایک جزئی چیز کو ایک کلی کی فرد قرار دیں۔ پھر اس

کلی پر ایک حکم لگائیں اور یہ ثابت کریں کہ جو حکم کلی پر لگایا گیا ہے وہ اس کے جزو پر بھی صادق آتا ہے۔

تمام انسان فانی ہیں — فلاطون انسان ہے — فلاطون فانی ہے

قیاس اقترانی حملی

قیاس اقترانی حملی ایسا قیاس اقترانی جس میں کوئی شرط نہ ہو قیاس حملیہ یا قیاس اقترانی حملی کہلاتا ہے اگر کوئی شرط بھی لگی ہو تو قیاس اقترانی شرطی

تمام پرندے انڈے دیتے ہیں۔

چوپایہ انڈے نہیں دیتے۔

پرندے چوپایہ نہیں ہیں۔

معصوموں کو سزا نہیں ملتی۔

زید کو سزا نہیں ملی۔

زید معصوم ہے۔

قضایاء اقترانی حملی ہیں۔ شرطیہ کا بیان آگے آئے گا۔

قیاس کی اشکال اربعہ

قیاس کی اشکال اربعہ

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حد اوسط قیاس کا ایک رکن اعظم ہے۔ مقدمات کبرٰے اور صغرٰے میں حد اوسط حسب ذیل چار طریقوں سے واقع ہو سکتی ہے جس سے قیاس کی چار شکلیں بنتی ہیں۔

شکل اول حد اوسط مقدمہ صغرٰی میں محمول اور کبرٰی میں موضوع ہو

سب آدمی جاندار ہیں (صغرٰے)

سب جاندار جسم ہیں (کبرٰے)

سب آدمی جسم ہیں (نتیجہ)

شکل دوم حداوسط دونوں میں محمول ہو۔

سب آدمی جاندار ہیں۔ (صغرٰے)

کوئی پتھر جاندار نہیں۔ (کبرٰے)

کوئی آدمی پتھر نہیں۔ (نتیجہ)

شکل سوم حداوسط دونوں میں موضوع ہو۔

سب پھل نباتات ہیں (صغرٰے)

سب پھل کھانے کے قابل نہیں ہوتے (کبرٰے)

بعض نباتات کھانے کے قابل نہیں ہوتے (نتیجہ)

شکل چہارم حداوسط مقدمہ صغرٰے میں موضوع اور کبرٰے میں محمول ہو

سب سونا دھات ہے (صغرٰے)

سب کندن سونا ہے (کبرٰے)

بعض دھاتیں کندن ہیں (نتیجہ)

شکل اول بدیہی الانتاج ہے یعنے اس صورت میں قیاس قائم کرنے سے نتیجہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ باقی تینوں کم و بیش نظری ہیں۔

قیاس کی اشکال اربعہ کی ضربیں moods

حداوسط کے موقعہ کے لحاظ سے تو قیاس کی چار شکلیں معلوم ہوئیں لیکن قیاسات سے کمیت quantity اور کیفیت quality کے لحاظ سے بھی فرق ہوتا ہے یعنے مقدمات قیاس موجبہ ہونگے یا سالبہ کلیہ یا جزئیہ ان مقدمات کے اجتماع سے ہر شکل کی سولہ اور چاروں شکلوں کی چونسٹھ صورتیں ہونی ممکن ہیں لیکن یہ سب کی سب منتج نہیں ہوتیں بلکہ صرف بائیس منتج valid ہوتی ہیں

شکل اول کا خاص قاعدہ

باقی عقیم inva lial یعنے غیر منتج ہیں ان میں سے بعض کا غیر منتج ہونا تو قیاس کے قواعد سے معلوم ہو جاتا ہے جو اوپر بیان ہو چکے ہیں اور بعض کا اون خاص قواعد سے معلوم ہوتا ہے جو ان چاروں شکلوں میں سے ہر ایک کے لئے مقرر ہیں اس لئے ہم ہر شکل کی مخصوص قواعد اور ضربوں پر غور کرتے ہیں تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ **شکل اول** میں حد اوسط صغرےٰ میں محمول اور کبرے میں موضوع ہوتی ہے اس شکل کا خاص قاعدہ یہ ہے کہ (۱) **مقدمہ صغری موجبہ** (۲) **مقدمہ کبرے کلیہ** ہو

(صغرے)	سب دھاتیں عنصر ہیں	(موجبہ کلیہ)
(کبرے)	سب عنصر بسیط ہیں	(کلیہ موجبہ)
(نتیجہ)	سب دھاتیں بسیط ہیں	(موجبہ کلیہ)

ایجاب صغرے کی شرط اس لئے ہے کہ مقدمہ صغرے میں جو موضوع ہے وہی نتیجہ کا موضوع ہے اس لئے پہلے یہ حد اوسط کی ذیل میں داخل ہولے تو وہ حکم جو کبرے میں حد اوسط پر لگایا گیا ہے اس موضوع تک پہونچیگا اگر صغرے سالبہ ہوگا تو طرف اصغر حد اوسط کی فرد نہ ہوگا اور جو حکم کبرے میں حد اوسط پر لگا ہے وہ اُس تک نہ پہونچے گا۔

مقدمہ کبرے کی کلیت کی شرط کی یہ وجہ ہے کہ اگر کبرے کلیہ نہ ہوگا تو اسکے موضوع (یعنے حد اوسط) کے بعض افراد پر حکم ہوگا اور بعض اس حکم سے خارج رہیں گے اور جب بعض خارج رہے تو احتمال باقی رہتا ہے کہ شاید بعض خارج شدہ میں موضوع صغرے بھی ہو تو اس صورت میں بھی حکم اس تک نہ پہونچا اور نتیجہ نہ نکلا اس طرح ثابت ہوا کہ اگر صغرے موجبہ اور کبرے کلیہ نہ ہوگا تو حد اصغر کا اندراج حد اوسط کے اون افراد میں جو کبرے میں محکوم الیہ ہیں ضروری نہ

ہوگا اس لئے نتیجہ نکالنے کے واسطے ضرور ہے کہ صغرےٰ موجبہ اور کبرےٰ کلیہ ہو
ان قاعدوں کو پیش نظر رکھ کر یہ دیکھو کہ شکل اول کی کس قدر ضربیں منتج
ہیں اور کس قدر عقیم۔
شکل اول کی سولہ صورتیں حسب ذیل ہیں:۔

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	وجہہ	ضرب کا نام	مثال
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	.	مم	سب سیارے حرکت کرتے ہیں سب حرکت کرنے والے قانون کشش کے تابع ہیں سب سیارے قانون کشش کے تابع ہیں
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	عقیم	دوسری شرط مفقود ہے یعنے کبریٰ کلیہ نہیں ہے	.	.
۳	〃	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	.	مس	تمام نباتات زمین سے پیدا ہوئے ہیں کوئی شی زمین سے پیدا ہونے والے اجرام سماوی نہیں ہے کوئی نباتات اجرام سماوی نہیں ہے۔
۴	〃	سالبہ جزئیہ	عقیم	〃		
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	.	ومو	بعض آم کھٹے ہوتے ہیں تمام کھٹی چیزیں بارد ہیں بعض آم بارد ہیں۔

۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	عقیم	قاعدہ (۷) دشرط دوم مفقود		
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	.	وسل"	بعض جاندار آدمی ہیں۔ کوئی آدمی پرندہ نہیں بعض جاندار پرندے نہیں
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	عقیم	قاعدہ (۵) شرط دوم مفقود	.	.
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	//	پہلی شرط مفقود یعنی صغریٰ موجبہ نہیں	.	.
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	//	دونوں شرطیں مفقود نہ صغریٰ موجبہ نہ کبریٰ کلیہ	.	.
۱۱	//	سالبہ کلیہ	//	قاعدہ ۵ شرط اول مفقود	.	.
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	//	قاعدہ ۵ دونوں شرطیں مفقود	.	.
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	//	پہلی شرط مفقود	.	.
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	//	قاعدہ ۷ دونوں شرطیں مفقود	.	.
۱۵	//	سالبہ جزئیہ	//	قاعدہ ۵ شرط اول مفقود	.	.
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	//	قاعدہ ۵ دونوں شرطیں مفقود	.	.

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار شکلیں منتج ہیں اور باقی عقیم۔

اب دوسری شکل لو۔

حد اوسط مقدمات صغریٰ و کبریٰ دونوں میں محمول ہو۔

(صغریٰ)	سب دہاتیں عنصر ہیں	(کلیہ موجبہ)
(کبریٰ)	کوئی مرکب عنصر نہیں	(کلیہ سالبہ)
(نتیجہ)	کوئی دہات مرکب نہیں۔	(کلیہ سالبہ)

اس شکل کی ضربیں بھی کچھ تو قواعد قیاس سے اور کچھ دوسری شکل کی خاص شرطوں سے ثابت ہوتی ہیں۔

دوسری شکل کی خاص شرطیں

دوسری شکل کی خاص شرطیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) دونو مقدمے **کیفیت** میں **مختلف** ہوں یعنے ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ اس صورت میں نتیجہ ہمیشہ سالبہ ہوگا۔

(۲) مقدمہ کبرٰے کلیہ ہو۔

پہلی شرط کی تو اس وجہ سے ضرورت ہے کہ حد اوسط دونو مقدموں میں محمول ہونے کی وجہ سے اگر دونوں مقدمے موجبہ یا دونو سالبہ ہونگی تو شکل عقیم ہو جائے گی۔ دونوں سالبہ ہونے کی صورت میں تو قیاس کے قاعدہ (۵) کی رو سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا رہے دونوں موجبہ تو اگر دونوں قضیوں کے موضوع میں اتفاق سے **تساوی** کی نسبت ہو یا عام خاص مطلق کی نسبت اس طرح ہو کہ موضوع صغرٰے خاص ہو اور موضوع کبرٰے عام تو نتیجہ ٹھیک نکلے گا نہیں تو نہیں مثلاً

کل آدمی جاندار ہیں	(صغرٰے)
کل ناطق جاندار ہیں	(کبرٰے)
کل آدمی ناطق ہیں	(نتیجہ)

آدمی اور ناطق میں تساوی کی نسبت ہے۔ نتیجہ درست ہے۔ اسی طرح

کل آدمی جسم ہیں۔
کل جاندار جسم ہیں۔
کل آدمی جاندار ہیں۔

آدمی اور جاندار میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ نتیجہ درست ہے لیکن ان دو

صورتوں کے علاوہ اور تمام صورتوں میں نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ جب دونو مقدمات میں حداوسط محمول ہے تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ مقدمہ صغرےٰ کا موضوع اور مقدمہ کبریٰ کا موضوع ایک ہی کلی کی ذیل میں داخل ہیں۔ اب نتیجہ میں ایک قضیہ دونوں مقدموں سے اس طرح بنے گا کہ موضوع صغرےٰ اوس کا موضوع ہوگا اور موضوع کبرےٰ اس کا محمول جس کے یہ معنے ہیں کہ موضوع صغرےٰ (محمول نتیجہ) ایک کلی ہے جس کے ذیل میں موضوع نتیجہ بھی داخل ہے اور اس کی فرد ہے۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ دونوں ایسی چیزیں ایک ایسی کلی کی فرد قرار دی گئی ہوں جو اوس کی ذیل میں نہ آسکیں۔ مثلاً انسان اور گھوڑا جاندار کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ لیکن انسان گھوڑے کے ذیل میں نہیں آسکتا۔

تمام انسان جاندار ہیں۔

تمام گھوڑے جاندار ہیں — نتیجہ یہ نکلا کہ

تمام انسان گھوڑے ہیں — جو غلط ہے

چونکہ منطق میں اصول کلیہ سے بحث کی جاتی ہے اور جس صورت میں کہ حداوسط دونوں مقدموں میں محمول ہو دونوں مقدموں کے موجبہ ہونے سے کلیتہً نتیجہ نہیں نکلتا اس لئے قاعدہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ دونوں مقدمے مختلف کیفیت کے ہونے چاہئیں ایک موجبہ ہو تو ایک سالبہ

اب دوسری شرط لو یعنے مقدمہ کبرے کلیہ ہونا چاہئے ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ دونوں مقدموں میں سے ایک موجبہ اور ایک سالبہ ہونا ضرور ہے اور اس صورت میں نتیجہ سالبہ ہوگا اور نتیجہ سالبہ ہے تو نتیجہ کا محمول اپنے کلی معنوں میں لیا جانا ضرور ہے اور چونکہ محمول نتیجہ میں کلی معنوں میں لیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ جب وہ مقدمہ کبرے میں موضوع واقع ہوا تھا تو کلی معنوں میں ہو پس مقدمہ کبرے کا موضوع کلی ہونا لازم ہے اب دیکھو کہ شکل ثانی میں کس قدر ضربیں نتیج

اور کس قدر عقیم ہیں۔

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	وجہ	نام	مثال
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	پہلی شرط مفقود	.	.
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	عقیم	دوسری شرط مفقود	.	.
۳	″	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	.	مَسَّ	تمام ثوابت منور ہیں کوئی سیارہ منور نہیں ہے کوئی سیارہ ثوابت نہیں ہے
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	عقیم	دوسری شرط مفقود	.	.
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	پہلی شرط مفقود	.	.
۶	″	موجبہ جزئیہ	″	دونوں شرطیں مفقود و قاعدہ	.	.
۷	″	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	.	وسل	بعض اجرام سماوی ثوابت ہیں کوئی متحرک ثوابت نہیں بعض اجرام سماوی متحرک نہیں
۸	″	سالبہ جزئیہ	عقیم	دوسری شرط مفقود و قاعدہ	.	.
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	.	سمس	کوئی پتھر جاندار نہیں سب آدمی جاندار ہیں کوئی پتھر آدمی نہیں۔
۱۰	″	موجبہ جزئیہ	عقیم	دوسری شرط مفقود	.	.
۱۱	″	سالبہ کلیہ	″	قاعدہ ۵ و پہلی شرط مفقود	.	.
۱۲	″	سالبہ جزئیہ		قاعدہ ۵ دونوں شرطیں مفقود	.	.

۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	.	مکمل	بعض جاندار آدمی نہیں سب ناطق آدمی ہیں۔ بعض جاندار ناطق نہیں
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	عقیم	دوسری شرط مفقود وقاعدہ ۵	.	.
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	عقیم	پہلی شرط مفقود وقاعدہ ۵	.	.
۱۶	״	سالبہ جزئیہ	״	دونوں شرطیں مفقود وقاعدہ ۵ و ۷	.	.

شکل ثانی کی بھی چار ہی ضربیں منتج ہیں اور یہ چاروں سالبہ ہیں۔ دو جزئی دو کلی

تیسری شکل

تیسری شکل یہ ہے کہ حدا وسط دونوں مقدموں میں موضوع ہو۔

سب مدرسے مکان ہیں۔
سب مدرسے تعلیم گاہ ہیں۔
بعض مکان تعلیم گاہ ہیں۔

تیسری شکل کی شرطیں

تیسری شکل کی شرطیں یہ ہیں:

(۱) دونو مقدموں صغرٰے وکبرے میں کم سے کم ایک کلیہ ہو خواہ دونو کلیہ ہوں۔

(۲) مقدمہ صغرٰے موجبہ ہو۔

(۳) تیسری شکل کا نتیجہ ہمیشہ قضیہ جزئیہ ہوتا ہے۔

پہلی شرط کی وجہ تو ظاہر ہے کہ اگر دونوں مقدموں میں سے ایک بھی کلیہ نہ ہوگا تو دونوں جزئیہ ہوں گے اور دو جزئیہ مقدموں سے قیاس کے قاعدہ (۷) کے موافق کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

دوسری شرط کہ مقدمہ صغرٰے موجبہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر موجبہ نہ ہوگا تو

سالبہ ہوگا اور سالبہ ہوگا تو قیاس کے قاعدہ (۶) کے موافق نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا اور حد اکبر جو نتیجہ میں محمول ہے جامع ہوگی۔ حالانکہ مقدمات میں یہ جامع طور پر استعمال نہیں ہوئی۔ کیونکہ حد اکبر مقدمہ کبرٰے میں محمول ہے۔ جو از روئے قاعدہ (۵) موجبہ ہونی ضرور ہے اور یہ جامع نہیں ہوسکتی جب تک مقدمہ کبرٰے قضیہ سالبہ نہ ہو۔ اس طرح مقدمہ کبرٰے سالبہ بھی ہوا اور موجبہ بھی جو محال ہے اس لئے مقدمہ صغرٰے کا موجبہ ہونا لازم ہے۔

اب رہا نتیجہ کا جزئیہ ہونا تو مقدمہ صغرٰے موجبہ ہے تو اس کا محمول جامع نہیں ہے اس لئے نتیجہ میں بھی یہ حد جامع نہیں ہوسکتی یعنے جزئیہ ہوگی۔

اب تیسری شکل کی منتج اور عقیم ضربوں پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف چھ منتج ہیں اور باقی عقیم۔

نمبر شمار	صغرٰے	کبرٰے	نتیجہ	وجہ	نام	مثال
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	۰	مموٗ	سب آدمی جاندار ہیں سب آدمی ناطق ہیں بعض جاندار ناطق ہیں
۲	"	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	۰	مٓو	سب آدمی جاندار ہیں بعض آدمی عالم ہیں بعض جاندار عالم ہیں
۳	"	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	۰	مسلؔ	سب آدمی جاندار ہیں کوئی آدمی گھوڑا نہیں بعض جاندار گھوڑا نہیں

۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	.	کُمُل	سب آدمی جاندار ہیں بعض آدمی عالم نہیں بعض جاندار عالم نہیں
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	.	وَمُوْ	بعض آدمی جاندار ہیں سب آدمی ناطق ہیں بعض جاندار ناطق ہیں
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	عقیم	قاعدہ ۷ پہلی شرط مفقود		.
۷	〃	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	.	وسُل	بعض آدمی جاندار ہیں کوئی آدمی پتھر نہیں بعض جاندار پتھر نہیں
۸	〃	سالبہ جزئیہ	عقیم	پہلی شرط مفقود	.	.
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	〃	دوسری شرط مفقود	.	.
۱۰	〃	موجبہ جزئیہ	〃	〃	.	.
۱۱	〃	سالبہ کلیہ	〃	〃 قاعدہ ۵	.	.
۱۲	〃	سالبہ جزئیہ	〃	〃 〃	.	.
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	〃	〃	.	.
۱۴	〃	موجبہ جزئیہ	〃	دونوں شرطیں مفقود قاعدہ ۵	.	.
۱۵	〃	سالبہ کلیہ	〃	دوسری شرط مفقود و قاعدہ ۵	.	.
۱۶	〃	سالبہ جزئیہ	〃	دونوں شرطیں مفقود و قاعدہ (۵)		

چوتھی شکل

چوتھی شکل میں حد اوسط مقدمہ صغرٰے میں موضوع اور کبرٰے میں محمول ہوتی ہے

تمام انسان فانی ہیں۔

تمام حکماء انسان ہیں

بعض فانی حکما ہیں۔

چوتھی شکل کی شرطیں

چوتھی شکل کی شرطیں یہ ہیں۔

(۱) اگر مقدمہ کبرٰی موجبہ ہو تو مقدمہ صغرٰے کلیہ ہونا چاہیے

کیونکہ مقدمہ کبرٰے موجبہ ہونے کی صورت میں حد اوسط اس میں جامع نہ ہوگی اس لئے ضرور ہے کہ حد اوسط مقدمہ صغرٰے میں جامع ہو اس واسطے اس کا کلیہ ہونا لازم ہے۔

(۲) اگر کوئی مقدمہ سالبہ ہے تو مقدمہ کبرٰی کلیہ ہونا لازم ہے

کیونکہ نتیجہ سالبہ ہوگا اور اس کا محمول جامع ہوگا اس لئے اس محمول کا مقدمہ کبرٰے میں بھی جامع ہونا ضرور ہے اس لئے مقدمہ کبرٰے کلیہ ہونا چاہیے

(۳) اگر مقدمہ صغرٰے موجبہ ہے تو نتیجہ جزئیہ ہونا لازم ہے کیونکہ اگر نتیجہ کلیہ ہو تو موضوع جامع ہوگا مگر وہ مقدمہ میں جامع نہیں ہے کیونکہ مقدمہ موجبہ ہے

شکل چہارم میں (۸) شکلیں منتج اور (۸) عقیم ہیں۔

نمبر شمار	صغرٰے	کبرٰے	نتیجہ	وجہ	نام	مثال
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	-	ممو	سب آدمی جاندار ہیں سب ناطق آدمی ہیں بعض جاندار ناطق ہیں
۲		موجبہ جزئیہ	رر	-	مو	سب آدمی جاندار ہیں

						بعض شکاری آدمی ہیں بعض جاندار شکاری ہیں
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ		مسل	سب آدمی جاندار ہیں کوئی گھوڑا آدمی نہیں بعض جاندار گھوڑے نہیں
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	.	کلّ	سب آدمی جاندار ہیں بعض مرضعہ آدمی نہیں بعض جاندار مرضعہ نہیں
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	عقیم	پہلی شرط مفقود	.	.
۶	"	موجبہ جزئیہ	"	قاعدہ (۷)	.	.
۷	"	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	.	وسل	بعض آدمی کالے ہوتے ہیں کوئی پتھر آدمی نہیں بعض کالے پتھر نہیں
۸	"	سالبہ جزئیہ	عقیم	قاعدہ ۷	.	.
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	.	سمس	کوئی پتھر آدمی نہیں سب ناطق آدمی ہیں کوئی پتھر ناطق نہیں
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	.	سول	کوئی آدمی پتھر نہیں بعض کالے آدمی ہیں بعض پتھر کالے نہیں
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	عقیم	قاعدہ (۵)	.	.

۱۲	کلیہ سالبہ	سالبہ جزئیہ	عقیم	قاعدہ (۵)		
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	۔	لل	بعض جاندار کالے نہیں سب آدمی جاندار ہیں بعض کالے آدمی نہیں
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	عقیم	قاعدہ ۷	۔	۔
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	عقیم	قاعدہ ۵	۔	۔
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	ر	قاعدہ (۵) و (۷)	۔	۔

ضربوں کے نام

ضربوں کے نام جو ہم نے ہر ایک ضرب کے آگے لکھے ہیں یاد کرلینے بہت مفید ہیں یہ نہ سمجھو کہ یہ نام بے فائدہ رکھ لئے گئے ہیں بلکہ یہ اسرار مکنونہ سے ہیں اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شکل میں کس قدر ضربیں منتج ہیں ان میں مقدمات صغریٰ و کبریٰ ونتائج کیا کیا ہیں۔ ایک عرب نے ان تمام ناموں کو اس طرح نظم کیا ہے۔

هَمّ مَسَّ وَمَوَ وَسَلْ اَوَّلاً مَسَّ سَمْسُ وَسَلْ لَمَلْ ثانیاً

مَمُوَ مَسَلْ وَمَوَ وَسَلْ اعلموا مَوَلَمَلْ هاءَ مَسَلُهُ ثالثاً

مَمُوَ مَوَ سَمَسّ سَسَلْ احفظوا وَسَلَ لَمَلْ مَسَلْ سَوَلْ رابعاً

اس اشعار میں م سے مراد موجبہ کلیہ س سے سالبہ کلیہ و سے موجبہ جزئیہ ل سے سالبہ جزئیہ ہے اور حرف مشدد سے مراد دو حرف ہیں۔ ہر ترکیب کا پہلا حرف صغریٰ دوسرا کبریٰ اور تیسرا نتیجہ کو تعبیر کرتا ہے مثلاً مَمّ موجبہ کلیہ موجبہ کلیہ۔ موجبہ کلیہ مَسّ موجبہ کلیہ۔ موجبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ ومو موجبہ جزئیہ موجبہ کلیہ۔ موجبہ جزئیہ وسل موجبہ جزئیہ۔ سالبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ۔ قس علیٰ ہذا

(۱) قیاس کسے کہتے ہیں اور استدلال قیاسی کیا ہے۔ قیاس کی قسمیں کیا ہیں۔ قیاس حملیہ

اور شرطیہ میں کیا فرق ہے۔

(۲) کیا دو مقدموں سے نتیجہ نکل سکتا ہے دو مقدموں سے نتیجہ نکالنے کے لئے ضروری شرط کیا ہے اور اس کو کیا کہتے ہیں۔

(۳) طرف اکبر اور طرف اصغر کون کون سی کہلاتی ہیں۔

(۴) قیاس کے قاعدہ کیا کیا ہیں ۔ المغالطہ ذات الحدود الاربعہ کسے کہتے ہیں۔

(۵) قیاس اقترانی کی مثال دو۔

(۶) قیاس کی چار شکلوں کو مفصل بیان کرو۔

(۷) قواعد عامہ قیاس مندرجہ ذیل کو ثابت کرو۔

ا۔ اگر دو مقدمے جزئیہ ہوں تو کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

ب ۔ نتیجہ سالبہ کے لئے ایک مقدمہ بھی سالبہ ہونا چاہئے۔

ج ۔ اگر نتیجہ کلیہ ہو تو دونو مقدمات بھی کلیہ ہوں گے۔

د ۔ اگر دونو مقدمات موجبہ ہوں تو نتیجہ بھی موجبہ ہوگا۔

(۸) دوسری شکل کے قواعد خاص لکھو اور ان کی مدد سے اس شکل کے ضروب نتیجہ دریافت کرو۔

قیاس شرطیہ

قیاس شرطیہ

اس وقت تک ہم قیاس کی سادی صورتوں پر غور کر رہے تھے لیکن حملیہ کے سوا قیاس کی کئی قسمیں اور بھی ہیں منجملہ اون کے ایک قضیہ شرطیہ ہے اگر تم ایک شخص سے یہ وعدہ کرو کہ ہم تم کو ایک گھوڑا دینگے تو یہ ایک سادہ وعدہ ہے لیکن اگر یہ کہو کہ ہم تم کو ایک گھوڑا دینگے بشرطیکہ تم گھڑ دوڑ کی شرط جیت لو تو یہ صورت ہی دوسری ہے۔

قیاس شرطیہ میں مقدمہ کبرٰے شرطیہ ہوتا ہے اور ایک قضیہ صغرٰے حملیہ ہوتا ہے

قیاس شرطیہ کسی چیز کا بلا واسطہ دعوے نہیں کرتا بلکہ کوئی شرط یا قید اوس کے ساتھ لگا دیتا ہے۔

قضیہ شرطیہ میں یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ایک امر اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا امر بھی صحیح ہو۔

اگر زید قابل اعتماد ہے (مقدم) تو اس سے راز کہا جا سکتا ہے۔ (تالی)

اگر عدالت انصاف کرے تو زید کی بے گناہی ثابت ہو گی۔ (صغرے)

عدالت انصاف کرے گی اس لئے زید کی بے گناہی ثابت ہو گی۔

اس قیاس میں مقدمہ صغرے مقدم کو تسلیم کرتا ہے اور نتیجہ تالی کو تسلیم کرتا ہے

اگر آم کا رنگ زرد ہے (مقدم) تو وہ پک گیا ہے (تالی)

آم کا رنگ زرد ہے (مقدمہ صغرے)

اس لئے آم پک گیا ہے (نتیجہ)

قیاس شرطیہ موجبہ — یہ ایک **قیاس شرطیہ موجبہ** ہے جس میں دو مقدمے اور ایک نتیجہ ہے اول مقدمہ شرطیہ ہے اگر آم کا رنگ زرد ہے تو وہ پک گیا ہے اس قضیہ کے دو حصے ہیں ایک تو **مقدم** Antecedent جس میں لفظ اگر آیا ہے

تالی — "اگر آم کا رنگ زرد ہے" دوسرا **تالی** consequent "تو وہ پک گیا ہے"

تالی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حالت مفروضہ اگر صحیح ہو تو کیا امر ظہور میں آئے گا یعنے آم کا پکا ہوا ہونا

قیاس شرطیہ کا قاعدہ — **قیاس شرطیہ** میں اگر مقدم کو تسلیم کریں اگر مقدم سے انکار کریں تو تالی سے بھی انکار کرنا پڑتا ہے اگر آم کا رنگ زرد نہیں ہے تو وہ پختہ نہیں ہے اگر آم کا رنگ زرد ہے تو آم پختہ ہے۔

اگر زید تندرست ہے تو وہ خط لکھے گا (تالی)

زید نے خط نہیں لکھا۔

زید تندرست نہیں ہے (نتیجہ مشتبہ)

اس قیاس میں مقدمہ صغرے میں تالی سے انکار کیا گیا ہے اس لئے نتیجہ سالبہ ہے اور مقدم سے انکار کرتا ہے۔

قضیہ شرطیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ یا تو مقدم کو تسلیم کرو یا تالی سے انکار کرو۔ اس قیاس میں یہ احتیاط رکھنی چاہئے کہ ایسا کبھی نہ کریں کہ تالی کو تسلیم کریں اور مقدم سے انکار کردیں ایک دقت یہ بھی واقع ہوتی ہے کہ کسی تالی کا ممکن الوقوع ہونا کسی ایک مقدم پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ اس کے کئی اسباب و وجوہ ہو سکتے ہیں اس لئے صرف ایک مقدم پر قیاس قائم کرنے سے نتیجہ کبھی درست ہوگا اور کبھی غلط۔

اگر مقدم کو تسلیم کرتے ہیں یعنے یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ شرط موجود ہے تو تالی لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے اس کے برخلاف اگر یہ کہا جائے کہ تالی موجود نہیں ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شرط موجود نہیں ہے۔

اگر احمد ذہین ہوتا تو وہ امتحان پاس کرلیتا۔

احمد نے امتحان پاس نہیں کیا اسلئے احمد ذہین نہیں ہے۔

اس صورت میں دقت یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کسی شے کا موجود نہ ہونا صرف شرط ہی کے فوت ہوجانے کی وجہ سے ہے بلکہ ایک شے کی موجودگی یا عدم موجودگی کی بہت سی وجہیں ہوسکتی ہیں مثلاً زید کے امتحان پاس نہ کرنے کی واجہ صرف یہی نہیں ہوسکتی کہ وہ ذہین نہ ہو بلکہ اور بہت سے وجوہات ہوسکتی ہیں۔ جیسے حاضری کی تعداد کا پورا نہ ہونا۔ موقعہ امتحان پر بیمار ہوجانا۔ ممتحن کا بے انصافی کرنا۔ سوالات کا امتحان کے معیار سے زیادہ سخت ہونا پس یہ نتیجہ صرف اس صورت میں مسلم ہوسکتا ہے کہ یہ اطمینان ہوجائے کہ۔

(۱) سوائے شرط مذکورہ کے اور کوئی صورت ایسی موجود نہیں ہے جو شروط کے ظہور میں خارج ہو اگر آفتاب نکل آیا ہے تو کمرہ روشن ہوگا۔ کمرہ روشن نہیں ہے آفتاب نہیں نکلا صرف اس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ یہ یقین ہو جائے کہ دوسرے تمام امکان جو کمرے کو تاریک کرنے والے ہیں موجود نہیں ہیں جیسے ابر کا محیط ہونا۔ کمرے کے کواڑ بند ہونا وغیرہ۔

(۲) یا شرط ایسی ہو کہ نتیجہ اوس کو لازم ہو۔

اگر ایک خط مستقیم کسی اور دو خط مستقیم پر گر کر زاویہ متبادلہ ایک دوسرے کے برابر بنائے تو وہ دونوں خطوط مستقیم متوازی ہونگے۔

زاویہ متبادلہ ایک دوسرے کے برابر ہیں خطوط متوازی ہیں۔

زاویہ متبادلہ ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں خطوط متوازی نہیں ہیں

نتیجہ یقینی ہے۔

(۱) اگر کوئی مثلث متساوی الاضلاع ہو تو وہ متساوی الزوایا ہوگا۔ مثلثوں کا متساوی الاضلاع اور متساوی الزوایا ہونا لازم ولزوم ہے اگر اون میں سے ایک صفت پائی جائے تو دوسری کا وجود لازم ہے یہ ایسی صورتیں ہیں کہ تالی کے انکار سے مقدم کا انکار یقیناً کرسکتے ہیں۔

قیاس شرطیہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک خالص دوسرا مخلوط۔ قیاس شرطیہ خالص یہ ہے کہ دونوں قضیہ کبرےٰ وصغرےٰ شرطیہ ہوں مثلاً

(۱) اگر امساک باراں ہے تو قحط ہے (کبرےٰ) اگر قحط ہے تو اناج گراں ہے۔ (صغرےٰ) اس لئے اگر امساک باراں ہے تو اناج گراں ہے۔ (نتیجہ)

(۲) اگر بارش ہے قحط نہیں ہے (کبرےٰ) اگر کھیت سرسبز ہیں بارش ہے صغرےٰ اگر کھیت سرسبز ہیں۔ قحط نہیں ہے (نتیجہ)

خالص شرطیہ قیاس عملاً بکار آمد نہیں ہوتے۔

قیاس شرطیہ مخلوط

قیاس شرطیہ مخلوط کی دو قسمیں ہیں ایک تو متصلہ اور دوسری منفصلہ۔

قیاس شرطیہ متصلہ

قیاس شرطیہ متصلہ تو یہ ہے کہ تالی کی صداقت مقدم کی صداقت پر منحصر ہو اس کو **قیاس عاطفہ** بھی کہتے ہیں۔

اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوئی ہے بارش ہو رہی ہے لہذا میری چادر بھیگی ہوئی ہے۔

قیاس شرطیہ منفصلہ

قیاس شرطیہ منفصلہ یہ ہے کہ تالی کی صداقت مقدم کے بطلان پر منحصر ہو۔

احمد یا تو شاعر ہے یا نثار

احمد نثار ہے۔

احمد شاعر نہیں ہے۔

قیاسات شرطیہ تین طرح سے مخلوط ہوتے ہیں۔

(۱) **شرطیہ حملیہ** ایک مقدمہ شرطیہ ہو دوسرا حملیہ

(۲) **منفصلہ حملیہ** ایک مقدمہ منفصلہ ہو دوسرا حملیہ

(۳) **عاطفہ منفصلہ** ایک مقدمہ عاطفہ ہو دوسرا منفصلہ اس کو ڈائیلما یا معضلہ یا متحمل الضدین بھی کہتے ہیں۔ قیاسات شرطیہ متصلہ میں ایک مقدمہ شرطیہ اور دوسرا حملیہ ہوتا ہے یعنے وہ **قیاس شرطیہ حملیہ** ہوتے ہیں۔

قیاس شرطیہ حملیہ

(۱) اگر شاہد سچ کہتے ہیں تو ملزم مجرم ہے (قضیہ شرطیہ)

(۲) شاہد سچ کہتے ہیں (قضیہ حملیہ)

(۳) ملزم مجرم ہے۔ (نتیجہ)

قضیہ صغرے قضیہ کبرے کے مقدم کو تسلیم کرتا ہے۔

اس سبب سے نتیجہ تالی کو تسلیم کرتا ہے۔

قیاس شرطیہ حملیہ سے چار نتیجہ نکالنے ممکن ہیں لیکن اون میں سے دو صحیح ہوتے ہیں یہ نتیجے مقدمات یا تالیات کو تسلیم کرنے یا اون کو نہ ماننے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس کے چار طریقے ہیں۔

(۱) صغرے مقدم کو تسلیم کرے اور نتیجہ تالی کو

اگر احمد محنتی ہے تو وہ امتحان پاس کرے گا۔ احمد محنتی ہے

احمد امتحان پاس کرے گا۔

(۲) صغرے مقدم سے انکار کرے اور نتیجہ تالی سے انکار کرے

اگر احمد محنتی ہے وہ امتحان پاس کریگا احمد محنتی نہیں ہے۔

وہ امتحان پاس نہیں کریگا۔

(۳) صغرے تالی کو تسلیم کرے نتیجہ مقدم کو تسلیم کرے۔

اگر احمد محنتی ہے وہ امتحان پاس کرلے گا۔

احمد امتحان پاس کرلے گا اس لئے احمد محنتی ہے

(۴) صغرے تالی سے انکار کرے نتیجہ مقدم سے انکار کرے

اگر احمد محنتی ہے تو وہ امتحان پاس کرلیگا۔

احمد امتحان پاس نہیں کریگا احمد محنتی نہیں ہے۔

ان چاروں صورتوں میں دوسری اور تیسری صورت ہمیشہ صحیح نہیں ہوتی کیونکہ اگر ہم مقدم سے انکار کردیں تو یہ لازم نہیں آتا کہ تالی ضرور ہی غلط ہو کیونکہ ممکن ہے کہ تالی کے صحیح ہونے کے ایسے اور وجوہ ہوں جو مقدم میں نہیں بیان ہوے۔ مثلاً یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص زہر کھائے تو وہ مرجائےگا

لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر وہ زہر نہ کھائیگا تو نہ مرے گا بلکہ اور بہت سے اسباب موت ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم تالی کو تسلیم کریں اور کہیں کہ یہ شخص مرگیا ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے ضرور زہر کھایا ہے کسی اور وجہ سے بھی مرنا ممکن ہے غرض صرف دو صورتیں صحیح ہیں ایک تو وہ کہ مقدمہ کبرٰے کا مقدم صغرٰے میں تسلیم کیا جائے اور دوسرے کبری کے تالی سے صغرٰے میں انکار کیا جائے۔

(۱) اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوی ہے۔
بارش ہو رہی ہے۔
میری چادر بھیگی ہوی ہے

(۲) اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوی ہے۔
بارش نہیں ہو رہی ہے۔
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

مقدمہ صغرٰے میں ہم نے انکار کر دیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ بارش نہیں ہو رہی ہے لہذا چادر بھیگی ہوی نہیں ہے ہر حال میں درست نہ ہوگا کیونکہ چادر کے بھیگنے کی اور بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً یہی کہ غسل خانہ میں گر پڑے اور بھیگ جائے۔

(۳) اگر بارش ہو رہی ہے تو میری چادر بھیگی ہوی ہوگی۔
میری چادر بھیگی ہوی ہے۔
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ وہی بات ہے کہ ممکن ہے کہ کسی اور وجہ سے چادر بھیگی ہوی ہو

(۴) اگر بارش ہو رہی ہو تو میری چادر بھیگی ہوی ہوگی۔
میری چادر بھیگی ہوی نہیں ہے۔
اس لئے بارش نہیں ہو رہی ہے۔

شرطیہ قیاس کو حملیہ شکل میں لانا

شرطیہ قیاس دراصل حملیہ قیاس ہیں اور اگر چاہیں تو ان کو حملیہ صورت میں بیان کر سکتے ہیں مثلاً یہی قیاس

اگر آم کا رنگ زرد ہے تو وہ پک گیا ہے۔
آم کا رنگ زرد ہے۔
اس لئے آم پک گیا ہے۔

اس طرح بیان ہو سکتا ہے

زرد رنگ کا آم پختہ ہوتا ہے۔
یہ زرد رنگ کا آم ہے
یہ آم پختہ ہے۔

اگر زید محنتی ہو تو کامیابی حاصل کر سکتا ہے — زید محنتی شخص ہے۔
زید کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

قیاس حملیہ

تمامی محنتی اشخاص کامیابی حاصل کر سکتے ہیں — زید محنتی ہے۔
زید کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

قیاسات شرطیہ پر بھی وہی قواعد عائد ہوتے ہیں جو قیاسات حملیہ پر۔ اگر کوئی قیاس حملیہ صورت میں غلط ہے تو شرطیہ صورت میں بھی غلط ہوگا۔ صورت کے بدل جانے سے قیاس کے نقص دور نہیں ہو سکتے۔

قیاس شرطیہ کی مختلف صورتیں۔

قیاس شرطیہ کی مختلف صورتیں

قیاس اقترانی شرطی ایسا قضیہ اقترانی جس میں کوئی شرط بھی لگائی گئی ہو خواہ ایک قضیہ شرطیہ ہو اور ایک حملیہ (جس کا بیان اوپر ہو چکا) خواہ دونوں شرطیہ اور شرطیہ میں خواہ دونوں متصلہ ہوں خواہ دونوں منفصلہ یا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ۔ اس طرح

قیاس شرطیہ کی پانچ صورتیں ہوئیں۔

(۱) **ایک قضیہ متصلہ۔ ایک حملیہ** اگر یہ چیز پانی سے ہلکی ہے تو اوس پر تیر گی
یہ چیز پانی میں ڈوب گئی۔ یہ چیز پانی سے ہلکی نہیں ہے۔

(۲) **دونو قضئے متصلہ** جب آدمی سوتا ہے تو اوس کے حواس معطل ہوتے ہیں۔
جب انسان کے حواس معطل ہوتے ہیں۔ دیکھتا سنتا۔ سونگھتا۔ سمجھتا کچھ نہیں جب
آدمی سوتا ہے تو وہ دیکھتا سنتا۔ سونگھتا سمجھتا کچھ نہیں۔

(۳) **دونو قضئے منفصلہ** کتابیں یا قلمی ہوتی ہیں یا چھاپے کی۔ چھاپا ٹائپ
کا ہوتا ہے یا پتھر کا۔ اس لئے کتابیں یا قلمی ہونگی یا ٹائپ کی۔

ایسی صورتیں منطق میں بکار آمد نہیں ہوتیں۔

(۴) **ایک قضیہ حملیہ ایک منفصلہ** زید ایک آدمی ہے۔

آدمی عالم ہوتے ہیں یا جاہل　　　　زید عالم ہے یا جاہل۔

(۵) **ایک قضیہ متصلہ ایک منفصلہ** اگر یہ لفظ فعل ہے تو اوس کی معنی
میں زمانہ ضرور پایا جائے گا۔ زمانہ یا ماضی ہے یا مستقبل یا حال اگر یہ لفظ فعل ہے
تو اوس کی معنی میں زمانہ ماضی یا حال یا مستقبل ضرور پایا جائے گا۔

قیاس شرطیہ متصلہ کی منتج ہونے کی صورتیں یہ ہیں۔

شرطیہ متصلہ کے منتج ہونے کی صورتیں

(۱) قضیہ حملیہ سے شرطیہ متصلہ کے لازم و ملزوم یعنے مقدم و تالی میں سے کسی کو
واقع یا معدوم کرتے ہیں (جس کو اصطلاح منطق میں وضع و رفع کہتے ہیں) اس سے
دوسری جانب کا وضع یا رفع لازم آتا ہے اور وہی نتیجہ ہوتا ہے۔

اگر برف پڑے گی تو رات کو بہت خنکی ہوگی۔ برف پڑی لہذا رات بہت
خنک ہے۔

رات خنک نہیں ہے۔ برف نہیں پڑی۔

(۲) قضیہ شرطیہ متصلہ ہو تو موجبہ ہونا لازم ہے اگر سالبہ ہوگا تو نتیجہ نہ نکلیگا کیونکہ نتیجہ کی بنیاد تعلق پر ہے اور جب دو چیزیں ایک دوسرے سے بے تعلق ٹھیریں تو نہ ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود لازم آئے گا نہ ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم۔ اگر یہ جسم انسان نہیں ہے تو جاندار نہیں ہے۔ انسان نہیں ہے۔ نہیں کہہ سکتے کہ جاندار نہیں ہے۔

(۳) شرطیہ متصلہ ہو تو لزومیہ ہونا لازم ہے۔ اتفاقیات پر کسی حکم کی بنا نہیں ہوسکتی یعنے شرط کا کلیہ ہونا لازم ہے۔

اگر کمرہ میں لیمپ جل رہا ہے تو وہ روشن ہوگا کمرہ میں لیمپ جل رہا ہے کمرہ روشن ہے۔ اگر ریل روانہ ہوگئی ہے تو مسجد میں ظہر کی نماز ہوچکی ہوگی۔ اتفاقی بات ہے منطق اس پر کوئی حکم نہیں لگا سکتی۔

(۴) شرطیہ متصلہ میں وضع مقدم سے نتیجہ وضع تالی اور رفع تالی سے نتیجہ رفع مقدم نکلتا ہے لیکن چونکہ ممکن ہے کہ تالی بہ نسبت مقدم کے عام ہو وضع تالی منتج وضع مقدم اور رفع مقدم منتج رفع تالی نہ ہوگا۔ اگر یہ شخص انسان ہے تو جاندار ہے۔ یہ شخص انسان ہے۔ یہ شخص جاندار ہے یا جاندار تو نہیں ہے نتیجہ یہ کہ انسان بھی نہیں ہے۔ یہ شخص انسان ہے تو جاندار ہے انسان تو نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جاندار بھی ہے یا نہیں یہ جاندار ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان بھی ہے یا نہیں ہے۔

قیاس شرطیہ کسے کہتے ہیں اور اس کے کے حصے ہوتے ہیں۔ ہر ایک حصہ کا نام بتاؤ۔

قیاس شرطیہ کا قاعدہ کیا ہے۔

قیاس شرطیہ کئے طرح کے ہوتے ہیں اور قیاس شرطیہ مخلوط کی کے قسمیں ہیں۔

قیاس عاطفہ کسے کہتے ہیں۔

قیاس شرطیہ کئے طرح سے مخلوط ہوتے ہیں۔

قیاس اقترانی شرطی کیا ہے۔

قیاس شرطیہ منفصلہ

Disjunctive Syllogism

قیاس منفصلہ

قضیہ منفصلہ میں بہت سی چیزیں ایک قضیہ میں پیوند ہوسکتی ہیں۔ اس قضیہ میں ہر ایک چیز یا چھوٹی قسم نقطہ یا کے ساتھ پیوند ہوتی ہے اور بدل alternative کہلاتی ہے۔ قیاس منفصلہ میں اگر ایک یا زیادہ بدلوں سے انکار کیا جاے تو باقی کو تسلیم کر سکتے ہیں۔

بدل

سکے یا چاندی کے بنتے ہیں یا تانبے کے یا سونے کے روپیہ نہ سونے کا سکہ ہے نہ تانبے کا اس لئے روپیہ چاندی کا سکہ ہے اس قیاس پر حملیہ قیاس کے قاعدے منطبق نہیں ہوتے بعض ایسے قضئے ہوتے ہیں جن میں تمام بدل آجاتے ہیں اور نتیجہ یقینی طور پر صحیح ہوتا ہے لیکن بعض قضیوں میں تمام بدل نہیں آسکتے اس لئے نتیجہ کی صحت مشتبہ ہوتی ہے۔

قیاس منفصلہ پر حملیہ قیاس کے قواعد منطبق نہیں

خط یا مستقیم ہے یا منحنی ۔ منحنی نہیں ہے لہذا مستقیم ہے

ایک عدد طاق ہے یا جفت ۔ طاق نہیں ہے لہذا جفت ہے۔

زاویہ یا قائمہ ہوتے ہیں یا حادہ یا منفرجہ یہ زاویہ حادہ یا منفرجہ نہیں ہے لہذا قائمہ ہے۔

ایسی صورتوں میں ہم اپنے علم سے یقیناً جانتے ہیں کہ بدل کی تمام صورتیں آگئی ہیں اور جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ صحیح ہے لیکن بعض صورتوں میں نتیجہ ایسا یقینی نہیں ہوتا مثلاً اسس جائداد کے امید وار یا تو ایف اے پاس ہوں یا منشی فاضل۔ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو امیدوار دونوں امتحانوں میں کامیاب ہوں وہ قابل انتخاب ہونگے مکانات یا تو اینٹ کے ہوتے ہیں یا پتھر کے۔ یہ مکان اینٹ کا بنا ہوا نہیں ہے

بعض صورتوں میں قیاس منفصلہ کا نتیجہ یقینی نہیں ہوتا۔

لہذا پتھر کا ہے۔ نتیجہ یقینی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لکڑی کا ہو۔

قیاس منفصلہ سے صحیح نتیجہ نکالنے کے لئے ضرور ہے کہ اون تمام اشیاء، اور ان کے افعال و خواص وغیرہ کا کامل علم ہو جو ایک قضیہ میں بیان کی گئی ہیں اور ان میں سے صرف ایک انتخاب کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ قضیہ میں جس قدر بدل بیان کئے گئے ہیں وہ کامل ہوں کوئی رہ نہ گیا ہو اگر بدل کامل نہ ہونگے تو ممکن ہے کہ نتیجہ صحیح نہ نکلے قیاس منفصلہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مقدمہ صغرٰے سالبہ ہوتا ہے اور نتیجہ موجبہ

یہ گھڑی یا سونے کی ہے یا چاندی کی۔

سونے کی نہیں ہے اس لئے چاندی کی ہے۔

(۲) مقدمہ صغرٰے موجبہ ہو اور نتیجہ سالبہ۔

یہ گھڑی سونے کی ہے یا چاندی کی۔ سونے کی ہے۔

اس لئے چاندی کی نہیں ہے۔

قیاس منفصلہ میں نتیجہ نکالنا آسان ہے مشکل مقدمہ کبرٰے میں بدلوں کے معین کرنے میں ہوتی ہے کہ اوّل تو بدل ایسے پورے ہوں کہ کوئی رہ نہ گیا ہو دوسرے یہ کہ ایک بدل دوسرے میں شامل نہ ہو۔

یہ پھل یا آم ہے یا ملغوبہ — ملغوبہ آم میں داخل ہے

یہ شخص احمق ہے یا شریر النفس — احمق بھی ایک درجہ تک شریر اور شریر احمق ہوسکتا ہے۔ طلباء یا تو علم کے شوق یا انعام کی لالچ یا ماں باپ کے خوف سے محنت کرتے ہیں یہ بدل منطقی بدل نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک طالب علم کے لئے تینوں امور یا ان میں سے کوئی سے دو محرک ہوں۔

قضیہ منفصلہ کیا ہے مثال دو۔ کیا وجہ ہے کہ قیاس منفصلہ کا نتیجہ اکثر اوقات مشتبہ رہتا ہے

قیاس منفصلہ سے نتیجہ نکالنے کے لئے ضروری شرائط کیا ہیں۔

قیاس استثنائی

قیاس استثنائی

اس قیاس کو استثنائی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرف استثناء پر مگر لیکن اِلَّا وغیرہ ہوتا ہے دراصل یہ ایک صورت ادائے مطلب کی ہے

آفتاب غروب ہوتا ہے تو رات شروع ہو جاتی ہے۔

لیکن آفتاب تو غروب ہو گیا

لہٰذا رات شروع ہو گئی۔

اعداد یا طاق ہوتے ہیں یا جفت۔

یہ عدد طاق ہے۔

لہٰذا جفت نہیں ہے۔

قیاس استثنائی ہمیشہ دو مقدموں سے بنتا ہے جن میں سے پہلا شرطیہ ہوتا ہے اور دوسرا حملیہ جو شرطیہ کے عین مقدم یا عین تالی یا نقیض مقدم یا نقیض تالی کا استثناء ہوتا ہے۔

قیاس استثنائی کی منتج ہونے کی صورتیں یہ ہیں۔

(۱) نتیجہ یا اوس کا نقیض جزو مقدمہ قیاس ہوتا ہے۔

یہ عدد یا طاق ہے یا جفت

طاق نہیں ہے لہٰذا جفت ہے۔

جفت طاق کا نقیض ہے اور جزو مقدمہ بھی ہے۔

(۲) قضیہ منفصلہ کی دو یا چند شقوں میں سے ایک یا متعدد شقوں کو وضع یا رفع کرتے ہیں جس سے دوسری شقوں کا وضع یا رفع لازم آتا ہے۔

یہ کمرہ یا تاریک ہے یا روشن۔
تاریک ہے روشن نہیں ہے۔ یا
روشن ہے تاریک نہیں ہے۔

(۳) قیاس منفصلہ موجبہ ہونا لازم ہے کیونکہ سلب عناد سے نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ یہ مکان نہ تو اینٹ کا ہے نہ لکڑی کا یہ کمرہ نہ تاریک ہے نہ روشن۔ ریل نہ چل رہی ہے نہ کھڑی ہے بے نتیجہ اور مہمل باتیں ہیں۔

(۴) قضیہ منفصلہ عنادیہ ہونا لازم ہے۔

(۵) شرطیہ منفصلہ عنادیہ ہونے کی صورت میں ایک جزو کا وضع منتج دوسرے جزو کے رفع کا ہوگا اور اس کی بالعکس ایک جزو کا رفع منتج دوسرے جزو کے وضع کا ہوگا۔

زید عالم ہے یا جاہل عالم ہے جاہل نہیں ہے۔
جاہل ہے عالم نہیں ہے۔

(۶) **مانعۃ الجمع** ہونے کی صورت میں ایک جزو کا وضع منتج دوسرے جزو کے رفع کا ہوگا مگر اس کا عکس نہیں یعنے کسی جزو کا رفع منتج دوسرے کے وضع کا نہ ہوگا یہ چیز یا پتھر کی ہے یا لکڑی کی۔ پتھر کی ہے لکڑی کی نہیں ہے یا لکڑی کی ہے پتھر کی نہیں ہے پتھر کی نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ضرور لکڑی کی ہے لکڑی کی نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ضرور پتھر کی ہے اسی طرح **مانعۃ الخلو** ہونے کی صورت میں ایک جزو کا رفع دوسرے کی وضع کا منتج ہوگا مگر بالعکس نہیں یعنے کسی جزو کا وضع دوسرے کے وضع کا منتج نہ ہوگا۔

قیاس استثنائی کے مقدموں سے بنتا ہے
قیاس استثنائی کے منتج ہونے کی صورتیں کیا کیا ہیں۔
براہین ذیل کا خطا و صواب دریافت کرو۔

اگر دھوپ ہے تو روز روشن ہو گا۔ اگر کہر یا ابر نہیں ہے تو دھوپ ہو گی اس لئے اگر کہر یا ابر نہیں تو روز روشن ہو گا۔

اگر زمین حرکت نہ کرتی تو دن رات یکے بعد دیگرے نہ ہوتے لیکن دن رات یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں اس لئے زمین حرکت کرتی ہے۔

روشنی اور حرارت کے بغیر کوئی پودا اگ نہیں سکتا۔ پودوں کے بغیر کوئی حیوان زندہ نہیں سکتا۔ اس لئے انسان جو حیوان ہے روشنی اور ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

جسم عضوی یا حیوان ہے یا نبات یہ جوہر نہ حیوان ہے نہ نبات اس لئے یہ جوہر جسم عضوی نہیں ہے۔

مائع اور گیس حرارت سے پھیل جاتے ہیں سیال یا گاس ہے یا مائع اس لئے سیال حرارت سے پھیل جاتے ہیں۔

قیاس ذو الجہتین یا معضلہ (ڈائیلما)

Dilemma–

اس قیاس میں دو قضیہ شرطیہ متصلہ کبرےٰ میں ہوتے ہیں اور صغرےٰ میں ایک قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے ایسے قیاس سادج اور مرکب ہوتے ہیں اور قیاس کا نتیجہ ایک قضیہ حملیہ ہو تو ذو الجہتین سادج ہے اور نتیجہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہو تو ذو الجہتین مرکب ہے۔ براہین معضلہ (ڈائیلما) میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ قضیہ شرطیہ منفصلہ کا خواہ کوئی رکن صحیح ہو نتیجہ ہمیشہ ایک ہی رہے گا۔

کوئی شخص خواہ اپنی رائے پر کام کرے یا دوسرے کی رائے پر چلے اوس کے اعمال کی تنقیح کی جائے گی۔

زید یا تو اپنی رائے کے بموجب کام کرتا ہے یا دوسروں کی رائے پر چلتا ہے اس لئے

ہر حالت میں اس کے اعمال کی تنقیح کی جائے گی۔

اگر منجموں پر اعتماد کیا جاے تو مرحوم روحیں ہیں اور وہ بھی سمجھ رکھتی ہیں۔

لیکن یا تو مرحوم روحیں نہیں ہیں یا وہ سمجھ نہیں رکھتیں۔ اس واسطے منجموں پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔

اگر یہ کتابیں وہی اصول سکھاتی ہیں جو قرآن سکھاتا ہے تو وہ بے ضرورت ہیں اور اگر وہ قرآن سے مختلف ہیں تو وہ ناپاک ہیں۔

لیکن ضرور ہے کہ یا تو وہ وہی اصول سکھاتی ہوں جو قرآن سکھاتا ہے یا اوس سے مختلف ہوں۔

اس لئے یا تو یہ کتابیں بے ضرورت ہیں یا ناپاک ہیں۔

اگر وہ عقلمند آدمی ہے تو وہ اپنی غلطی معلوم کرلے گا اور اگر وہ صاف باطن ہے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرے گا۔

لیکن یا تو وہ اپنی غلطی نہیں دیکھتا یا اس کا اعتراف نہیں کرتا۔

اس لئے وہ یا تو عقلمند نہیں ہے یا صاف باطن نہیں ہے۔

قیاس ذو الجہتین Dilemma میں دو بدل دئے جاتے ہیں اور مخالف کے لئے ضرور ہے کہ دونوں میں سے ایک کو تسلیم کرے اور اس طرح اس کو نتیجہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔

قیاس منفصلہ کا نتیجہ۔ قضیہ سالبہ منفصلہ بھی ہوتا ہے اور وہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ قضیہ شرطیہ کے (جو مقدمہ کبرٰے بناتا ہے) تالیات سے انکار کردیتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص پس ہیں ہے تو وہ وہمی خطرات کو دل میں جگہ نہیں دیتا اور اگر وہ جری اور شجاع ہے تو خطرات کا بہادری سے مقابلہ کرتا ہے لیکن زید نہ وہمی خطرات کو دل سے نکالتا ہے اور نہ خطرات کا بہادری سے مقابلہ کرتا ہے اس لئے نہ تو وہ پیش بین ہے

اور نہ جری اور شجاع ہے۔

قیاس مفصلہ کا مقدمہ صغریٰ ایک ایسا شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے جس کے دو بدل ہوتے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بدل جامع و مانع ہوں یعنے کسی اور بدل کی گنجائش باقی نہ رہے اور جو بدل بیان کئے جاتے ہیں وہ بھی صحیح بدل نہیں ہوتے اس سبب سے اون میں غلطی کا احتمال بہت زیادہ ہوتا ہے اس میں یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ قیاس شرطیہ کا قاعدہ ملحوظ رہے یعنے مقدم کو تسلیم کریں یا تالی سے انکار کریں ورنہ قیاس کی منطقی صورت برقرار نہ رہے گی۔

ڈائیلیما یعنے قیاسات مفصلہ اکثر مغالطہ ہوتے ہیں اور اون کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخالف پر کوئی الزام اس طرح لگایا جائے کہ اس کی دلیل یا اس کے روّیہ سے کوئی ناگوار نتیجہ ضرور ظاہر ہو۔

قیاس مغالطہ کے ابطال کے طریقے

قیاس ذوالجہتین کے دلائل کی تردید کی تین ترکیبیں ہیں۔

اول تو یہ کہ ثابت کیا جائے کہ صغریٰ میں جو بدل بیان کئے گئے ہیں وہ کامل نہیں ہیں اور یہ کہ ان کے علاوہ اور بھی ارکان ہیں جو مخالف نے نہیں بیان کئے ہیں مثلاً تیسری مثال میں ممکن ہے کہ کتاب کو مضامین قرآن سے تعلق نہ ہو۔ تاہم وہ مضامین مفید ہوں۔

دوسرے کبریٰ میں جو قضیہ شرطیہ بیان کیا گیا ہے اس کا ہی ابطال کر دیا جائے۔ احمد اگر مضامین کتاب نہیں سمجھا تو وہ جاہل ہے اور اگر اس نے تلبیس کی ہے تو وہ بدباطن ہے یا تو احمد مضامین کتاب سمجھا نہیں یا اس نے تلبیس کی ہے اس لئے وہ یا جاہل ہے یا بدباطن اس کا ابطال اس طرح کیا جائے کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ احمد مضامین کتاب کو سمجھتا ہے اور اس نے تلبیس نہیں کی ہے۔

تیسرے یہ کہ ایک غلط قیاس ذوالجہتین کا ابطال دوسرے اسی قسم کے قیاس سے

کیا جاسکتا ہے جس کا نتیجہ پہلے سے بالکل مخالف ہو مثلاً ایک عورت نے اپنے لڑکے کو جو حب قوم کے جوش میں مست تھا اس طرح نصیحت کی۔

اگر تم حق بات کہو گے تو لوگ تم سے نفرت کریں گے۔

اور اگر تم ناحق بات کہو گے تو خدا تم سے نفرت کرے گا۔

ضرور ہے کہ تم حق کہو یا ناحق۔

اس لئے تم سے نفرت کی جائے گی۔

لڑکے نے جواب دیا۔

اگر میں سچ بولوں گا تو خدا مجھ سے محبت کرے گا۔ اور اگر ناحق بات کرونگا تو لوگ مجھ سے محبت کریں گے۔

ضرور ہے کہ میں حق کہوں یا ناحق۔

اس واسطے ہر حال میں مجھ سے محبت کی جائے گی۔

قیاس ذوالجہتین یا قیاس معضلہ کی تعریف بیان کرو اور وہ کے طرح کے ہوتے ہیں اور ان میں کیا ظاہر کیا جاتا ہے۔

قیاس معضلہ کی دلائل کی تردید کی کیا ترکیبیں ہیں۔

براہین ذیل کا امتحان کرو۔

ہائیڈروجن یا دھات ہے یا غیر دھات۔ جوہر مرکب نہ دھات ہے نہ غیر دھات اسلئے ہائیڈروجن مرکب جوہر نہیں۔

اگر احساس حالت جسمانی ہے تو دماغ یا عضو حس کا تغیر ذاتی ہے احساس نہ دماغ کا تغیر ذاتی ہے نہ عضو حس کا اس لئے احساس حالت جسمانی نہیں۔

اگر مادہ موجود ہے تو نقش ہے یا خیال لیکن نقش ہے نہ خیال

اس لئے مادہ موجود نہیں۔

قیاس مرکب (Sorites)

جب دو یا زیادہ قیاسات اس طرح جمع ہوں کہ اُن سے کوئی واحد نتیجہ پیدا ہو تو وہ **قیاس مرکب** کہلاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) نتیجہ آخر میں بیان کیا جاتا ہے اور ایک قیاس کا نتیجہ دوسرے کا مقدمہ بن جاتا ہے۔

(۲) نتیجہ شروع میں بیان کیا جاتا ہے اور ایک قیاس کا مقدمہ دوسرے کا نتیجہ بن جاتا ہے یا دو مقدمے جدا جدا قیاس کے نتیجے ہوتے ہیں۔

قیاس متقدم
قیاس متاخر

قیاس جس کا نتیجہ دوسرے کا مقدمہ بن جاتا ہے **قیاس متقدم** (Prosyllogism) کہلاتا ہے اور وہ جس کا مقدمہ سابق قیاس کا نتیجہ ہوتا ہے **قیاس متاخر** (Episyllogism) کہلاتا ہے وہی قیاس ایک قیاس کی نسبت **قیاس متاخر** ہو سکتا ہے اور دوسرے قیاس کی نسبت **قیاس متقدم**۔

جب سلسلہ قیاس متقدم سے قیاس متاخر کی طرف یعنے مقدمات سے نتیجہ یا علت سے معلول کی طرف قائم کیا جائے تو اس طریق استدلال کو **قیاس ترکیبیہ** (Progressive) کہتے ہیں لیکن جب استدلال اس کے برعکس ہو یعنے قیاس متاخر سے قیاس متقدم کی طرف یا نتیجہ سے مقدمات یا معلول سے علت کی طرف تو طریق استدلال **قیاس تحلیلیہ** (Regressive) کہلاتا ہے اس صورت میں نتیجہ سے مقدمات کی طرف پہونچتے ہیں۔

قیاس مرکب کی مثال — قیاس ترکیبیہ (قیاس متقدم)

(۱) بادپا ایک گھوڑا ہے

گھوڑا چوپایہ ہے۔

بادپا چوپایہ ہے۔

(۲) بادپا چوپایہ ہے۔ (قیاس متاخر)

چوپایہ حیوان ہے۔

بادپا حیوان ہے۔

(۳) بادپا حیوان ہے۔

حیوان جوہر ہے۔

بادپا جوہر ہے۔

II (قیاس ترکیبیہ)

(۱) حریص حصول مال کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

زید حریص ہے۔

اس لئے زید حصول مال کا خواہشمند ہے۔

(۲) حصول مال کا خواہشمند بے قناعت ہوتا ہے۔

زید حصول مال کا خواہشمند ہے

زید بے قناعت ہے۔

(۳) بے قناعت ناخوش ہوتا ہے۔

زید بے قناعت ہے۔

زید ناخوش ہے۔

آخر یہ نتیجہ نکلا کہ چونکہ زید حریص ہے اس لئے ناخوش ہے۔

قیاس تحلیلیہ کی مثال

(۱) ارسطو ناقابل خطا نہ تھا۔

ناقابل خطا معصوم ہوتا ہے۔

کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔

(۲) کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔
ارسطو ایک شخص تھا۔

ارسطو معصوم نہ تھا۔

قیاس مرکب میں مقصود کے حاصل کرنے تک اور قضایا کے انضمام کی حاجت پڑتی ہے اس صورت میں بقدر ضرورت متعدد قیاس بنانے پڑتے ہیں۔ اقلیدس نے اشکال ہندسی کو اسی ترکیب سے ثابت کیا ہے۔

مثال کے طور پر مقالہ اول کی پانچویں شکل کو دیکھو۔

مثلث متساوی الساقین کے قاعدے کے اوپر کے زاویہ آپس میں برابر ہوتے ہیں اور اگر برابر ساقیں بڑھائی جائیں تو قاعدے کے نیچے کے زاویہ بھی آپس میں برابر ہوں گے۔

فرض کرو کہ ا ب س مثلث متساوی الساقین ہے جس کا ضلع ا ب ضلع ا س کے برابر ہے اور یہ بھی فرض کرو کہ برابر ساقین ا ب اور ا س نقطوں د اور ی تک بڑھائی گئی ہیں تو زاویہ ا ب س زاویہ ا س ب کے اور زاویہ د ب س برابر ہوگا زاویہ ی س ب کے

د ب میں کوئی نقطہ ف مقرر کرو اور بڑے خط ا ی میں سے ا ج برابر ا ف کے کاٹو اور ف س اور ج ب کو ملاؤ۔

ثبوت

چونکہ ا ج برابر الف ف کے بنایا گیا ہے اور ا ب برابر ا س کے ہے

اس لئے مثلث ف ا س کے دو ضلعے ف ا اور ا س الگ الگ برابر ہیں مثلث ج ا ب کے دو ضلعوں ج ا اور ا ب کے اور ان ضلعوں کے درمیان کا زاویہ ف ا ج دونوں مثلثوں میں مشترک ہے اس لئے قاعدہ ف س برابر ہے قاعدہ ج ب کے اور مثلث ف ا س برابر ہے مثلث ج ا ب کے اور باقی زاوئے ان مثلثوں کے جنکے سامنے برابر ضلعے ہیں الگ الگ برابر ہیں یعنے زاویہ ا س ف برابر ہے زاویہ ا ب ج کے اور زاویہ ا ف س برابر ہے زاویہ ا ب ج کے۔

چونکہ کل ا ف برابر ہے کل ا ج کے اور اون کے حصہ ا ب اور ا س آپس میں برابر ہیں اس لئے باقی حصہ ب ف برابر ہے باقی حصہ س ج کے اور ف س برابر ج ب کے ثابت ہوچکا ہے۔

اب چونکہ دو ضلعے ب ف اور ف س الگ الگ برابر ہیں دو ضلعوں س ج اور ج ب کے اور زاویہ ب ف س برابر زاویہ س ج ب کے ثابت ہوچکا ہے اس لئے مثلث ب ف س اور س ج ب آپس میں برابر ہیں اور اونکی باقی زاوئے جس کے سامنے برابر ضلعے ہیں الگ الگ برابر ہیں یعنے زاویہ ف ب س برابر ہے زاویہ ج س ب کے اور زاویہ ب س ف برابر ہے زاویہ س ب ج کے اور چونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ کل زاویہ ا ب ج برابر ہے کل زاویہ ا س ف کے اور اون کے حصہ س ب ج اور ب س ف آپس میں برابر ہیں اس لئے باقی زاویہ ا ب س برابر ہے باقی زاویہ ا س ب کے اور یہ زاوے متساوی الساقین ا ب س کے قاعدہ ب س کے اوپر کے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ زاویہ ف ب س اور ج س ب آپس میں برابر ہیں اور یہ زاوے قاعدہ کے نیچے ہیں۔

لہذا مثلث متساوی الساقین کے قاعدے کے اوپر کے زاویہ الخ

قیاس مرکب دو طرح کا ہوتا ہے اگر کسی قیاس مرکب میں بسیط قیاسوں کے نتیجے بھی نکالتے جائیں تو **موصول النتائج** کہتے ہیں ورنہ **مفصول النتائج**

موصول النتائج موصول النتائج

مثلاً (۱) سب آدمی جاندار ہیں　　سب جاندار جسم ہیں　　سب آدمی جسم ہیں

(۲) سب آدمی جسم ہیں　　سب جسم جوہر ہیں　　سب آدمی جوہر ہیں

(۳) سب آدمی جوہر ہیں　　سب جوہر ممکن ہیں　　سب آدمی ممکن ہیں

مفصول النتائج

ایسے قیاس میں ایک موضوع اور ایک محمول چند حدود اوسط سے مربوط کئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلے چند قیاس ظاہر کرتے ہیں لیکن ہر قیاس کا نتیجہ علیحدہ علیحدہ ظاہر کرنے کے عوض صرف آخر میں نتیجہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

سب آدمی جاندار ہیں　　ہر جاندار جسم ہے　　ہر جسم جوہر ہے

ہر جوہر ممکن ہے　　سب آدمی ممکن ہیں۔

قیاس مرکب میں دو قاعدوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۱) صرف پہلا مقدمہ جزئیہ ہو سکتا ہے۔ باقی سب کلی ہونے لازم ہیں۔

(۲) صرف آخری مقدمہ منفی ہو سکتا ہے باقی سب مثبت ہونے لازم ہیں۔

کیونکہ پہلے مقدمہ کے سوا اگر کوئی اور مقدمہ بھی جزئیہ ہوگا تو مغالطہ حد اوسط غیر محصور واقع ہوگا اس وجہ سے اس صورت میں کسی قیاس کی حد اوسط کسی قضیہ جزئیہ کی موضوع اور کسی قضیہ موجبہ کی موضوع ہوگی۔

اگر آخری مقدمہ کے سوا کوئی اور مقدمہ بھی منفی ہوگا تو اوس کی بعد جو قیاس ہوگا اس کی حد اکبر جس میں یہ واقع ہوا ہے نتیجہ میں جامع ہوگی درانحالیکہ مقدمہ کبرے میں جامع طور پر استعمال نہیں ہوی ہے۔

بعض اوقات ناکامیابیاں انسان کے رویہ کی اصلاح کرتی ہیں جو چیزیں انسان

انسان کے رویہ کی اصلاح کرتی ہیں خوشی کو بڑھاتی ہیں جو چیزیں خوشی کو بڑھاتی ہیں اچھی ہیں بعض اوقات ناکامیاں اچھی ہیں۔

اس قسم کے قیاس میں پہلے مقدمہ کا موضوع نتیجہ کا موضوع اور آخری مقدمہ کا محمول نتیجہ کا محمول ہوتا ہے۔

قیاس مرکب کی تعریف بیان کرو اور اس کے کے صورتیں ہیں۔

قیاس ترکیبیہ و قیاس تحلیلیہ کی تعریف کرو۔

قیاس مرکب کے طرح کا ہوتا ہے۔

قیاس مرکب میں کن قاعدوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور کیوں؟

Probable قیاسات ظنی reasoning

قیاسات ظنی

اس وقت تک ہم ایسے قیاسات کا ذکر کرتے رہے ہیں جنکے قضیہ بالکل منطقی طریقوں کے ہوتے ہیں اور ان سے جو نتیجہ نکلے وہ یقینی ہو سکتا ہے۔ لیکن استدلال کے دو طریقے ایسے ہیں جن سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ یقینی نہیں ہوتے لیکن وہ بہت قرین قیاس ہوتے ہیں اور زندگی کے کاموں پر اثر ڈالتے ہیں وہ نتائج دو طرح کے ہوتے ہیں سقیم self infirmative جن میں ہر نیا واقعہ جو کسی قضیہ میں بیان ہوتا ہے نتیجہ کو کمزور کر دیتا ہے دوسرے مؤکد self confirmative جس میں ہر نیا واقعہ جو کسی قضیہ میں بیان ہوتا ہے نتیجہ کو قوی کر دیتا ہے۔

سقیم
مؤکد

سقیم میں ہر ایک نیا واقعہ نتیجہ کو کمزور کر دیتا ہے پس جس قدر زیادہ قضیہ اس قیاس میں ہونگے اسی قدر نتیجہ کی صداقت کم ہوتی جائے گی مثلاً

دولت مند آدمی اکثر خودکشی کرتے ہیں۔ کیونکہ

دولت مند آدمی روپیہ کو کسی کام میں لگاتے ہیں۔

جو لوگ روپیہ کو کسی کام میں لگاتے ہیں وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔
جو لوگ نقصان اٹھاتے ہیں وہ ممکن ہے کہ سب کچھ کھودیں۔
جو لوگ سب کچھ کھودیتے ہیں ممکن ہے کہ اون کو افلاس ستائے۔
جو لوگ مفلسی کی تکلیف برداشت کرتے ہیں ناامید ہو جاتے ہیں۔
جو لوگ ناامید ہوتے ہیں وہ ممکن ہے کہ خودکشی کرلیں۔
اس لئے اغلب یہ ہے کہ دولت مند آدمی خودکشی کرلیں۔

موکد میں ہر ایک نیا واقعہ نتیجہ کو قوی کر دیتا ہے۔ ہر ایک واقعہ اس قیاس کا مقدمہ صغرےٰ بن جاتا ہے اور اوس کے مقدمہ کبریٰ اور تالی میں الفاظ غالباً وغیرہ ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ باورچی نے کھانا چرایا اور یہ بہانہ کیا کہ کتا کھا گیا۔ شہادت حسب ذیل ہے:۔

(۱) باورچی خانہ کے کواڑ بند تھے۔
(۲) علاوہ کھانے کے چاء بھی باورچی خانہ سے گم ہوئی ہے جو کتا نہیں کھاتا
ان شہادتوں سے ہر ایک ایک قیاس کا مقدمہ بن سکتا ہے۔

(۱) سدھے ہوے کتے چوری نہیں کرتے۔
یہ کتا سدھا ہوا تھا۔
اس کتے نے غالباً چوری نہیں کی۔

(۲) باورچی نے باورچی خانہ کا دروازہ ایک شخص کو بلانے کے لئے کھولا تھا۔
جس وقت وہ باورچی خانہ میں گیا ہے کتا صحن میں تھا۔
کتے نے چوری نہیں کی۔

(۳) کافی اور چاء کتا نہیں کھاتا۔
کافی اور چاء بھی گم ہے۔

اس لئے غالباً کتے نے چوری نہیں کی۔

قیاسات ظنی کے کے طریقے ہیں۔ قیاس موکد کی مثال دو

Enthymeme

قیاس موجز

قیاس موجز

قیاس موجز ایسے قیاس کو کہتے ہیں جس میں تینوں قضیوں میں سے ایک بیان نہیں ہوتا روزمرہ کی گفتگو میں استدلال اسی طریقے سے کیا جاتا ہے۔ تینوں قضیئے با ترتیب تو صرف اس صورت میں بیان کئے جاتے ہیں جبکہ استدلال منطقی طریقے سے کیا جائے

(۱) بادشاہ فانی ہیں کیونکہ وہ انسان ہیں۔

کبرٰے تمام انسان فانی ہیں محذوف ہے۔

(۲) بادشاہ فانی ہیں جیسے کہ سب لوگ ہیں۔

صغرٰے بادشاہ انسان ہیں محذوف ہے

(۳) تمام انسان فانی ہیں اور بادشاہ انسان ہیں۔

نتیجہ بادشاہ فانی ہیں محذوف ہے۔

بعض دفعہ صرف ایک فقرہ قیاس کا کام دیتا ہے وہ قانع نہیں ہے لہذا خوش نہیں ہے

اگر ایک مقدمہ اور نتیجہ معلوم ہو تو قیاس موجز کا پورا قیاس بنا لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ حدود صغرٰے و کبرٰے تو نتیجہ سے معلوم ہو جاتی ہیں اور حد اکبر مقدمہ سے پس جو مقدمہ بیان نہیں ہوا ہے وہ آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے اور اگر صرف مقدمات ہوں اور نتیجہ بیان نہ ہو تو یہ پہچاننا کہ کون صغرٰے ہے اور کون کبرٰے ذرا مشکل بات ہے عموماً پہلا فقرہ کبرٰے اور دوسرا صغرٰے ہوتا ہے موضوع نتیجہ صغرٰے مقدمہ ثانی میں اور محمول نتیجہ کبرٰے مقدمہ اول میں آتا ہے۔

قیاس موجز کیسے قیاس کو کہتے ہیں۔

اگر ایک مقدمہ اور نتیجہ معلوم ہو تو پورا قیاس بنانے کا کیا طریقہ ہے۔

I قیاسات ذیل میں مقدمہ محذوف کو ثبت کرو۔

لوہا دھات ہے کیونکہ برق اور حرارت کا موصل ہے۔

سونا شریف دھات ہے کیونکہ اس کو زنگ نہیں لگتا۔

یہ خیال اصل ہے کیونکہ خارج سے مطابق ہے۔

اشیائے مادہ موجود ہیں کیونکہ میرے ادراک کے مادے ہیں۔

II وہ مقدمات مہیا کرو جن میں سے قضایائے ذیل بالقیاس منتج ہو سکتے ہیں۔

بعض عناصر دھاتیں نہیں ہیں۔

سونا دھات ہے۔

کشش ثقل ایک قوت ہے۔

پانی شے مرکب ہے۔

مادہ ناقابل فنا ہے۔

چاندی عنصر ہے۔

قیاس خلف

قیاس خلف

قیاس خلف وہ قیاس مرکب ہے جس میں مطلوب کا اثبات نقیض مطلوب کے ابطال سے کیا جاتا ہے۔

قیاس خلف ہمیشہ کم از کم دو بسیط قیاسوں سے بنتا ہے۔

(۱) اقترانی شرطی (۲) استثنائی متصل

اگر کمرہ روشن نہ ہوگا تو تاریک ہوگا اور

اگر کمرہ تاریک ہوگا تو خوفناک ہوگا۔

توجب کمرہ روشن نہ ہوگا تو خوفناک ہوگا۔
لیکن کمرہ خوفناک نہیں ہے   اس لئے کمرہ روشن ہے۔
اگر کسی مثلث کے دو زاویہ آپس میں برابر ہوں تو اون زاویوں کے سامنے کے ضلعے آپس میں برابر ہوں گے۔
فرض کرو کہ ا ب س ایک مثلث ہے اور اوس کے زاوئے ا ب س اور ا س ب آپس میں برابر ہیں تو ضلعے ا س اور ا ب بھی آپس میں برابر ہونگے
اگر ا س اور ا ب آپس میں برابر نہ ہوں تو اون میں ایک دوسرے سے بڑا ہوگا۔ فرض کرو کہ ا ب بڑا ہے ا س سے ا ب میں سے ب د برابر اوس کی کاٹ لو اور س د ملاؤ اب چونکہ مثلث د ب س اور ا س ب میں د ب برابر ہے س کے اور ب س دونوں میں مشترک ہے یعنے دو ضلعے د ب اور ب س ایک مثلث کے الگ الگ برابر ہیں دوسرے مثلث کے دو ضلعوں ا س اور س ب کے اور زاویہ د ب س برابر ہے زاویہ ا س ب کے اسلئے قاعدہ د س برابر ہے قاعدہ ا ب کے اور مثلث د ب س برابر ہے مثلث ا س ب کے شکل (۴) یعنے چھوٹا مثلث برابر ہے۔ بڑے مثلث کے اور یہ بات صاف غلط ہے اس لئے ا ب اور ا س نابرابر نہیں ہیں یعنے ا س برابر ہے ا ب کے اور یہی ثابت کرنا تھا اس واسطے اگر کسی مثلث کے دو زاویہ الخ
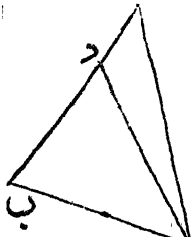
قیاس مساوات

قیاس مساوات

قیاس مساوات ایسے قیاس مرکب کا نام ہے جو کم سے کم ایسے تین قضیوں سے نبتا ہے جس میں پہلے قضیہ کے محمول کا متعلق دوسرے قضیہ کا موضوع ہوتا ہے

(۱) ا برابر ہے ب کے   ب برابر ہے ج کے۔

برابر کا برابر برابر ہوتا ہے — لہذا ا برابر ہے ج کے

(۲) ا بڑا ہے ب سے — ب بڑا ہے ج سے

بڑے سے بڑا بڑا ہوتا ہے — لہذا ا بڑا ہے ج سے

(۳) ا برابر ہے ب کے — ج برابر ہے د کے۔

برابر اشیاء پر اگر برابر اشیا زیادہ کی جائیں تو مجموعے بھی برابر ہوتے ہیں

لہذا ا + ج = ب + د

(۴) ا برابر ہے ب کے ج برابر ہے د کے۔

برابر اشیا میں سے اگر برابر اشیاء منہا کی جائیں تو بقایا بھی برابر ہوتا ہے

لہذا ا - ج = ب - د

قیاس مساوات میں اگر آخری مقدمہ صحیح ہو تو نتیجہ صحیح نکلتا ہے۔ ورنہ غلط

(۵) ا آدھا ہے ب سے ب آدھا ہے ج سے

آدھے کا آدھا آدھا ہوتا ہے — غلط ہے۔

لہذا ا آدھا ہے ج کا — غلط ہے

(۶) مقام ا مقام ب کے مشرق میں ہے۔

مقام ب مقام ج کے مشرق میں ہے۔

لہذا مقام ا ج کے مشرق میں ہے صحیح ہے۔

اس قسم کے قیاسات میں قواعد قیاس سے نہیں بلکہ چیزوں کے باہمی تعلقات سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔

قیاس خلف اور قیاس مساوات کیا کیا ہیں اور ان سے کیونکر نتیجے نکالے جا سکتے ہیں۔

استدلال ذیل کے سلاسل کی تحلیل اور امتحان کرو۔

(۱) جو شخص سوچتا ہے صاحب فعلیت ہے۔ جو صاحب فعلیت ہے صاحب قوت ہے جو صاحب قوت ہے جوہر ہے۔ روح سوچتی ہے اس لئے روح جوہر ہے۔

(۲) جو بدقسمتی بھلوں پر پڑتی ہے یا تو روح کو تادیب دیتی ہے یا اصلاح کرتی ہے اس لئے بدقسمتی جو بھلوں پر پڑتی ہے بھلی ہے۔
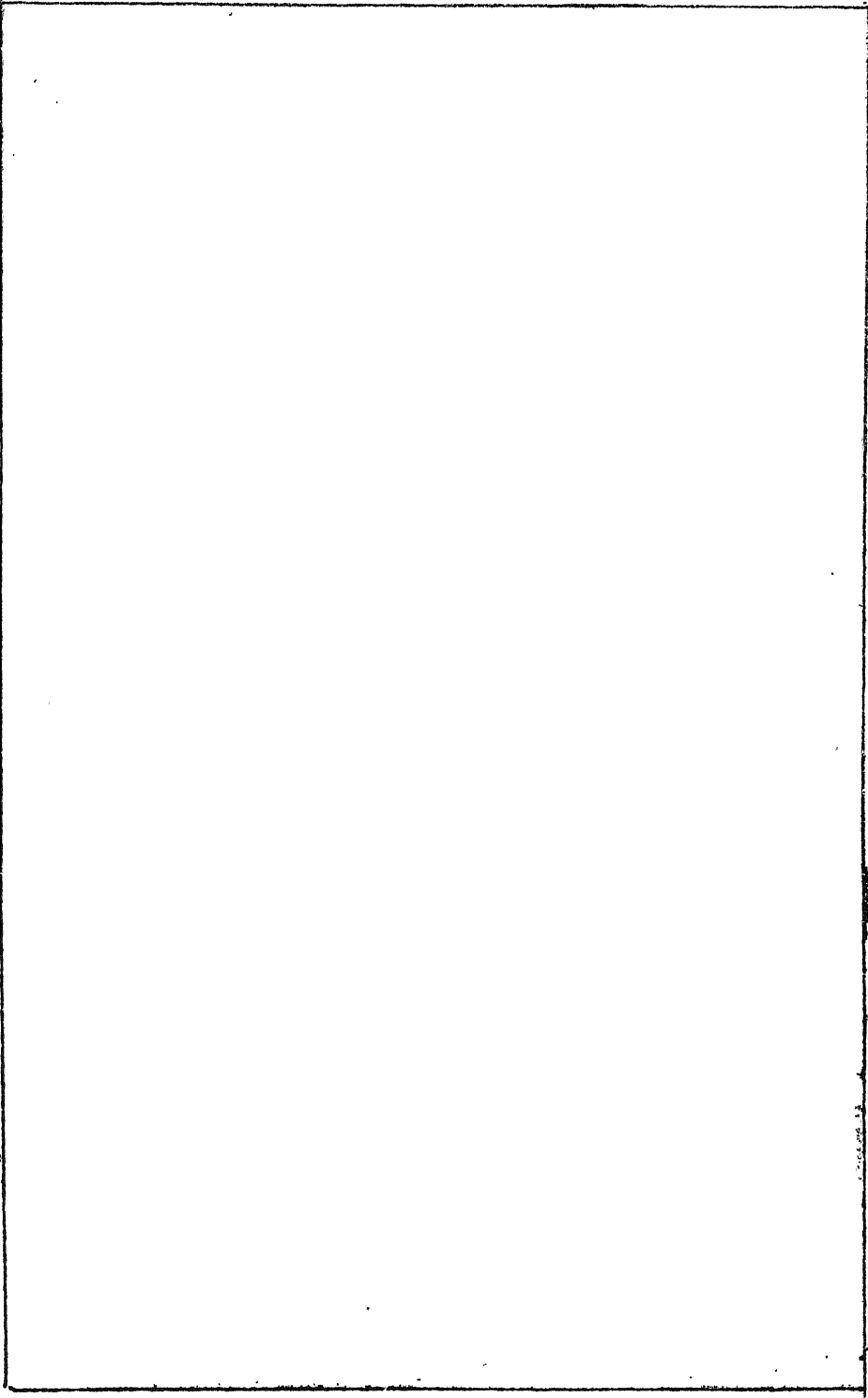
استقراء

استقراء

اس وقت تک ہم صرف قیاس کا حال بیان کرتے رہے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ کیا کیا شرائط ہیں جن سے مقدمات معلومہ سے صحیح طور پر نتائج معلوم ہوسکتے ہیں لیکن یہ سوال باقی رہتا ہے کہ خود وہ مقدمات کس طرح مقرر ہوئے بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک قیاس کے مقدمات دوسرے سے ثابت ہوتے ہیں جن کو **قیاس متقدم** prosyllogisms کہتے ہیں اور پھر اس کے مقدمات ایک اور دوسرے سے علی ہذا القیاس لیکن یہ سلسلہ نامتناہی طور پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم کو آخر کار ایسے مقدمہ تک پہونچنا چاہئے جس کا ثبوت دوسرے عام قضایا سے نہیں بلکہ تجربات اور بدیہات سے ملتا ہو مثلاً بادشاہ فانی ہیں اس کا ثبوت ایک دوسرے عام تر قضیہ سے ملتا ہے کہ انسان فانی ہے اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ ایک اور عام تر قضیہ سے کہ تمام اجسام آلیہ ایک مدت معین کے بعد فنا ہوجاتے ہیں" لیکن یہ آخری قضیہ کہ "تمام اجسام آلیہ ایک مدت معین کے بعد فنا ہوجاتے ہیں" کیونکر ثابت ہوا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہم نے خود اپنے تجربہ سے دریافت کی ہے کیونکہ ہم برابر دیکھتے ہیں کہ درخت جانور اور دیگر اجسام آلیہ مرتے رہتے ہیں مشاہدے اور تجربے کے ذریعہ سے قدرتی حالات کا دریافت و تحقیق کرنا جس سے ایسے تصدیقات عامہ صحیح صحیح دریافت ہوسکیں۔ منطق استقرائی کا کام ہے۔ لفظ استقراء induction ایک تو وہ طریقہ عمل ظاہر کرتا ہے جس سے تصدیقات عامہ دریافت کئے جاتے ہیں اور دوسرے ان تصدیقات پر بھی دلالت کرتا ہے جو اس طرح حاصل ہوتے ہیں لہذا جب طریقہ عمل کا ذکر ہو تو استقراء سے مراد یہ ہے کہ مشاہدہ حقائق نفس الامر سے

قیاس متقدم

منطق استقرائی

تصدیقات عامہ کا معلوم کرنا یعنے استقرار ایک ایسا قضیہ یا تصدیق ہے جو مشاہدہ و تجربہ کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے۔

استقرار اور تعریف میں فرق

تم جانتے ہو کہ تصدیق اور چیز ہے اور کسی شے کی تعریف یا اوس کا تصور ذہنی اور شے ہے مثلاً

یہ کہنا کہ "مثلث ایک ایسی شے ہے جس کے تین ضلعے ہوں" کوئی قضیہ یا تصدیق نہیں ہے اور اس کو طریق عمل سے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے یہ صرف ایک تعریف ہے یا یہ بیان ہے کہ ایسی ایسی شکل ایسے ایسے نام سے موسوم کی جاتی ہے لیکن یہ کہنا کہ مثلث کے تینوں اندرونی زاویہ دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں" یا حرارت جب نقطۂ غلیان تک پہونچ جاے تو بھاپ ہوتی ہے" الفاظ کے معنے ظاہر کرنا نہیں ہے بلکہ واقعات نفس الامر کا مسئلہ ہے یہ تجربہ سے ثابت یا ابطلان کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریق عمل ہمیشہ استقرائی ہوتا ہے اور جو نتیجہ تجربہ سے حاصل ہو وہ تصدیق یا قضیہ کہلاتا ہے۔ اس طرح ایک تصدیق یا قضیہ وہ ہے جس کی صحت مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہو۔

استقرار کے طریقے

(۲) ایک حقیقت تو وہ ہے جو اشیا یا واقعات کا بالانفراد مشاہدہ یا تجربہ کرنے سے معلوم ہوتی ہے جیسے احمد نماز پڑھتا ہے۔ محمود نماز پڑھتا ہے وغیرہ دوسری حقیقت وہ ہے کہ ایک قسم کے بہت سے افراد کا علیحدہ علیحدہ مشاہدہ یا تجربہ کر کے ایک حکم بطور قاعدہ کلیہ لگایا جائے۔ احمد نماز پڑھتا ہے۔ محمود نماز پڑھتا ہے۔ عمر بکر زید نماز پڑھتے ہیں اس سے کلیتاً یہ نتیجہ نکالا کہ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اسی کو **قضیہ کلیہ** کہتے ہیں۔

اس جماعت کے تمام طالب علم سولہ برس کی عمر سے زیادہ کے ہیں۔ اس بیان پر اس وقت اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ پہلے تمام جماعت کے طلبا میں سے

ایک ایک کی عمر جانچ لی جائے۔ اب یہ قضیہ کہ تمام اجسام آلیہ فانی ہیں اس کا ثبوت ہر ایک جسم آلیہ کو مشاہدہ کرنے سے نہیں مل سکتا بلکہ اجسام آلیہ کی فطرت کے امتحان کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اجسام آلیہ اور موت میں تعلق ہے۔ یہ دونو قضیہ کلیہ ہیں۔ قضایا، کلیہ دریافت کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ ہر بار اشیا یا واقعات کے فرداً فرداً مشاہدہ یا تجربہ کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ طریقہ تحقیقات کے لحاظ سے **استقرا** اشیاء اور واقعات کے متعلق ضروری اور کلی خواص دریافت کرنے کا نام ہے استقراء یہ بھی دریافت کرتا ہے کہ ان خواص میں باہم کیا علاقہ ہے اور اون کے ضروری شرائط دریافت کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ اون خواص کی بہت سی امثلہ کا امتحان کیا جائے۔ لیکن تحقیقات کا انحصار مثالوں کی تعداد پر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بیس مثالوں کا امتحان کرنے سے کوئی قرین قیاس نتیجہ نہ پیدا ہو اور ایک مثال ایسی مل جائے کہ ضروری تعلقات واضح ہو جائیں تو وہ سب سے بہتر ہو گی۔ اکثر حقیقتوں کے دریافت کرنے میں بہت سے تجربے کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اون کا انحصار تجربہ کی عمدگی پر ہے مثلاً اس امر کی تحقیقات کے لئے کہ آکسیجن (حموضیہ) اور ہائیڈروجن (مائیہ) کے ملنے سے پانی بن جاتا ہے ایک ہی عمدہ تجربہ کافی ہے۔

استقراء تام و استقراء ناقص

استقراء کی دو قسمیں ہیں **استقراء تام** complete induction اور **استقراء ناقص** Incomplete induction استقراء تام سے یہ مراد ہے کہ کسی واقعہ خاص کے بہت سے تجربے کر کے کوئی قاعدہ کلیہ دریافت کیا جائے اور استقراء ناقص سے یہ مراد ہے کہ کوئی قاعدہ کلیہ چند مثالوں کو دیکھ کر فرض کر لیا جائے پہلی صورت کو تام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کوئی قاعدہ کلیہ اس وقت تک یقینی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس واقعہ کی ہر ایک صورت پر صادق نہ آئے

اور جس قضیہ کے متعلق یہ یقین نہ ہو کہ ہر ایک حالت پر صادق آئے گا وہ صرف ممکن ہے۔ کسی قاعدہ کلیہ کی صداقت کا امکان اون حالتوں کے متناسب ہوتا ہے جن پر اوس قاعدہ کو آزمایا گیا ہو اور وہ صادق آیا ہو۔

استقراء کی ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ استقراء کے ذریعہ سے جس قضیہ پر پہونچیں وہ مشاہدہ اور تجربہ سے صحیح ثابت ہو۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ ایک مثلث کے تین ضلعے ہوتے ہیں یہ کلیہ مثلث کے تصور میں داخل ہے اور مثلث کے خیال سے اخذ کیا گیا ہے۔ دوسرا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حرارت اجسام کو پھیلا دیتی ہے یہ قاعدہ حرارت اور اجسام کے باہمی تعلق کے تصور سے اخذ نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ کلیہ ہم کو ہمارے مشاہدے سے معلوم ہوا ہے اور اگر کوئی شخص اعتراض کرے تو اس کو تجربوں سے سمجھانا پڑیگا اس عمل کا نام استقراء ہے ایک استقرائی کلیہ ایسا کلیہ ہے جو اس وجہ سے تسلیم نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے عام تر کلیوں سے اخذ کیا گیا ہے بلکہ اس لئے کہ وہ حقیقت ہمارے مشاہدے اور تجربوں سے ثابت ہوی ہے۔ غرض ایک استقرائی ثبوت ایسا ثبوت ہے جو واقعات نفس الامر کی تحقیقات سے ثابت ہو اور استخراجی ثبوت ایسا ثبوت ہے جو عام تر کلیات سے ثابت ہو الحاصل منطق استقرائی میں یہ تحقیقات کی جاتی ہے کہ واقعات اور واردات کو مشاہدہ کر کے قوانین قدرت کس قسم کی دلیل سے اخذ کر سکتے ہیں۔

ثبوت استقرائی اور ثبوت استخراجی

منطق استقرائی کے ابتدائی مرحلے چار ہیں۔

منطق استقرائی کے ابتدائی مراحل مشاہدہ

ابتدائی مشاہدہ یعنے جس امر کی تحقیقات کرنی ہے اس کا کچھ علم مشاہدہ اور تجربے کے ذریعہ سے حاصل کیا جائے۔ یہ علم حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں اس کو سائنس نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ ایسے واقعات کا علم ہوتا ہے

جو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اور نہ تو اون کے ذریعہ سے دوسرے واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں اور نہ تجربے سے پہلے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کہ ان سے کیا ظہور میں آئے گا۔

قیاس

قیاس قائم کرنا ہم نے جو کچھ مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے ان کے متعلق قیاساً ایک قاعدہ کلیہ قائم کرتے ہیں۔

دلیل استخراجی

دلیل استخراجی جو قاعدہ کلیہ قائم کیا ہے اون کا خاص خاص واقعات پر امتحان کرکے نتیجے نکالتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اگر ہمارا قانون کلیتہً صحیح ہے تو ان واقعات سے نتائج مفروضہ حاصل ہوں گے۔

تصدیق

تصدیق جو واقعات پہلے ہم بیان کرچکے ہیں اون کا ان متخرجہ نتائج سے مقابلہ کرتے ہیں اور جہاں ممکن ہوتا ہے نئے مشاہدہ اور نئے تجربے بھی کرتے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہمارا قیاس اصلیت کے مطابق ہے یا نہیں اگر ہم کو چند ایسی مثالیں ملیں کہ ہمارا قاعدہ مشاہدہ اور تجربوں سے مطابقت نہ کرے تو قیاس غلط ہے اور ضرور ہے کہ ہم دوسرا قیاس قائم کریں یا پہلے قیاس میں کچھ ترمیم کریں اور جب ہمارا مفروضہ قاعدہ کلیہ مختلف حالتوں اور مختلف زمانوں میں واقعات قدرت سے ایسا مطابق ہو کہ ہم اس کے ذریعہ سے پیشین گوئی تک کرسکیں تو ہم کو یقین ہوجاتا ہے کہ قیاس مفروضہ ایک صحیح قانون کلیہ ہے ایسے قیاس کو **قیاس مصدق** کہتے ہیں۔

قیاس مصدق

واقعات عالم پر مشاہدوں اور تجربوں کی مدد سے نظر ڈال کر جب ہم کسی قیاس کو تسلیم اور کسی کو رد کرتے ہیں تو ایسے واقعہ کو **دلیل قاطع** کہتے ہیں کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں امر قابل تسلیم ہے اور بحث منقطع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جس تجربے سے کوئی ایک قیاس مسلم اور دوسرا مسترد ہوجاتا ہے

دلیل قاطع

تجربہ قاطع

تجربہ قاطع کہلاتا ہے۔

استقرار استدلال ہے عام کا خاص سے یعنے جو حکم جزئیات پر صادق آتا ہے۔ وہ دلیل استقرائی کی روسے اوس کلی پر بھی صادق آتا ہے جو اون جزئیات سے بنتی ہے مثلاً ہم نے ایک روپیہ ایک اشرفی ایک پتھر ایک کاغذ کا ٹکڑا۔ ایک روئی کا گالا بلندی سے زمین کی طرف پھینکا اور سب زمین پر آرہے تو ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ تمام اجسام مادی زمین پر گرتے ہیں۔ اب ہلکی اور بھاری چیزوں کو ملاکر پھینکا اور ہر دفعہ یہ دیکھا کہ ہلکی چیزیں بہ نسبت بھاری چیزوں کے دیر سے زمین پر گرتی ہیں تو ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ بھاری چیزیں زیادہ سرعت سے زمین کی طرف گرتی ہیں اس کے بعد دس بارہ تجربہ اس طرح کئے کہ کسی مکان کی ہوا خارج کرکے ہلکی اور بھاری چیزوں کو زمین پر پھینکا تو ہمیشہ یہ دیکھا کہ وہ دونوں ایک ساتھ زمین پر گریں اس سے ہم نے یہ کلیہ قائم کیا کہ ہلکی چیزوں کو ہوا زمین پر گرنے سے مانع ہوتی ہے اور اگر ہوا نہ ہو تو ہلکی اور بھاری چیزیں ایک ساتھ زمین پر گرینگی۔

مشاہدہ observation

مشاہد استدلال ناقص کو استدلال تام بنادیتا ہے

جب واقعات جزئی سے کلی کی طرف استدلال کیا جاے تو بعض وقت اس استدلال میں ایسا ثبوت قطعی موجود نہیں ہوتا جو مفید یقین ہو لیکن تاہم اس میں صداقت کا کم یا زیادہ غلبہ ہوتا ہے ایسے استدلال کو استدلال ناقص کہتے ہیں یہ استدلال استقرائی نہیں ہوتا بلکہ قیاسی ہوتا ہے اس قسم کے نتیجہ کی تصدیق اگر بعد میں کسی طریقہ استقرا کی روسے ہوجائے تو وہ استقراء تام کی جماعت میں داخل ہوجاتا ہے ایسے استقرار کا انحصار جمہور انام کی مشاہدے اور تجربے

کی بنا پر ہوتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ حبشی جاہل اور تند خو ہوتے ہیں ایسا قیاس ہے جو کافی مشاہدہ اور تجربے پر مبنی نہیں ہے اور ممکن ہے کہ بعض حبشی عالم اور حلیم بھی ہوں لیکن یہ کہنا کہ تمام بنی نوع انسان میں قوت ناطقہ موجود ہے بالکل درست ہے کیونکہ یہ قیاس تمام جمہور کے شاہدے پر مبنی ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ ہی ہم کو اس قابل بناتا ہے کہ ہم جزئی واقعات کی کیفیت اور ان کے باہمی تعلقات کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں۔ صحیح مشاہدہ علمی تحقیقات کا پہلا قدم ہے۔ مشاہدہ کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ حواس کے ذریعہ سے کوئی ادراک ذہن میں پیدا ہو بلکہ علمی مشاہدہ اس سے کچھ زیادہ ہے اور اس میں بہت بڑی حد تک تصدیق واستنتاج کے ذہنی اعمال شامل ہوتے ہیں۔ علمی مشاہدہ میں فکر کو برابر کام میں لانا پڑتا ہے جس سے آلات حس کی بھی تربیت ہوتی ہے ساتھ ہی ذہنی قوا بھی ترقی پاتے ہیں جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں بے شمار ادراکات حاصل ہوتے ہیں لیکن ہم صرف اُن ہی کو انتخاب کرتے ہیں جن پر غور و فکر کرنا ہمارے مقصد کے معلوم کرنے میں مفید ہوگا۔

مشاہدہ میں غلطی کے وجوہ

اکثر وجوہ ذیل سے مشاہدہ میں غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔

(۱) مشاہدات کامل توجہ سے نہیں کئے جاتے۔

(۲) موقعہ مشکل ہوتا ہے اور مشاہدہ کامل طور سے نہیں ہو سکتا۔

(۳) مشاہدہ کے لئے عمدہ سامان اور آلات ضروری موجود نہیں ہوتے۔

(۴) مشاہدہ کرنے والے کے ذہن میں پہلے سے ایک مسئلہ درجہ یقین تک پہنچا ہوا ہوتا ہے اور وہ مظاہر کے صرف انہی رخوں پر غور کرتا ہے جو اوسکی معتقدات کے مطابق ہوں درآنحالیکہ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ مظاہر قدرت کے اون رخوں کو زیادہ تحقیق اور تدقیق کی نظر سے دیکھیں جن سے ہمارے اعتقاد کے خلاف شہادت

اس سبب سے جب جسم انسان کی حرارت ہوا میں منتقل نہیں ہوتی تو جسم گرم ہوجاتا ہے اور جب ہوا کی حرارت برف میں منتقل نہیں ہوتی تو برف محفوظ رہتی ہے۔

دلیل تمثیلی کی توجیہ ناقص ہوتی ہے لیکن اگر کوئی قاعدہ ایسا معلوم ہوجائے جو اس توجیہ کی حقیقت وکیفیت بیان کرے تو اوس کی پوری توجیہ ہوجائے گی کونین زید کے بخار کو فائدہ کرے گی کیونکہ ہزاروں آدمیوں کے بخار کو رفع کرچکی ہے یہ دلیل تمثیلی ہے لیکن جب یہ معلوم ہوجائے کہ کونین ملیریا بخار کے جراثیم کو فنا کردیتی ہے اور زید کا بخار ملیریا ہے تو اوس کی کامل توجیہ ہوگئی۔

دلیل تمثیلی اگرچہ توجیہ نہیں ہے تاہم توجیہ کے قواعد عامہ دریافت کرنے کی طرف ایما کرتی ہے کیونکہ جب کسی شے یا کسی واقعہ میں کامل مشابہت ایسے اشیاء یا ایسے واقعات سے دیکھتے ہیں جن سے ہم واقف ہیں تو ہمارا ذہن یہ کوشش کرتا ہے کہ معلوم اصول کو بڑھائے اور نئے واقعات واشیاء کو اس کی تحت میں لائے اس طرح نامعلوم اور غیر موجّہ واقعات قواعد معلومہ کے تحت میں آتے ہیں۔ عالم نباتات اور عالم حیوانات میں غذا کو ہضم کرنے اور اپنا مثل پیدا کرنے اور دوسرے اس طرح کے مسائل میں موافقت اور تشابہ پایا گیا اور ایک کی توجیہ دوسرے سے ہوی۔

یہ سچ ہے کہ جب چیزیں فی نفسہ یکساں ہوتی ہیں تو اون کے اثرات بھی یکساں ہوتے ہیں یعنے یکساں علتوں سے ہمیشہ یکساں معلول پیدا ہوتے ہیں لیکن مشکل یہ جاننا ہے کہ علتیں یکساں کب ہیں اور کب نہیں اور اس کے لئے معمول سے زیادہ عقل اور قوی استدلال کی ضرورت ہے اور ایسے قواعد عامہ دریافت کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ جن سے یہ معلوم ہو کہ خاص خاص حالتوں میں کون کون سے امور وقوع میں آئینگے جن امور کے متعلق یہ یقینی طور پر تحقیق ہوجائے کہ وہ ہمیشہ فلاں حالتوں میں واقع ہوتے اور فلاں اسباب سے پیدا ہوتے ہیں تو اون

کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قانون قدرت کے موافق ہیں۔ جب کوئی قانون قدرت بہت سی چیزوں پر صادق آئے تو اوسے **کلیہ** کہتے ہیں ایسے ہی کلیات کا نام **سائنس** ہے۔

کلیہ

قانون قدرت

قوانین قدرت کے متعلق منطق ہم کو دو چیزیں سکھاتی ہے ایک تو یہ کہ اون کو کیونکر دریافت کریں اور دوسرے یہ کہ جب قوانین قدرت دریافت ہو جائیں تو دلیل میں ان کو کیونکر استعمال کریں۔

منطق استقرائی کے ذریعہ سے ایسے قوانین عامہ دریافت ہوتے ہیں جو بہت سے جزئیات پر صادق آتے ہیں مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ بادل پانی برف اولے شبنم کہر پالا سب پانی کے بنے ہوے ہیں جو ہوا سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے تو ہم تحقیقات سے یہ دریافت کرسکتے ہیں کہ مرطوب ہوا جب ایک خاص درجہ تک ٹھنڈی کی جاے تو اس سے پانی کے قطرے پیدا ہو جاتے ہیں اور ہم پر یہ امر منکشف ہو جاتا ہے کہ ان سب چیزوں کی بننے کی علت ایک ہی ہے۔

جب ہم کو کوئی قانون قدرت (کلیہ) معلوم ہو جاتا ہے تو ہم کلیات سے جزئیات کی طرف دلیل کرسکتے ہیں اور اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب فلاں امر صحیح ہے تو فلاں دوسرا بھی صحیح ہوگا۔ مثلاً یہ قانون قدرت ہے کہ جو چیزیں اپنے متساوی الحجم پانی سے ہلکی ہوں وہ پانی میں تیرتی ہیں۔ جہاز اپنے متساوی الحجم پانی سے ہلکے ہوتے ہیں لہذا یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے کہ جہاز پانی میں تیرے گا۔

استدلال کی تعریف

اس طرح ایک قسم کے علم سے دوسرے قسم کے علم حاصل کرنے کو **استدلال** کہتے ہین۔

Generalization تعمیم

مشاہدہ و تجربہ

یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ مشاہدہ و تجربہ کرنا ہی دلیل استقرائی ہے اور مزید محنت

اٹھائے بغیر ہم کو قانون قدرت معلوم ہو جاتے ہیں تجربے اور مشاہدے سے تو صرف
ایسے واقعات معلوم ہو جاتے ہیں جنکی بنا پر ہم دلیل کر سکتے ہیں مثلاً ہمارے پاس
برف کے دو ٹکڑے رکھے ہیں ایک تو کمبل میں لپٹا ہوا ہے اور دوسرا کھلا پڑا ہے
تو ہم دیکھیں گے کہ جو ٹکڑا کھلا ہوا ہے جلدی جلدی پگل رہا ہے اور لپٹا ہوا آہستہ
آہستہ پگلتا ہے اب اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ کمبل سے لپٹی ہوی برف ہمیشہ
آہستہ آہستہ پگلتی ہے تو یہ دلیل استقرائی تو ہے لیکن ہر حالت میں صحیح نہیں ہے۔
کیونکہ اگر ارد گرد کی ہوا نقطۂ انجماد سے زیادہ سرد ہو تو کوئی سی برف بھی نہیں پگلے گی
غرض تجربہ سے صرف واقعات معلوم ہوتے ہیں اور بڑی احتیاط سے تحقیقات
کرنے کے بعد ہم کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسے ہی واقعات پھر کن کن حالتوں میں
ظاہر ہونگے ۔ عام قانون قدرت یہ ہے کہ یکساں علل واسباب یکساں معلول و نتائج
پیدا کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ علل واسباب واقعی یکساں ہوں یہ نہیں کہ اون
میں صرف ظاہری تشابہ پایا جائے اور در اصل اون میں اختلاف ہو۔ تجربہ کرنے سے
یہ فائدہ ہے کہ صحیح صحیح یہ دریافت ہو جاتا ہے کہ کسی واقعہ کے مقدمات یا حالات گرد
و پیش کیا ہیں اور مقدمات وحالات میں تغیر و تبدل کر کے یہ دریافت کر لیتے ہیں کہ
کوئی نتیجہ پیدا کرنے کے لئے اون میں سے کون کون سے لازمی ہیں اور کون کونسی
نہیں اور پورے طور پر ہم کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ فلاں نتائج فلاں فلاں اسباب
اور حالات سے پیدا ہوتے ہیں تو ہم یہ پیشین گوئی کر سکتے ہیں کہ جب کبھی ایسی
علل واسباب اکٹھا ہونگے تو ایسے ہی نتائج ظہور میں آئنگے۔

عمل تعمیم

تجربہ اور مشاہدہ سے قوانین قدرت دریافت کرنے کے لئے عمل تعمیم کیا جاتا ہے
عمل تعمیم سے مراد ہے خاص خاص حالتوں کو دیکھ کر قانون عامہ اخذ
کرنا یعنے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو حقیقت ہم نے ان چند چیزوں کی معلوم کی ہے یہی حقیقت

اس تمام جنس یا جماعت کے کل افراد کی ہے جس میں یہ تمام چیزیں داخل ہیں۔

اس عمل کو صحیح صحیح کرنے کے لئے بڑی ہوشیاری اور احتیاط کی حاجت ہے اگر اشیاء صرف چند خواص میں سے باہم مماثل ہوں تو کوئی قاعدہ کلیہ قائم کرنے سے پہلے بہت سی مثالوں کا مشاہدہ یا تجربہ کرانا چاہئے۔ قبل ازیں کہ یہ نتیجہ نکالا جائے کہ یہ اشیا دوسرے خواص میں بھی بالکل مشابہ و مماثل ہیں۔

قواعد کلیہ دریافت کرنا

چھت پر سے چند پتھر زمین کی طرف پھینکو سب نیچے ہی کی طرف گریں گے لکڑی کے ٹکڑے پھینکو وہ بھی نیچے آجائنگے روئی کے گالے اور کاغذ کے ٹکڑے بھی آہستہ آہستہ زمین پر آرہیں گے۔ جامد اشیاء کو چھوڑ دیا پانی جیسی سیال چیزیں یہ بھی آخر زمین پر گر پڑتی ہیں۔ پانی کے قطرے ابر نبکر ہوا میں اڑتے ہیں لیکن آخرکار زمین پر آجاتے ہیں اور تو اور اگر کسی مقام پر خلا ہو تو وہاں بھی چھت زمین پر آرہتی ہے دھواں بھاپ اور خاک کے ذرّوں کو ہوا بہت سہارا دیتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ نیچے نہیں آتے بلکہ اوپر اڑتے ہیں لیکن آخرکار یہ بھی زمین پر ہی آرہتے ہیں اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ نہ صرف جامد بلکہ سیال اور غازات بھی آخرکار زمین پر گرتے ہیں ان چیزوں میں سوائے اس کے اور کوئی مشابہت نہیں ہے کہ یہ سب مادی اشیاء ہیں اور مادّے کی تعریف ان سب پر صادق آتی ہے اسطرح ہم یہ کلیہ قائم کرسکتے ہیں کہ ہر قسم کی مادی اشیا زمین کی طرف گرنے کا میلان رکھتی ہیں

امکان

ایک بچہ آگ سے اپنی انگلیاں جلا لیتا ہے پھر وہ ان کو آگ میں نہیں رکھتا اور ڈرتا ہے کہ آگ میں ہاتھ دینے سے جل جائے گا وجہ یہی ہے کہ وہ دوسری آگ کو بھی ویسا ہی قیاس کرتا ہے جیسی کہ پہلی تھی جس نے اس کا ہاتھ جلا دیا تھا اور یہی عمل تعمیم ہے۔ اگرچہ بچہ جانتا بھی نہیں کہ عمل تعمیم کیا ہوتا ہے؟ جو حالتیں ہم نے مشاہدہ یا تجربہ کی ہیں اون پر ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ جو بات ان حالتوں میں

حق ثابت ہوگئی ہے وہ اس طرح کی تمام حالتوں میں حق ہے خواہ وہ حالتیں گزر گئی
ہوں یا موجود ہوں یا آیندہ آنے والی ہوں اور خواہ کسی قدر زیادہ کیوں نہ ہوں
یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی صورتوں میں نتیجہ کی نسبت اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے کہ
غالباً ایسا ہوگا اور جس قدر زیادہ مثالیں اس کی موافق پائے جائیں اسی قدر
نتیجہ کا امکان زیادہ ہے - فرض کرو کہ اگر ایک بار ایسا ہو کہ ا کی موجودگی کے
ساتھ ب کی موجودگی بھی پائی جائے تو بطور قاعدہ کلیہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ب کی
موجودگی ا کی موجودگی کے ساتھ لازم ہے لیکن اگر دس بار ا اور ب ساتھ پائے
جائیں تو امکان اور زیادہ ہو جائے گا اور سو بار پائے جائیں تو امکان اور بڑھ
جائے گا لیکن نتیجہ امکان کے درجہ سے آگے نہیں بڑھتا جب تک کہ اس قسم کی تمام
حالتوں کا امتحان نہ کر لیا جائے - پس کسی حالت میں کسی امر کو قاعدہ کلیہ فرض
کر لینا صحیح نہیں ہے لیکن بات یہ ہے عمل میں کیلئے اگرچہ یہ ضرور ہے کہ جس قدر
زیادہ بار اس کا امتحان ہوا ہو- اسی قدر اس قاعدے کی صداقت زیادہ ظاہر
ہوگی لیکن قاعدہ کلیہ اخذ کرنا صرف شمار اور گنتی ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اشیا
یا مظاہر قدرت کی حقیقت اور نیچر کا دریافت کر لینا بھی ہے اور جب کسی شے کا
امتحان کرتے یا کسی مظہر قدرت کو دیکھتے ہیں تو اگرچہ یہ ایک انفرادی صورت ہوتی
ہے لیکن ہمارا مطلب صرف سطحی معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ باطنی کیفیت اور خاصیت
کا معلوم کرنا بھی ہوتا ہے البتہ جس قدر زیادہ غور سے اور جس قدر زیادہ بار
یہ مطالعہ کیا جاتا ہے اسی قدر اندرونی بھید اور حقائق کھلتے جاتے ہیں جب
ہم نے ایکبار دیکھا کہ زمین جب سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جاے تو کسوف
واقع ہوتا ہے اور جب چاند زمین اور سورج کے درمیان حائل ہو تو خسوف ہوتا ہے
اور علم ہیئت نے ہمیں اس کی وجہ بھی سمجھا دی تو ہر بار ہم کسوف و خسوف کی

اشیاء یا مظاہر قدرت کی حقیقت دریافت ہونے سے قواعد کلیہ معلوم ہو جاتے ہیں

صیحیح پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ آکسیجن اور ہائڈروجن کو ترکیب دیکر جب ایک بار پانی بنا لیا تو پھر بار بار ہم اطمینان سے یہ عمل کر سکتے ہیں اور کبھی شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ اب کے پانی بنے گا یا نہیں کیونکہ ہم کو گاسوں کی خاصیت معلوم ہو گئی ہے۔ غرض جب ایک قسم کی تمام افراد کا امتحان کرکے کوئی حکم لگایا جائے یا مشاہدہ و تجربہ سے کسی شئے کے خواص یا کسی واقعہ کی نتیجہ معلوم کر لی جائے کہ مزید مشاہدہ اور تجربہ کی حاجت نہ رہے تو قاعدۂ کلیہ جو اس سے اخذ کیا جائے گا یقینی ہوگا اور اس استقرا کو **استقراء تام** کہتے ہیں جب ہم اس طرح جزئیات سے کوئی قاعدہ کلیہ دریافت کر لیتے ہیں تو استدلال کا کام ختم ہو جاتا ہے اور جو کام باقی رہتا ہے وہ یہ ہے کہ انفرادی صورتوں میں اگر پھر کوئی ویسی ہی صورت پیش آئے تو اس قاعدہ کا اطلاق اس پر کیا جائے۔ جب ہم نے تجربے سے یہ معلوم کر لیا کہ ہوا کا دباؤ پانی کو (۳۳) فٹ بلندی تک چڑھا سکتا ہے تو اب ہر بار امتحان کرنے کی حاجت نہیں بلکہ جب چاہیں اس اصول پر واٹر پمپ لگا سکتے ہیں وجہ یہ کہ پانی اور ہوا کے دباؤ کی خاصیت ہمیں معلوم ہے۔ یا ایک فوج کے کسی دستے کے ایک ایک سپاہی کا طبی امتحان کرکے یہ حکم لگایا کہ اس کے سارے سپاہی تندرست ہیں۔ یہ دونو صورتیں استقراء تام کی ہیں کیونکہ حکم مذکور اس کلی کی کل جزئیات کو ثابت ہے لیکن ایسی صورت میں کہ کوئی حکم کسی کلی کی تمام جزئیات کو نہیں بلکہ اکثر جزئیات کو ثابت ہو یعنے نہ اس قسم کی تمام افراد کا مشاہدہ اور امتحان کیا گیا ہو اور نہ کوئی ایسی خاصیت معلوم ہوی ہو جو اس قسم کی تمام اشیاء میں مشترک ہو بلکہ للاکثر حکم الکل کی بنا پر کوئی قاعدہ کلیہ قائم کر لیا گیا ہو تو ایسی تعمیم کو **استقراء ناقص** کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اقوام کے حالات میں کوئی کتاب لکھے اور بیان کرے کہ فلاں ملک کے باشندے تندخو مغلوب الحال جاہل لیکن دیانت دار اور پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ملک کے کروڑوں باشندوں کے اخلاق

قاعدۂ کلیہ کو عملاً کام میں لانا

و عادات کی نسبت ایک حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ کثرت کی بنا پر بیان کیا گیا ہے کہ جس
میں مستثنیات ہونے ممکن ہیں اس لئے یہ استقرا ناقص ہے۔ تمام حبشی سیاہ فام ہوتے
ہیں استقرا تام ہے کیونکہ ملک حبش کی آب و ہوا کا خاصہ یہ ہے کہ وہاں کے باشندے
سیہ فام ہوں جو سیہ فام نہیں وہ حبشی ہی نہ ہوگا کلیہ بالکل صحیح ہے۔ تمام حبشی جاہل
ہوتے ہیں کلیہ غلط ہے مستثنیات ممکن ہیں۔ اکثر حبشی جاہل ہوں تو ہوں یہ استقرا
ناقص ہے۔

علت و معلول

علت و معلول

ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت کے کاموں میں یکسانی اور توافق پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے
ہم کو یقین ہے کہ پہلے جو کچھ ہو چکا ہے ویسی ہی حالتوں میں پھر واقع ہوگا۔ وَلَنْ
تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا [1] اگر کوئی شخص یہ بیان کرے کہ میں نے ایک
سفید کوّا دیکھا ہے تو اس کے بیان کو یقین کرنے میں ہمیں تامل نہیں ہوتا کیونکہ ہم نے
دیکھا ہے کہ ایک ہی نوع کے جانور مختلف اللون ہوتے ہیں اگرچہ ان میں سے
بعض رنگ بہت ہی کمیاب ہوں لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں نے کھجور کے درخت میں
آم لگے ہوئے دیکھے تو ہم ہرگز یقین نہیں کریں گے کیونکہ ایسی ایک مثال بھی ہماری
نظر سے نہیں گزری۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کھجور کا درخت جیسی آب و ہوا اور
سرزمین میں پیدا ہوتا ہے وہ آم کے لئے موافق تک نہیں ہے۔

روابط علتی مستقل ہوتے ہیں

قانون علت و معلول کے یہ معنی ہیں کہ ہر واقعہ اور ہر نتیجہ کا کوئی نہ کوئی
سبب ضرور ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر ایک واقعہ کسی دوسرے واقعہ سے متعلق
ہے اگر پہلا واقعہ جو علت کہلاتا ہے واقع ہو تو دوسرا جو معلول ہے ضرور ظاہر ہوگا
اور اگر پہلا ہی نہ ہو تو دوسرا نہ ہوگا۔ اور کسی واقعہ کی صورت نہیں بدلتی جب تک کہ

[1] تم اللہ کے دستور میں کبھی تغیر و تبدل (ہوتا ہوا) نہ پاؤ گے

اور واقعات سابقہ میں جو پہلے واقع ہوئے ہیں فرق نہ پڑے اب اس کا عکس لو
ایک ہی قسم کے واقعات سے ایک ہی طرح کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ جب واقعات
وحالات یکساں ہونگے تو نتائج کا یکساں ہونا ضرور ہے **قانون استقلال قدرت**
کے یہی معنی ہیں یعنی علل واسباب اور نتائج کا علاقہ مستقل ہے اس لئے روابط علتی
مستقل اور کلی ہیں مثلاً اگر سورج نکلنے کے بعد کسی دن تو روشنی اور گرمی ہو اور کسی
روز سردی اور تاریکی تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سورج روشنی یا گرمی کی علت ہے۔ روابط
علتی ہمیشہ ضروری اور کلی ہوتے ہیں جب ہم کسی شے کو کسی دوسری شے کی علت
قرار دیتے ہیں تو ہمارا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس شے سے ویسا ہی نتیجہ ہمیشہ پیدا
ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو علل کے دریافت کرنے کے یہ معنے ہونگے کہ علت ومعلول
میں کسی خاص وقت میں جو علاقہ ہے وہ دریافت کر لیا جائے اور ہم یہ نہیں کہہ
سکیں گے کہ یہ علاقہ کسی دوسرے وقت بھی قائم رہے گا یا نہیں۔ کسی واقعہ کا سبب

مقدم

وہ **مقدم** - Antecedent - یا **مقدمات** ہوا کرتے ہیں جن سے واقعہ
ہمیشہ صادر ہوا کرتا ہے۔ مثلاً جب وقت گھنٹہ میں چھ بجتے ہیں تو سورج نکلتا ہے اس سے
یہ خیال نہیں پیدا ہو سکتا کہ گھنٹے کا بجنا سورج نکلنے کی علت ہے۔ کیونکہ اگر گھنٹہ کسی
دن نہ بجے تو بھی سورج ضرور نکلے گا اور اگر غلطی سے گھنٹہ آدھی رات کو چھ بجا دے تو
سورج کے طلوع پر اس کا کچھ اثر نہ پڑے گا اور اس لئے ہم یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ
اگر گھنٹہ سورج نکلنے کی علت ہوتا تو ضرور تھا کہ جب وقت گھنٹہ میں چھ بجیں اسی
وقت سورج نکلے۔ جو علت کہ ہمیشہ وہی معلول نہ پیدا کرے وہ در اصل علت ہی
نہیں ہے۔

مقدمات کی تعریف

وہ تمام چیزیں جن کو ہم کسی تجربہ کرنے سے پہلے باہم ترتیب دیتے ہیں یا وہ تمام
حالتیں جو کسی قدرتی واقعہ سے پہلے ظہور میں آتی ہیں **مقدمات** کہلاتی ہیں اور

وہ کیفیتیں یا واقعے جو اون کے بعد ظاہر ہوتے ہیں **موخرات یا تالیات** کہلاتے ہیں گرم مرطوب ہوا تیز دھوپ بلند بھولے پھولے بادل اور مقیاس الہوا کے پارے کا گرنا طوفان آنے کے مقدمات ہیں لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ کسی واقعہ کے ظاہر کرنے کے لئے اس کے تمام مقدمات ظہور میں آئیں بلکہ کبھی اون میں سے دو ایک کا ہی ظاہر ہونا کافی ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کھانا کھایا اور کھانے میں گوشت دال روٹی انڈے مٹھائی کھائی اور وہ بیمار پڑ گیا تو کھانا اس کی بیمار پڑنے کی علت قرار دی جائے گی لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں نے جو اوس نے کھائی ہیں اس کو بیمار ڈالا ہو ممکن ہے کہ صرف مٹھائی نے اوس وقت اوس کے مزاج کو خراب کیا ہو۔

علت

علت اون تمام عوارض کے مجموعہ کو کہتے ہیں جنکی موجودگی یا عدم موجودگی کسی حادثہ کے ظہور کے لئے ضرور ہو یعنے درصورت موجودگی اون عوارض میں سے کسی کو نکال دیں اور درصورت عدم موجودگی اون میں کسی کو داخل کر دیں تو اس حادثہ کے ظہور میں خلل انداز ہو مثلاً کسی لکڑی میں دیا سلائی سے آگ دینا لکڑی کے جلنے کی علت خیال کیا جائے گا۔ لیکن دراصل صرف دیا سلائی لگانا ہی لکڑی کے جلنے کی علت نہیں ہے بلکہ ہوا کے موجود ہونے اور نمی کے نہ ہونے کو بھی لکڑی کے جلنے میں دخل ہے علمی تحقیقات میں یہ لازم ہے کہ اون تمام شرائط کو جن کے وجود پر حادثہ کے ظہور کا انحصار ہے ضرور شمار میں لائیں جو علت زیادہ قریب ہو اس کو **علت مستقیم** Direct cause۔ کہتے ہیں اور دوسرے اسباب شرائط کو **علت غیر مستقیم** predisposing cause کہتے ہیں **علت** cause ایسا مستقل مقدم ہے کہ اگر وہ موجود نہ ہو تو تالی effect consequent یعنے معلول بھی موجود نہ ہوگا۔

علت مستقیم

علت غیر مستقیم

جب ہم کو یہ یقین ہو جائے کہ فلاں حادثہ علت ہے اور فلاں معلول تو یہ ضرور

ہے کہ جہاں کہیں وہ علت موجود ہوگی وہاں اس کا معلول بھی ضرور موجود ہوگا بشرطیکہ اور ایسے عوارض موجود نہ ہوں جو اوس علت کے برخلاف عمل کر کر اوس معلول کو پیدا نہ ہونے دیں بعض اوقات ایک معلول چند علتوں کے بالاشتراک عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات ایک ہی معلول مختلف قسم کے علتوں سے پیدا ہوتا ہے مثلاً آگ آتشی شیشہ سے بھی پیدا ہوتی ہے اور دیا سلائی سے بھی اور چقماق سے بھی اور قوت برقی سے بھی۔

معلولات مشترکہ

اصل علت اور آخری معلول کے درمیان چند اور اسباب بھی ہوتے ہیں مثلاً حرکت سے حرارت۔ حرارت سے قوت برقی۔ قوت برقی سے قوت اتصال کیمیائی پیدا ہوتی ہے کبھی ایک علت سے وقت واحد میں چند معلولات پیدا ہوتے ہیں جو معلولات متصل اور معلولات مشترکہ کہلاتے ہیں مثلاً ایک شخص کو ضرب پہونچے جس سے اس کو درد سر اور زخم پیدا ہو جائے تو درد سر اور زخم کی علت ضرب ہے۔

علت

علت معلول سے پہلے واقع ہوتی ہے لیکن محض کسی واقعہ کا پہلے واقع ہونا علت یا سبب ہونے کے لئے کافی دلیل نہیں ہے دن سے پہلے ہمیشہ رات ہوتی ہے لیکن دن کے ظاہر ہونے کا سبب رات نہیں ہے بلکہ رات اور دن دونوں کی آمد و رفت کی وجہ زمین کا سورج کے گرد گردش کرنا ہے۔ بعض صورتوں میں علت و معلول میں اس قدر کم وقت صرف ہوتا ہے کہ اس کی تمیز نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونو کا ظہور ساتھ ہی ہوا۔ سیاہی کے گرنے سے کاغذ پر دھبہ پڑ گیا۔ دھبہ نتیجہ ہے سیاہی گرنے کا لیکن سیاہی گرنے اور دھبہ پڑنے میں اس قدر کم عرصہ ہے کہ اس کی تمیز نہیں کی جا سکتی اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کا وقوع ایک ہی وقت میں ہے لیکن پھر بھی ان دونوں واقعوں میں تقدیم و تاخیر ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ بہت نامعلوم طور پر آکسیجن اور ہائیڈروجن کو ملایا پانی بن گیا۔ آکسیجن اور ہائیڈروجن کا ملنا علت اور

پانی معلول ہے لیکن ان دونوں گاسوں کے ملنے سے پانی کے بننے میں کوئی وقفہ نہیں ہے اس لئے علت کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ پہلے واقع ہو بلکہ علت ومعلول کا ظہور بعض صورتوں میں ایک وقت میں بھی ہونا ممکن ہے لیکن دراصل پہلے علت واقع ہوگی اور پھر معلول۔

علت ومعلول کا تعلق

علت ومعلول کے یہ معنے بھی نہ سمجھنے چاہئیں کہ علت معلول پر اپنا عمل کرتی اور اس میں تغیر پیدا کرتی ہے جیسے کہ کاریگر شے بناتا ہے جب دو چیزوں کے ملنے سے کوئی تیسری شے بطور نتیجہ پیدا ہوتی ہے تو ان میں سے صرف ایک ہی میں تغیر نہیں پیدا ہوتا بلکہ دونوں میں ایک دوا ایک مریض شخص کو صحت بخشتی ہے اس صورت میں صحت صرف دوا کا اثر نہیں ہے بلکہ دوا کے خواص اور جسم کے خواص نے ملکر یہ اثر پیدا کیا ہے اور طبیعت کا صحت کی طرف مائل ہونا زیادہ تر جسم کی حالت پر منحصر ہے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جو تغیر واقع ہوا ہے وہ صرف جسم ہی میں نہیں ہے بلکہ خود دوا بھی بغیر تغیر کے نہیں رہی وہ اثر جس کا نام صحت رکھا گیا ہے اس میں دوا اور جسم دونوں شامل ہیں یعنے دونوں کے مزاج اور باہمی تاثرات پر منحصر ہے۔

علت قائم

علتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تو قائم جو ہمیشہ پائی جاتی ہیں اور کسی واقعہ کے بطور نتیجہ پیش نہ آنے کی صورت میں موجود ہوتی ہیں لیکن نتیجہ اس وجہ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ علت ہائے فعلی نے اپنا عمل نہیں کیا **علت فعلی** ایسی ہے جو علت ہائے قائم کے ساتھ ملکر فوراً کوئی نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ مثلاً ایک شخص درخت پر چڑھا (۲) اوس کا پاؤں پھسل گیا (۳) وہ درخت پر سے گر پڑا (۴) اور مر گیا۔ یہ واقعہ بہت سی علتوں کا نتیجہ ہے (۱) جسم انسان کا وزن۔ (۲) درخت کی بلندی (۳) جس زمین پر وہ گرا اس کی نرمی یا سختی (۴) جسم انسان کی کمزوری (۵) کشش زمین (۶) پاؤں کا پھسلنا۔ ان میں سے اول کی پانچ

علت فعلی

علت ہائے قائم ہیں یعنے ایسی علتیں ہیں جو ہمیشہ موجود رہتی ہیں لیکن پاؤں کا پھسلنا علت فعلی ہے کیونکہ یہی وہ فوری تغیر تھا جو دوسری علتوں کو عمل میں لایا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے اسباب بڑے بڑے نتائج پیدا کرتے ہیں تو ہم صرف علت ہائے فعلی کا خیال کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ دوسری علتیں بھی مخفی ہوتی ہیں۔ سائنس میں بعض دفعہ تو صرف علت ہائے فعلی کا خیال کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اون تمام اسباب وعلل پر غور کیا جاتا ہے جو مشترک طور پر عمل کرنے والے معلوم ہوتے ہیں مثلاً علم طب ہی میں ہم اگر کسی مرض کا سبب دریافت کریں تو اوس کے اسباب ممکن ہے کہ موروثی امراض غذا کی کمی خراب آب وہوا۔ ورزش کا نہ ہونا۔ راتوں کو کام کرنا کام کی کثرت۔ غصہ ورنج ہوں اور بہ ظاہر مرض کے ظاہر ہونے کی وجہ ایک رات نہ سونا یا کوئی صدمہ پہونچنا معلوم ہو لیکن طبیب کو تمام حالات پر غور کرنا پڑے گا۔ معمولی حالتوں میں ہم اس طرح اسباب وعلل کی چھان بین نہیں کیا کرتے بلکہ اسباب وعلل کی تحقیق میں ایک اصول پر کاربند نہیں رہتے۔ بعض حالتوں میں تو ایسی اسباب وعلل پر غور کرتے ہیں جو سب سے آخر واقع ہوئی ہیں اور کبھی صرف اُس علت کا خیال کرتے ہیں جو تمام علل میں سب سے زیادہ موثر تھی

بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں معلول تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن علل واسباب ہر واقعہ کے مختلف ہوتے ہیں مثلاً موت ایک ہی چیز ہے۔ لیکن اسباب موت مختلف ہیں۔ کوئی شخص زہر سے مرتا ہے کوئی پانی میں ڈوب کر۔ کوئی بندوق کی گولی کے صدمے سے کوئی کسی مرض سے۔ حرارت کسی شے کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے اور رگڑ سے بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو خاص خاص حالتوں میں جو نتائج پیدا ہوتے ہیں اون میں بھی باہم اختلاف ہوتا ہے۔ غرق آبی۔ زہر خورانی زخم کے اموات جدا جدا قسم کے واقعے ہیں۔

اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سورج کی گرمی سے موم پگل جاتا ہے لیکن کیچڑ سخت ہوجاتی ہے اگرچہ ان دونوں معلول کی علت سورج کی حرارت ہے لیکن اس حرارت نے خاص خاص حالتوں میں مختلف اثر پیدا کیا ہے۔ موم اور مٹی دو مختلف مادے ہیں جو حرارت سے مختلف طور پر اثر پذیر ہوئے ہیں۔ حرارت کبھی یہ نہیں کرتی کہ ایک موم کی بتی کو پگلائے اور دوسری کو سخت کرے۔

دلیل اور علت میں فرق

دلیل و حجت وہ ہے جس پر کوئی حکم یا تصدیق مبنی ہے علت یا سبب وہ ہے جس سے کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے اگر میں یہ دیکھوں کہ زمین بھیگ رہی ہے۔ تو میں یہ نتیجہ نکالوں گا کہ یہاں مینہ برسا ہے۔ زمین کی تری میرے قول یا دلیل کی حجت ہے لیکن خود مینہ برسنا زمین کی تری کا سبب ہے۔

وجود سبب و علت سے وجود سبب و معلول پر استدلال کرنے کو استدلال لمّی کہتے ہیں جب علل و اسباب جمع ہوں تو ہم پیشین گوئی کرسکتے ہیں کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ تمام کلیں اسی استدلال سے ایجاد ہوئی ہیں اور وجود معلول سے وجود علت پر استدلال کرنے کو **استدلال انی** کہتے ہیں جیسے ڈاکٹر نعش کے امتحان سے اسباب مرگ دریافت کرتے ہیں۔ علم ہئیت نے اسی استدلال کے ذریعہ سے ترقی کی۔

تصدیقات علت و معلول

تصدیقات کی ایک اور جماعت جو علم حاصل کرنے میں کام آتی ہے تصدیقات روابط علتی کہلائی جاسکتی ہے۔ ان تصدیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اشیاء میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ دوسری اشیاء یا واقعات سے کسی طرح علت یا معلول کا تعلق رکھتی ہیں۔ اس قسم کی تصدیقات کیفیت یا کمیت کی تصدیقات

سے بالاتر ہیں اور اون میں سے ایک شے کے علاوہ دوسری اشیا کا علم ہونا بھی لازم ہے
اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ دونوں میں باہم کس قسم کا تعلق ہے اس وجہ سے ابتدا
میں ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا اور ذہن کی پختگی و معلومات کی وسعت کے
بعد ایسی تصدیقات ذہن میں آتی ہیں۔

عقل و شعور کی ابتدائی حالت میں چونکہ لوگ روابط علتی سے واقف نہ تھے
انھوں نے ہر مظہر قدرت کے لئے ایک دیوتا یا رب النوع فرض کر رکھا تھا یونان
کے ایک حکیم تھیلیس نامی نے یہ کہا کہ واقعات کو دیوتاؤں سے منسوب کرنے سے
ان کی توجیہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ کہنا کہ دیوتا ایسا اور ایسا کرتے ہیں یہ کہنا ہے کہ
ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں یہ دریافت کرنا سائنس کا کام ہے کہ وہ چیزیں اور وہ
واقعات جو ہمارے تجربے میں آتے ہیں ایک دوسرے سے کس طرح کا ربط رکھتے
ہیں اور کس امر کے وقوع میں آنے سے پہلے کن کن اسباب کا موجود ہونا لازم ہے
یا اگر بعض اسباب جمع ہو جائیں تو کیا صورت پیش آئے گی۔ سائنس کی زبان میں
اون اسباب کو جو پہلے واقع ہوتے ہیں **علت۔ سبب۔ مقدم** اور جو
واقعات اون سے نتیجتاً نکلتے ہیں اون کو **معلول نتیجہ تالی** کہتے ہیں۔

علت کے خیال میں جو جو طریقے داخل ہیں اون میں سائنس کی مشہور
تحقیقات نے ایک اور اضافہ کر دیا ہے جس کا نام **قانون عدم فنا مادہ و قوت**
ہے یہ قانون یہ بیان کرتا ہے کہ کام کی قوت (قوت فعلی) کی مقدار جو اجسام کو
حاصل ہے ہمیشہ غیر متغیر رہتی ہے یعنے کبھی گھٹتی بڑھتی نہیں۔ مادی اجسام میں جو
تغیر واقع ہوتا ہے وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ قوت فعلی ایک صورت سے
دوسری صورت اختیار کر لیتی ہے یہی حال تمام دنیا کا بہ حیثیت مجموعی ہے کہ قوت
فعلی کی تمام مقدار جو دنیا کو حاصل ہے ہمیشہ جوں کی توں رہتی ہے۔

کائنات میں جس قدر تغیرات واقع ہوتے ہیں مثلاً حرکت حرارت پیدا کرتی یا بجلی حرکت پیدا کردیتی ہے۔ یہ سب دنیا کی قوت فعلی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس قانون کی رو سے ہر معلول اور ہر نتیجہ سے کام کرنے کی قوت کی اتنی ہی مقدار ظاہر ہوتی ہے جتنی کہ علت سے۔ اور چونکہ قوت فعلی کبھی فنا نہیں ہوتی۔ معلول ہمیشہ علت کے برابر ہوگا۔ علت سے قوت خارج ہوکر معلول میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ ذرا بھی کم نہیں ہوتی۔ اگر معلول علت کے برابر نہ ہو تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علت کی قوت کا کچھ حصہ کسی اور چیز میں منتقل ہو جاتا ہے لیکن ضائع نہیں ہوتا۔ یہ علم طبعی کا کام ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ دو مظاہر قدرت میں جو علت و معلول کا ربط رکھتی ہیں **قوت فعلی** کی وہی مقدار ہے اس مقصد کے لئے ناپ تول کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم کیمیا اور علم طبیعات میں تو ناپ تول آسانی سے ممکن ہے لیکن جو علوم ذی حیات اجسام سے بحث کرتے ہیں اون میں ناپ تول کا عمل اس طرح نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ غیر ذی حیات اجسام میں تاہم ان میں بھی **قانون عدم فنا مادہ و قوت** جاری مانا جاتا ہے مثلاً ایک درخت کی قوت فعل اون چیزوں کی قوت فعل کے برابر ہے جو اوس کی پرورش کرتیں یا اوس کی اجزاء ترکیبی ہیں۔ مثلاً مٹی پانی سورج کی روشنی ہوا وغیرہ ان کے قواء دماغی اور طبعی کی پیمایش یا توازن نہیں ہوسکتا۔ اس لئے شعور کی قوت فعل کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اس واسطے ذہنی علوم میں یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ قانون عدم **فنا مادہ و قوت** کس درجہ تک پایا جاتا ہے۔

طریق تحقیق *method*

قانون علت

علم ریاضی کے علاوہ اور جس قدر علوم ہیں اون کا طریق تحقیق یہ ہے کہ وہ

واقعات کی علتوں کے قانون مقرر کرتے اور اون کو بیان کرتے ہیں۔

قانون علت کے مقرر کرنے سے یہ مراد ہے کہ عالم موجودات میں روابط علتی کا پتہ چلایا اور اون کو دریافت کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت میں ہر معلول سے قبل بے انتہا مقدمات ہوتے ہیں جن میں سے بعض کو اون معلول کے وقوع میں آنے سے تعلق ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا سائنس کا پہلا فرض یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں جن کا کسی واقعہ یا نتیجہ سے بطور علت تعلق ہے اور جن کا اس قسم کا تعلق نہیں ہے تمیز کرے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ کسی ایک مقدم کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے یا ایک سے زیادہ کی اور وہ مقدمات کیا کیا ہیں ایک شخص ایک شہر میں رہتا ہے وہاں اس کی صحت خراب ہوگئی تو سب سے پہلے دریافت کرنا پڑے گا کہ صحت خراب ہونے کے اسباب کیا کیا ہوسکتے ہیں۔ اس مقام کی آب وہوا کیسی ہے۔ حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست۔ صفائی شہر کی کیا حالت ہے۔ یہ شخص عموماً کس قسم کی غذا کھاتا ہے۔ کیا پیشہ کرتا ہے اس کی عادت مشاغل تفریحات کیا کیا ہیں اور اس کی صحت کی حالت کے لحاظ سے ان اسباب میں سے کن کن کا اثر اس پر پڑا ہوگا اور کن کن کا نہیں۔ جس قدر تحقیقات کامل ہوگی اسی قدر بیماری کی علت صحیح صحیح دریافت ہوسکے گی۔ مقدمات وعلل دریافت کرنے کی قوت متجسس میں اس کے قوائے دماغی عقل وفہم کی تیزی اور وسعت معلومات پر منحصر ہے مثلاً اس زمانہ میں کہ یہ معلوم ہوگیا ہے کہ ہوا میں کیا کیا چیزیں ملی ہوی ہوتی ہیں۔ ہم ہوا کے اثرات کے متعلق بہ نسبت گزشتہ صدی کے زیادہ صحت کے ساتھ جواب دے سکتے ہیں اگر یہ سوال ہو کہ ہوا میں گوشت کیوں سڑ جاتا ہے تو ہم ہوا کے اجزا پر غور کریں گے۔ آکسیجن نائٹروجن کاربونک ایسڈ۔ خاک جراثیم کا خیال کرکے سوچیں گے کہ گوشت پر اون کا کیا

علل واسباب دریافت کرنے کا طریقہ

اثر پڑتا ہے اور اسی طرح گوشت کے سڑنے کا سبب دریافت کرلیں گے۔

اپنے گزشتہ اور سابقہ مشاہدوں اور تجربوں کی بناء پر پہلے مقدمات کی نسبت ایک قیاس قائم کرتے ہیں اور چند مقدمات میں سے ایک کو انتخاب کرتے اور ایسے مقدمات کو چھوڑ دیتے ہیں جنکی نسبت ہم اپنی پہلی معلومات کی بناء پر یہ جانتے ہیں کہ یہ نتیجہ معلومہ نہیں پیدا کیا کرتے۔ یہ تحقیقات کا پہلا قدم ہے اگرچہ یہ فعل قیاسی ہے مگر اس سے تحقیقات میں بہت مدد ملتی ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ خود اس قیاس کا مشاہدہ اور تجربہ سے امتحان کیا جائے اور جن مقدمات کے جمع ہونے سے کوئی نتیجہ ہمیشہ بار بار پیدا ہوتا ہے اوس کو اوس نتیجہ کی علت یا اس کا سبب قرار دیا جائے۔

مشاہدہ اور تجربہ

مشاہدہ اور تجربہ ایک لحاظ سے ایک ہی شے ہیں جب کوئی واقعہ ہماری نظر کے سامنے بغیر ہمارے کسی عمل کے آتا ہے جس سے ہم کسی حقیقت نفس الامر کو معلوم کرلیتے ہیں تو وہ مشاہدہ ہے اور اگر اس واقعہ کو پھر ظہور میں لانے کے لئے ہم کوئی عمل کریں تو وہ تجربہ ہے۔ بہ الفاظ دیگر **مشاہدہ** کسی حادثہ کو حالت ظہور میں غور اور توجہ کے ساتھ دیکھنے کو کہتے ہیں اس حادثہ کو خاص اور خاطر خواہ قرینوں سے ترتیب دیکر اس کے نتیجہ کو مشاہدہ کرنا **تجربہ** کہلاتا ہے گویا ہر ایک تجربہ میں مشاہدہ ضمناً شامل ہے مشاہدہ اور تجربہ دونوں میں ہماری غائت یہ ہوتی ہے کہ مظاہر قدرت کا ظہور جن جن اسباب و علل پر منحصر ہے اون کا کھوج لگائیں بعض چیزیں انسان کے تجربہ کی دسترس سے باہر ہیں مثلاً اجسام سماوی کی حرکت اور طلوع و غروب کی حقیقت صرف مشاہدہ سے معلوم ہوسکتی ہے اون پر تجربہ کا عمل نہیں چل سکتا لیکن تجربے میں بعض ایسے مخصوص فوائد پائے جاتے ہیں جو مشاہدہ میں موجود نہیں ہوتے۔

تجربے کے مخصوص فوائد

(۱) تجربہ مثالوں کی تعداد بڑھا دیتا ہے اور اکثر اوقات یہ بہت مفید ہوتا ہے

(۲) کسی قیاس کا امتحان کرنے کے لئے جن مختلف پہلوؤں سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب تجربے سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ قدرتی حالت میں اون کے واقع ہونے کا انتظار کرنے میں بہت وقت صرف ہوگا۔

(۳) حوادثات مطلوبہ کو جس قدر مقدار میں چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔

(۴) حادثہ زیر تحقیق کو اور حوادث سے جب چاہیں علیٰحدہ اور جب چاہیں اون کے ساتھ شامل کر سکتے ہیں۔

(۵) تجربہ کے ذریعہ سے ہم اون ہی حالتوں کے تحت میں مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کے خواص کا ہم کو اچھی طرح علم ہے۔

(۶) تجربہ میں عوارض کی ترکیب و ترتیب انسان اپنی مرضی کے مطابق بدل سکتا ہے

جو علوم فقط مشاہدہ پر منحصر ہیں اون میں آج تک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوی مثلاً علم ہئیت وغیرہ کیونکہ اون علوم میں ہم مثالوں کو پیدا نہیں کر سکتے اور اکثر قدرتی حالت میں وہ مثالیں قابل اطمینان نہیں ہوتیں۔ دوسرے یہ کہ حوادث کے بعض عوارض کا تعین کرنا تجربہ سے ناممکن ہوتا ہے۔ مثلاً مشاہدہ سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ بعض دھاتیں پگھلنے کی طاقت رکھتی ہیں اور بعض دھاتیں کم درجہ حرارت میں اور بعض زیادہ درجہ حرارت میں پگھلتی ہیں۔ لیکن صرف مشاہدہ سے یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ کونسی دھات کس درجہ حرارت سے پگھل جاے گی

تجربہ کیا ہے پہلے سے تیار شدہ اور معلومہ حالات کے نیچے مشاہدہ کرنا

جس قدر پہلی معلومات وسیع ہو اسی قدر تجربہ زیادہ ٹھیک ہوگا مثلاً برق کا مشاہدہ ایک تو اُس وقت کیا جائے جبکہ وہ بادلوں میں چمکے۔ دوسرے کیمیائی اصول کے موافق بند کمرے میں کیا جائے تو وہ زیادہ ٹھیک ہوگا

یا مقناطیس کا مشاہدہ ایسے کمرے میں کیا جائے جو لکڑی کا بنا ہوا ہو اور کہیں لوہے کا اثر مقناطیس کے اثرات پر خلل نہ ڈالے۔

اگرچہ تجربہ کو مشاہدہ پر فوقیت حاصل ہے لیکن بعض ایسی صورتیں ہیں کہ اون میں صرف مشاہدہ ہی پر علل کے دریافت کرنے کا دار و مدار ہے مثلاً کسی ایسے امر کی علت دریافت کرنا جس کی علت کی نسبت کوئی قیاس قائم نہیں کیا جا سکتا تو جب تک کوئی قیاس قائم کیا جا سکے صرف مشاہدہ ہی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے بعض علوم ایسے ہیں کہ اون کی مسائل کی تحقیق میں تجربہ کا کام ہی نہیں۔ جیسے علم حیات علم النفس علم الاعضا۔ علم طبقات الارض علم ہیئت وغیرہ

قیاس

صبح سے شام تک ہزاروں طرح کے واقعات مشاہدہ میں آتے ہیں۔ لیکن جب تک کوئی خاص امر جس کو **قیاس** کہتے ہیں مدنظر نہیں ہوتا تو اون پر نہ تو توجہ کی جاتی ہے نہ کوئی قاعدہ یا کلیہ اون سے اخذ کیا جاتا ہے۔ جب سے ڈاروِن کے دل میں یہ قیاس پیدا ہوا کہ ارتقاء حیوانی انتخاب طبعی کے ذریعہ سے ہوتا ہے تو اس نے عالم حیوانات کے مشاہدے سے اس قیاس کی جانچ کی ممکن ہے کہ اوس سے قبل کے علما علم حیوانات کے مشاہدہ میں بھی ایسے واقعات پیش آئے ہوں لیکن اس وجہ سے کہ اون کے دل میں یہہ قیاس جاگزیں نہ تھا انھوں نے اس سے کوئی بھی قانون دریافت نہ کیا۔

تجربے دو طرح کے ہوتے ہیں **مثبت** اور **منفی** جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اکسیجن حیات حیوانی کے لئے ضروری شے ہے تو ایک حیوان کا اکسیجن میں سانس لینا اور زندہ رہنا ایک مثبت مثال ہے ایک حیوان اکسیجن نہ ملنے کے سبب سے مر جاتا ہے ایک منفی مثال ہے۔ کسی منفی نتیجہ کا قائم کرنا بہ نسبت مثبت کے زیادہ مشکل ہے کیونکہ کسی شے کی عدم موجودگی کا قرار دینا بہت مشکل

کام ہے ممکن ہے کہ فی الحقیقت وہ موجود ہو لیکن بہت کم مقدار میں ہو یا دوسرے اثرات نے اس کو چھپا لیا ہو۔

استقرائی طریقے جو دراصل مشاہدے اور تجربے کے طریقے ہیں پانچ ہیں۔

طریق تفارق

طریق تفارق یا دوران

جب کسی عامل کے زیادہ کرنے سے ایک خاص حادثہ ظاہر ہو اور اوس عامل کے علیحدہ کر دینے سے وہ حادثہ بھی غائب ہو جائے لیکن باقی حالات ویسے کے ویسے ہی رہیں تو وہ عامل اس واقعہ کی علت ہے۔ پروفیسر جیونس کہتے ہیں کہ وہ مقدم جو حادثہ کی موجودگی کے ساتھ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور حادثہ کی عدم موجودگی کے ساتھ ہمیشہ غیر موجود اس حادثہ کی علت ہوتا ہے بشرطیکہ اور تمام عوارض بدستور رہیں جب کسی ایسے مقام میں جہاں کی ہوا خارج کر لی گئی ہو گھنٹہ بجایا جائے تو اس کی آواز سنائی نہیں دیتی اور جب ایسے مکان میں بجائیں جہاں ہوا موجود ہو تو اوس کی آواز سنائی دیتی ہے تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہوا کا وجود آواز سنائی دینے کی علت ہے۔

ایک کمرہ ہر طرح کے سامان سے آراستہ ہے رات کے وقت اس میں ایک شخص شمع لایا تھوڑی دیر کے بعد وہ شمع اٹھا کر لے گیا (اگرچہ شمع کے علاوہ کل سامان ویسا کا ویسا ہی چھوڑ گیا) اور کمرہ کی روشنی بھی ساتھ ہی مفقود ہو گئی تو شمع کمرے کی روشنی کی علت ہے۔

اس اصول پر ہم ہر روز سینکڑوں نتیجے نکالتے ہیں ہم پانی پیتے ہیں ہماری پیاس بجھ جاتی ہے تو بے تکلف یقین کر لیتے ہیں کہ پیاس بجھنے کی علت پانی پینا ہے۔

ایک سوتا ہوا آدمی زور کے دھماکے کی آواز سے جاگ اٹھتا ہے تو ہر شخص جانتا ہے کہ اس شخص کے جاگنے کی علت شدت آواز ہے۔

ایک صحیح سالم شخص کو زہر کھلایا گیا اور وہ اُسی وقت مر گیا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس شخص کی موت کی علت زہر کھانا ہے۔

ایک شخص زنگترہ کھاتا ہے تو اوس کو ایک خاص طرح کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر وہ دوسری دفعہ اس طرح زنگترہ کھائے کہ اپنی ناک بند کرلے تو اوس کو صرف کھٹا یا میٹھا ذائقہ معلوم ہوگا اور زنگترہ کا سا ذائقہ جیسے پہلے معلوم ہوا تھا معلوم نہ ہوگا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قوت شامہ کو بھی ذائقہ کے احساس میں بہت بڑا دخل ہے۔

طریق تفارق اوس صورت میں کارآمد ہوتا ہے جب ہم علل معلومہ کے معلول دریافت کرنا چاہتے ہیں یہ طریقہ تجربہ سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔

طریق تفارق تجربہ سے تعلق رکھتا ہے

جس طرح بعض اشیاء کے موجود کرنے سے بعض امور دریافت ہوتے ہیں اور انکی علت کا پتہ چلتا ہے اسی طرح بعض اشیاء کے نکال لینے سے (اگر باقی حالات ویسے ہی رہیں) بعض امور ظاہر ہوتے ہیں اور انکی علت کا پتہ چلتا ہے

ایک شخص ایک تنگ جوتہ پہنے ہوئے ہے اُس کے پاؤں کو تکلیف ہو رہی ہے جوتا اتار ڈالا تو تکلیف رفع ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ تکلیف کا سبب جوتہ کی تنگی تھی۔

اگر پر جیسی ہلکی چیز کو اوپر سے نیچے پھینکیں تو وہ آہستہ آہستہ زمین پر آئیگا لیکن اگر اسی مقام سے ایک کنکر پھینکیں تو وہ فوراً گر پڑیگا۔ پر اور کنکر دونو ملا کر پھینکو تو پر کنکر کے بہت دیر بعد زمین پر گرے گا۔ اب مخراج الہوا کے ذریعہ سے اس مقام کی ہوا خارج کرو اور پھر کنکر اور پتھر دونو کو ملا کر

پھینکو تو دونوں ساتھ ساتھ زمین پر آرہیں گے۔ اس تجربہ میں جو تغیر کیا گیا وہ ہوا کا اخراج تھا اور نتیجہ یہ نکلا کہ پر کے زمین پر آہستہ گرنے کی علت ہوا کی مزاحمت ہے اسی طرح اگر کسی ایسے ہی مقام میں ایک زندہ حیوان کو رکھ کر وہاں کی ہوا خارج کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ حیوان مرجائے گا اس سے ثابت ہوا کہ ہوا حیات حیوانی کے لئے ضرور ہے اور یہ کلیہ صرف ہوا کے اخراج سے دریافت ہوا ہے۔

طریق تفارق کے عمل کو دوران بھی کہتے ہیں۔ دوران کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے مدار ہونا یعنے یہ کہ جب پہلی چیز پائی جائے تو دوسری بھی پائی جائے اور جب پہلی چیز نہ پائی جائے تو دوسری بھی نہ پائی جائے۔

طریق تفارق کو عمل میں لانے کی احتیاطیں

طریق تفارق کو عمل میں لانے میں چند احتیاطیں بھی برتنی چاہئیں۔

اول تو یقینی طور پر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کسی نئے عامل کے لاتے یا کسی موجودہ عامل کو خارج کرنے میں ہم نے سوائے اس جمع وتفریق کے اور کوئی تغیر کسی حالت میں بھی نہیں کیا ہے اور عمداً یا سہواً تو دوسری شے خواہ کسی قدر ہو یا زیادہ یا کم نہیں کی گئی ہے۔ اکثر اوقات یہ تیقن بہت مشکل ہوتا ہے۔

دوم یہ جاننا چاہئے کہ جو چیز زیادہ کی گئی ہے وہ ٹھیک ٹھیک کیا شے ہے اور وہ تمام حالتیں بھی معلوم ہونی چاہئیں جن میں وہ زیادہ کی گئی ہے۔ ایک شخص جو دھوپ میں سخت محنت کرنے کی وجہ سے پسینے پسینے ہو رہا ہے پانی کا ایک گلاس پئے اور مر جائے تو یہ کہا جائے گا کہ پانی پینا اس کی موت کی علت ہے لیکن دراصل پانی کی مقدار نے اس پر مہلک اثر نہیں ڈالا بلکہ پانی کی خنکی نے اس کو ہلاک کیا ہے اسی طرح اگر کسی عامل کو زیادہ کئے یا خارج کئے ہوئے بہت عرصہ گزر جائے اور نتیجہ دیر میں ظاہر ہو تو یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ عامل اس نتیجہ کی علت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس عرصہ

میں دوسرے اعمال نے بھی کچھ اثر ڈالا ہو۔ اگر کوئی نیا قانون رائج کیا جائے
اور پرانا منسوخ کر دیا جائے تو عوام کے چال وچلن میں کچھ عرصہ کے بعد تغیر
ظاہر ہو گا لیکن یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ یہ تغیر نئے قانون کی اجراء
کی وجہ سے ہے۔ اگر دو ایسی مثالیں ہوں جن کی تمام حالتیں سوائے ایک کے
یکساں ہوں اور اوس مثال میں جس میں وہ ایک خاص حالت پائی جاتی ہے
ایک خاص واقعہ کا ظہور بھی پایا جائے اور دوسری مثال میں جس میں وہ حالت
موجود نہیں ہے وہ واقعہ بھی نہ پایا جاتا ہو تو وہ حالت اس واقعہ کی علت
ہو گی یا واقعہ کی علت کا نہایت اہم اور ضروری جزو ہو گی لیکن اس میں یہ
دقت واقع ہوتی ہے کہ قدرتی طور پر ایسی دو چیزیں بمشکل ملیں گی جو سوائے
ایک حالت کے ہر حالت میں توافق رکھتی ہوں۔ فرض کرو کہ دو کھیت ایک
ہی سرزمین پر واقع ہیں اون کا رقبہ بھی مساوی ہے اون کو ایک ہی قسم کے
آلات سے یکساں بویا گیا ہے۔ پانی کی مقدار بھی برابر دی جاتی ہے۔ موسم کا
اثر بھی دونوں پر یکساں ہیں۔ لیکن کھیتوں میں گیہوں کے دانے مختلف اقسام
کے بوئے گئے ہیں۔ ایک کھیت میں زیادہ گیہوں پیدا ہوے اور دوسرے
میں کم۔ تو قدرتاً یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ زیادتی پیداوار کی وجہ گیہوں ہے
لیکن دراصل یہ یقین کر لینا مشکل ہے کیونکہ ممکن ہے کہ تردد کے وقت سے لیکر
درد کے وقت تک کسی کھیت پر کوئی ایسا نا معلوم اثر پڑا ہو جس نے ایک کھیت
کی پیداوار بہ نسبت دوسرے کے گھٹا دی۔

طریق توافق یا تردید

method of agreement

طریق توافق

جب ہم کوئی خاص واقعہ دیکھتے ہیں اور یہ قیاس نہیں کرسکتے کہ اس کا کیا

سبب ہے تاکہ اپنے قیاس کی صحت معلوم کرنے کے لئے طریق تفارق کا عمل کر سکیں
تو طریق توافق کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہے وہ طریقہ حسب ذیل ہے :۔
جب کسی واقعہ کے تمام مقدمات سوائے ایک کے اس طرح خارج کیے جا سکتے
ہوں کہ وہ واقعہ علی حالہٖ قائم رہے تو اس مقدم کا تعلق اس واقعہ کے ساتھ
ربط علتی ہے بہ الفاظ دیگر کسی حادثہ میں غیر متبدل یعنے مستقل مقدم اوس حادثہ
کی علت ہوتا ہے۔ اس طریق کو تردید بھی کہتے ہیں۔ اس طریقہ کا استعمال اکثر
معلولات معلومہ کی علت دریافت کرنے میں کیا جاتا ہے اس امر میں یہ بہت
لحاظ رکھنا چاہیئے کہ سوائے اون حالتوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کوئی اور
حالت موجود نہ رہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص پر ایک مرض کبھی کبھی حملہ کرتا ہے
ہم اس کی بیماری کی علت تشخیص کرنی چاہتے ہیں اسباب مرض ایسے گوناگوں
اور پیچیدہ ہیں کہ اون کا تشخیص کرنا مشکل ہے۔ موسم۔ غذا۔ مشروبات۔ مریض
کا پیشہ موروثی امراض مقام سکونت وغیرہ بہت سے اسباب ہیں جو اوس پر
اثر ڈال سکتے ہیں اب طبیب یہ کرتا ہے کہ مرض کے دورے کے وقت ان اسباب
کو ایک ایک کرکے دور کرتا جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد اس کو یہ بات معلوم ہوتی
ہے کہ جب مرض کا دورہ ہوتا ہے وہ سبب ضرور موجود ہوتا ہے مثلاً موسم
کی غیر معمولی سردی میں وہ مرض زیادہ ستاتا ہے یا جب ثقیل غذا کھائی جائے
تو دورہ ہو جاتا ہے یا بہت محنت سے جس روز کام کیا جائے تو مرض کا ظاہر
ہونا لازم ہے تو طبیب یہ قیاس کرے گا کہ یہ حالت مرض کے دورہ کی علت ہوگی
اگر کسی واقعہ زیر تحقیق کی دو یا اس سے زیادہ مثالیں ہوں جن میں
ایک حالت مشترک پائی جائے تو صرف وہ حالت جو تمام مثالوں میں بالاشتراک
پائی جاتی ہے واقعہ زیر تحقیق کی علت یا معلول ہے۔

فرض کرو کہ کسی شہر میں تپ محرقہ پھیلی ہوی ہے اور اوس کی وجہ یا علت معلوم کرنی ہے تو یہ دیکھیں گے وہ کیا چیز ہے جو بالاشتراک تمام مریضوں پر اثر ڈال رہی ہے معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایسی ندی کا پانی پیتے ہیں جو نہایت کثیف ہے تو قیاس کیا جائے گا کہ ندی کا پانی تپ محرقہ کی علت ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ لوگوں کے گھروں میں کنویں کھدے ہوے ہیں اور ہر گھر اپنے اپنے کنویں کا پانی پیتا ہے تو مرض کی علت ندی کا پانی نہ ہو گا بلکہ کوئی اور سبب ہو گا اب تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ جس مارکٹ سے وہ سب لوگ گوشت خریدتے ہیں وہاں سڑا ہوا باسی گوشت بکتا ہے تو گوشت کی خرابی تپ محرقہ کی علت قرار دی جائے گی - اسی طرح اگر کسی صوبہ کے قانون کے اثر کو دیکھنا ہو تو یہ دیکھیں گے کہ جہاں جہاں وہ قانون جاری کیا گیا لوگوں کی خوشحالی اخلاق - تمول آبادی تہذیب پر اس کا کیا اثر پڑا اور وہ خوشحالی اخلاق تمول وغیرہ حالیتں اس قانون کا نتیجہ ہوں گی۔

طریق اتفاق کی دقتیں

اس طریق عمل میں چند دقتیں بھی ہیں ۔

(۱) اول تو یہ یقین کرنا ہی مشکل ہے کہ سوائے ایک کے تمام مقدمات خارج کر دئے گئے - تمام مقدمات کا علم حاصل ہونا مشکل اور اون کے خارج کرنے کا امکان اس سے زیادہ مشکل بلکہ محال ہے۔

(۲) اگر تمام غیر متعلق مقدم خارج ہو بھی جائیں تو جو کچھ ظاہر ہو گا وہ یہ ہے کہ چیزوں میں باہم ایسا تعلق ہے کہ وہ دونوں ساتھ موجود ہوتے ہیں عام اس سے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی علت ہو یا نہ ہو - مثلاً بجلی کی چمک کے بعد بادل کی گرج کی آواز محسوس ہوتی ہے - لیکن بجلی بادل کی گرج کی علت نہیں ہے بلکہ ان دونوں کی علت کچھ اور ہی ہے ۔

(۳) ایک نتیجہ کے کئی مختلف اسباب ہو سکتے ہیں جب وہ اسباب جمع ہوں تو بھی وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی موجود ہو تو بھی وہ نتیجہ نکلے گا۔ تکان اور شدت صفرا سے بخار آجاتا ہے اب اگر کسی شخص کو حالت تکان میں بخار آیا تو صفرا کو بخار کی علت قرار نہ دینا غلطی ہے۔ بیمار والدین کے بچے بیمار پیدا ہوتے ہیں لیکن کبھی تندرست والدین کے بچے بھی بیمار پیدا ہوتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ والدین کی ناتندرستی بچوں کی ناتندرستی کا باعث نہیں ہوتی۔ غرض طریق توافق سے قیاس غالب قائم کیا جاسکتا ہے قابل یقین نہیں ہے۔

طریق تفاوق مضاعف

method of double agreement

اگر کوئی عارض دو یا چند مثالوں میں اس طرح موجود ہو کہ جب وہ موجود ہو تو کوئی حادثہ بھی موجود ہو اور اگر وہ موجود نہ ہو تو وہ حادثہ بھی موجود نہ ہو تو وہ عارض اس حادثہ زیر تحقیق کی علت یا علت کا ضروری جزو یا اوس کا معلول ہو گا۔ مثلاً جب ایک شخص مٹھائی کھاتا ہے تو بیمار ہو جاتا ہے اور اگر نہیں کھاتا تو اچھا رہتا ہے تو یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ اس کی بیماری کی علت مٹھائی ہے۔

اگر ایک درخت کسی خاص سرزمین میں اچھا پھلتا ہے اور دوسری قسم کی زمینوں میں اچھی طرح نہیں پھلتا تو ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس زمین میں ایسی تاثیر ہے جو پودے کے مزاج کے موافق ہے۔

اگر کوئی مقدم ایسا ہے کہ وہ اس طرح خارج نہیں کیا جاسکتا کہ تالی کو زائل نہ کرے تو ضرور ہے کہ وہ مقدم یا تو تالی کی علت ہو یا علت کا کوئی جزو ہو۔

اگر کوئی مقدم اس طرح خارج کر دیا جائے کہ وہ تالی کو زائل نہ کرے تو وہ اس

تالی کی علت کا کوئی جزو نہیں ہے۔

اس امر کے قرار دینے کا کہ آیا کوئی خاص مقدم کسی حادثہ کی علت ہے یا نہیں سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جب کبھی وہ واقعہ موجود یا غائب ہوتا ہے تو وہ مقدم بھی موجود یا غائب ہوتا ہے یا نہیں۔

جن چیزوں کی مقدار بدل سکتی ہے اون میں یہ امر دریافت کرنے کے لئے کہ ان میں سے کون سی چیزیں سبب ہیں اور کونسی نتیجے یہ قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے کہ اوس چیز کی مقدار کو اس طرح بدلیں کہ ایک بار تو اوسے زیادہ کریں اور دوسرے بار کم۔ پھر اگر دیکھیں کہ جب ہم نے اس شئے کو بدلا تو اس کے ساتھ کوئی اور شئے بھی بدلی تو غالباً یہ نتیجہ ہوگی۔

طریقہ تبادل لاحق یا اختلاف متلازم

method of concomitant variation

طریقہ تبادل لاحق

جب ایک حادثہ میں کسی خاص قسم کی تبدیلی یا زیادتی و کمی واقع ہو اور اوسی وقت دوسرے حادثہ میں بھی ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونو حوادث باہم ربط علتی رکھتے ہیں یعنے اون میں سے ایک دوسرے کی علت ہے یا اوس کا معلول ہے یا کسی طرح اون میں علت و معلول کا تعلق ہے۔

ہمارے کان میں ایک آواز آرہی ہے جب ہوا تیز چلتی ہے تو وہ آواز بھی تیز آتی ہے اور جب ہوا کم ہو جاتی ہے تو وہ آواز بھی مدہم پڑ جاتی ہے تو ہم یہ قرار دیتے ہیں کہ آواز کی شدت و کمی کا سبب ہوا کی شدت یا کمی ہے۔

دو اجسام کو رگڑنے سے حرارت پیدا ہوتی ہے رگڑ جس قدر تیز ہو حرارت بھی اوسی مناسبت سے بڑھتی ہے اور جس قدر ہلکی، تو حرارت خفیف ہوتی ہے تو معلوم

ہوتا ہے کہ حرارت کی مقدار رگڑ کی مقدار سے ربط علتی رکھتی ہے۔

طریقہ تبادل لاحق کے قاعدے

طریقہ تبادل لاحق یا اختلاف متلازم صرف مقدم اور تالیات کے جانچنے ہی میں بکار آمد نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے ہم وہ مقدار بھی دریافت کر سکتے ہیں جس مقدار میں ایک مقدم ایک تالی سے تعلق رکھتا ہے اس طریقہ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ ان حالتوں میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جہاں کہ عوامل بالکلیہ خارج نہیں کئے جا سکتے جیسے کہ حرارت۔ ہوا کشش اوراس طرح جہاں طریق تفارق کام نہیں دیتا وہاں یہ طریقہ کام دیتا ہے

اس طریقہ میں امور ذیل قابل لحاظ ہیں۔

اول تو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ تبدیلی ایک وقت میں ایک ہی مقدم میں ہوئی ہے اور ہر ایک مقدم اور تالی میں ایک جداگانہ تعلق قائم کیا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب دو حادثے ایک خاص تناسب میں تبدیل ہوتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک خاص حد کے باہر مقدم اور تالی میں کسی خاص تناسب کے موافق تبدیلی عمل میں نہیں آتی۔ مثلاً جسم حیوانات میں خوراک ایک خاص حد تک تو طاقت پہونچاتی ہے اور اوس کے بعد خوراک کا عمل رک جاتا ہے۔

طریق بقایا

طریق بقایا Residues

اگر کوئی حادثہ کئی مقدمات سے مرکب ہو اوراس طرح سے دوسرا حادثہ جو اوس سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی کئی تالیات پر شامل ہو اور استقرائے سابقہ سے معلول کے ایک جزو کی بابت ہم کو معلوم ہو کہ وہ علت کے فلاں جزو سے پیدا ہوا ہے تو ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ معلول کا باقی حصہ باقی مقدموں سے پیدا ہوا ہے۔

ایک چھکڑے پر اسباب لدا ہوا ہے ہم اسباب کا وزن دریافت کرنا چاہتے ہیں تو

پہلے چھکڑے کو معہ اسباب کے تول لیں اور پھر صرف چھکڑے کا وزن کرلیں تو کل وزن میں سے چھکڑے کا وزن منہا کرنے سے اسباب کا وزن رہ جائے گا۔

طریق بقایا ہر صورت میں مفید یقین نہیں ہوتا

مگر یہ طریقہ تمام صورتوں میں مفید نہیں ہے فرض کرو کہ ایک گھر میں چار آدمی رہتے ہیں ایک شے وہاں سے گم ہوگئی۔ تین اشخاص کی تلاشی لی گئی اون کے پاس سے مال مسروقہ نہ نکلا تو گمان یہ کیا جائے گا کہ چوتھے شخص نے وہ شے لی ہے۔ لیکن یہ طریقہ مفید یقین نہیں ہے جن لوگوں کی تلاشی لی گئی ہے اون کی نسبت بھی تو یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے وہ شے نہیں لی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی پانچواں شخص وہ شے لے گیا ہو جس کی ہمیں اطلاع نہیں۔ لیکن پھر بھی یہ طریقہ فائدے سے خالی نہیں ہے اور بعض اوقات بکار آمد ہوتا ہے۔

طریقہ بقایا کی ایک عمدہ مثال سیارہ نپٹیوں neptune ہے ۱۷۸۱ء میں سر ولیم ہرشل نے تمام سیاروں سے علیحدہ ایک سیارہ گردش کرتا ہوا دیکھا۔ یہ سیارہ یورانس uranus تھا جب اوس کی مدار کا حساب لگایا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ کشش ثقل کے قاعدے کے بہ موجب اس سیارہ کو جس طریق پہ گردش کرنی چاہیئے تھی ویسی یہ گردش نہیں کرتا ہے اور اس کا راستہ سورج اور سیارات معلومہ کی کشش کے بہ موجب نہیں ہے بلکہ ان کششوں کی رو سے جو راستہ ہونا چاہیئے تھا اس کے باہر یہ گردش کرتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ یا تو ماہرین علم ہیئت نے مشاہدہ میں کوئی غلطی کی ہے یا کوئی اور جرم سماوی جو اس وقت معلوم نہیں ہے اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے مدت تک اس جرم سماوی کا پتہ نہ لگا۔ ۱۸۴۳ء میں کیمبرج کالج کے ایک طالب علم مسمی آدم نے یورانس کی حرکات کو دیکھا اور اس سیارہ کا پتہ لگانا چاہا۔ جس کی وجہ سے یورانس اس راستہ پر نہ تھا جو وہ اختیار کرتا۔ اگر وہ نامعلوم سیارہ نہ ہوتا۔ چونکہ سورج اور معلومہ سیارہ کی کشش اور راستے معلوم تھے اور یورانس اپنے راستہ سے جس قدر منحرف

تھا وہ بھی معلوم تھا یہ قیاس کیا جا سکا کہ وہ نامعلوم سیارہ فضائے بسیط کے کس مقام پر ہونا چاہئے اور جب ماہرین علم ہئیت نے اس کی تلاش شروع کی تو ۱۸۴۶ء میں ایک سیارہ ٹھیک اسی مقام پر معلوم ہوا جہاں کہ اس کی نسبت قیاس قائم کیا گیا تھا۔

قیاس مفروضی

استدلال ظنی یا قیاس مفروضی Hypothesis

کوئی مشاہدہ یا تجربہ شروع کرنے سے پہلے بھی ہم اپنی سابقہ واقفیت کی بنا پر یہ قیاس قائم کر لیتے ہیں کہ کسی واقعہ معلومہ کی علت کیا ہو سکتی ہے اور یہ قیاس ہمارے تجربہ میں رہنمائی کرتا اور تجربہ کی حد محدود کر دیتا ہے۔ تحقیقات کے دوران میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی قیاس کرتے یا پہلے قیاس میں تبدیلی کرتے ہیں۔ جو طریقے اوپر بیان ہوئے ہیں وہ قیاس قائم کرنے میں بھی مفید ہوتے ہیں۔

ان واقعات کی بنا پر جو ہم نے پہلے دیکھے یا سنے ہیں خواہ ہم نے ان واقعات کا باضابطہ مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو ہم ایک قیاس قائم کرتے ہیں یہ ایک ایسا گمان ہوتا ہے کہ جس کی نسبت ہم خود جانتے ہیں کہ یہ محتاج ثبوت ہے۔ لیکن اس کی نسبت ہمارا یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ ثابت ہونے یا ناثابت ہونے کے قابل ہے اس کے بعد ہم اس کے دلایل قائم کرتے ہیں ایک شے ہمارے پاس زمین پر پڑی ہے اس کی نسبت ہم نے قیاس قائم کیا کہ یہ چاندی کی ڈلی ہے اب اس قیاس کی صحت قائم کرنے کے لئے ہم نے اس کو تپا کر دیکھا کسوٹی پر کسا اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ خالص چاندی ہے یا اس میں کھوٹ ملی ہوی ہے یا وہ کوئی اور دھات ہے۔ یہ قیاس سے نتائج اخذ کرنا ہے جب قیاس واقعات کے مطابق ہو تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ قیاس صحیح ثابت ہو گیا دلیل یا تجربہ کے ذریعہ سے کسی قیاس کو واقعات سے مطابقت کرنے کو **تصدیق**

تصدیق

کہتے ہیں اور جب ثبوت ایسا کامل ہو کہ واقعات کی توجیہ کسی اور طرح کرنی ناممکن ہے

تو قیاس صحیح بن جاتا ہے۔ غرض قیاس کسی واقعہ نامعلوم کی نسبت ایک ایسا گمان ہے جو تجربہ یا کسی اور قسم کی عمل کی طرف راہ نمائی کرتا ہے تاکہ اس کا ثبوت یا ابطال ہو سکے دوران تحقیقات میں بہت سے قیاس فرض کئے جاتے ہیں اور بعد میں مشاہدہ یا تجربہ کی بنا پر ترک یا تسلیم کئے جاتے ہیں چنانچہ کیپلر نے سیاروں کے باہمی تعلق کے قوانین تحقیق کرنے کے اثنا میں بہت سے قیاس قائم کئے اس فرض کرنے کو **استدلال ظنی** یا **قیاس مفروضی** کہتے ہیں یہ قیاس بھی بے سروپا نہیں قائم کیا جاتا بلکہ پہلے اس علم میں جس سے وہ شے یا وہ واقعہ زیر غور تعلق رکھتا ہے وسیع معلومات ہونی چاہئے ڈارون کو علم نباتات اور علم حیوانات میں بہت مہارت حاصل ہو چکی تھی۔ جب اس نے نباتات و حیوانات کی انواع کے متعلق اپنا وہ قیاس قائم کیا تھا جو **انتخاب طبعی** کے نام سے موسوم ہے۔ قیاس مفروضی سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ قیاس مفروضی تجربہ یا کسی اور طرح سے ثبوت قطعی کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور اگر قیاس مفروضی غلط بھی ثابت ہو تو بھی اس سے قیاس صحیح کی جانب راہ نمائی ختم ہو جاتی ہے

قیاس مفروضی قائم کرنے میں احتیاطیں

لیکن قیاس مفروضی کے قائم کرنے میں کئی احتیاطیں شرط ہیں (۱) کوئی ایسا قیاس قائم نہ کیا جائے جو کاذب یا غیر صحیح ثابت ہو چکا ہو (۲) قیاس ایسا فرض کیا جائے جس کی تصدیق یا تکذیب کی جا سکے (۳) قیاس ایسا قائم کیا جائے جو اون تمام حوادث کی جو مشاہدہ میں آئیں توجیہ کر سکے جیسے کہ نظام بطلیموس کہ اوس کی رو سے تمام نظام شمسی کی توجیہ ہو سکتی ہے۔ ان شرطوں کے پورا ہونے سے قیاس مفروضی زیادہ قرین صحت ہو جاتا ہے لیکن وہ حوادثات کا ثبوت قطعی نہیں ہوتا۔

اس طرح قیاس دو طرح کا ہوا **یقینی** اور **غیر یقینی**۔ **یقینی** تو ایسا قیاس ہے جو واقعی ہے اور اس میں نقیض کا احتمال تک باقی نہیں۔ اور **غیر یقینی یا ظنی** ایسا قیاس ہے جن میں نقیض کا احتمال باقی ہے۔

قیاس یقینی کی قسمیں

قیاس **یقینی** یا بدیہی ہوگا یا **نظری** بدیہی وہ جس میں بہت غور و خوض کی حاجت نہ ہو اور نظری وہ جس کے ثابت کرنے میں وقت نظر اور بہت تحقیق و تدقیق سے کام لینا پڑے۔ **قیاس یقینی** کی چھ قسمیں ہیں۔

اولیات ایسے قضیہ یا تصدیقات جن کا یقین کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں اور اون کی صداقت ایسی ظاہر ہو کہ ہر صاحب عقل اس کو تسلیم کرلے۔ ہر کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے۔

فطریات ایسے قضیہ یا تصدیقات ہیں جو اشیا کے خواص مخصوصہ اور مظاہر قدرت کی ایسی ماہیت کے متعلق ہوں جو ان کی نیچر یا فطرت میں داخل ہیں اور جب ان اشیا یا مظاہر کا تصور ہو تو ساتھ ہی اون خواص و طبائع کا تصور بھی ذہن میں آجائے پانی پیاس بجھاتا ہے۔ آگ جلادیتی ہے۔ بہت بڑھاپے میں اعضا و حواس کمزور ہوجاتے ہیں انسان مدنی بالطبع ہے

مشاہدات ایسے قضیہ جن کے یقین کرنے کے لئے حواس کو کام میں لانا پڑے شکر میٹھا ہوتا ہے۔ بلبل کی آواز خوش آیند ہوتی ہے۔ مشتری کے گرد چار چاند چکر کھاتے ہیں مائعات کی سطح یکساں رہتی ہے۔

وجدانیات ایسے قضئے جن کا اور اک حواس باطن کے ذریعہ سے نفس کو ہوتا ہے۔ میں بھوکا ہوں۔ یہ شعر کس قدر دل گداز ہے

تجربیات وہ قضئے جن کی صداقت تجربے سے ثابت ہو۔

جب بتی جلتی ہے تو اس سے کاربانک ایڈ گاس اور پانی پیدا ہوتا ہے۔

مائعات کا حجم نہیں بدلتا۔

روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل چلتی ہے اور آواز ایک سکنڈ میں صرف ایک ہزار ایک سوفٹ جاتی ہے۔

حدسیات وہ قضئے جنکے مرتب مبادی دفعتہً ذہن پر منکشف ہو جائیں۔ مثلاً ایک طبیب کو کسی مرض کا علاج یکایک سوجھ جائے حدسیات غیروں کے حق میں مفید یقین نہیں ہوتے۔

متواترات ایسے قضئے جن کی صداقت پر اس قدر لوگ متفق ہوں کہ اون کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً محال ہو۔

(۱) اکبر نے ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک ہندوستان پر حکومت کی۔

(۲) ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور دلی میں قتل عام کرایا۔ تواتر میں شرط یہ ہے کہ وہ قضئے حسی ہوں کیونکہ تواتر نظریات اور بدیہات غیر حسیہ میں مفید یقین نہیں ہے۔

مسلمات ایسے قضئے جو ایک علم میں ثابت ہو چکے ہوں اور دوسرے علم میں بلا ثبوت مان لئے جائیں۔

قیاس غیر یقینی بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔

مشہورات - روایات وحکایات (خواہ سچے ہوں خواہ جھوٹے) جن پر لوگ جہالت یا خوش اعتقادی کی وجہ سے متفق ہوں۔

مظنونات ایسے قضئے جن میں نقیض کا احتمال باقی ہو۔ جو شخص رات کو چھپ چھپ کر گلیوں میں پھرتا ہے وہ چور ہوتا ہے۔

وہمیات ایسے قضئے جو وہم نے گھڑ لئے ہوں۔ پیپل کے درخت پر بھوت رہتا ہے۔

مشبہات. جھوٹے قضئے جو سچ کے مشابہ ہوں مثلاً شیر کی تصویر کو یہ کہنا کہ یہ شیر ہے۔

علمی تحقیقات میں اکثر ہم ایک واقعہ سے اوس کی دلائل کی طرف جاتے ہیں اور

دلائل سے واقعہ کو کم تلاش کرتے ہیں۔ عقل کی ابتدا یہ ہے کہ تمام روابط کو جو معمولی تجربوں سے دریافت ہوتے ہیں یا جو کسی طرح ایسا ہوتے ہیں صحیح اور کلی مان لیا جائے وہ اپنے تصدیق کے دلایل کی نسبت اپنے تئیں تکلیف نہیں دیتی اس وجہ سے انسان کی تصدیقات اکثر ناکافی بنیاد پر ہوتی ہیں اور اس کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً بچے سے جو کچھ ماں یا انا کہتی ہے وہ سب یقین کر لیتا ہے اسی طرح جو باتیں بچے کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اون کو یقین کر لیتا ہے بے وقوف آدمی بھی ان باتوں کو بلا تامل مان لیتے ہیں جو اون کے مذاق یا طبیعت کے موافق ہوں۔ ایک اور اصول جس پر بچے اور بڑے ہمیشہ کاربند ہوتے ہیں یہ ہے کہ آئندہ بھی واقعات زمانہ ماضی کے مطابق واقع ہونگے کل سورج ضرور نکلے گا کیونکہ آج تک برابر نکلتا آیا ہے۔ نوکر بلا پس و پیش خدمت انجام دئے جاتے ہیں کیونکہ آقا ہر مہینے انکی تنخواہ ادا کرتا رہتا ہے اس قسم کی تصدیقات میں یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ یہ امر کیونکر معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوگا (سورج ضرور نکلیگا اور آقا ضرور تنخواہ دیگا) لیکن در اصل اصلی تصدیقات کے لئے ضرور ہے کہ اُن کی دلائل ظاہر و مبرہن ہوں اور جوں جوں علم بڑھتا جاتا ہے یہ دلائل بھی زیادہ معلوم و ظاہر ہوتے جاتے ہیں مثلاً کل سورج ضرور نکلے گا اس وجہ سے کہ زمین کی گردش کی وجہ سے ضرور ہے کہ بارہ گھنٹے کے بعد زمین کا وہی رخ آفتاب کے سامنے آجائے آقا ضرور تنخواہ دیگا کیونکہ قانون معاہدہ کی رو سے وہ تنخواہ دینے پر مجبور رہے کسی تصدیق کا صحیح و غلط ہونا اس کی دلائل پر ہی منحصر ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ امر ثابت اور یہ غیر ثابت ہے جب کوئی دلیل اس طرح پختہ ہو جاتی ہے کہ اس کو اپنے دلائل بھی معلوم ہو جاتے ہیں تو وہ استنتاج کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہی حصول علم کا معمولی طریقہ ہے کہ ہم بلا دلیل کے یقین کرنا شروع کرتے ہیں یا یہ فرض کر لیتے ہیں کہ خاص خاص چیزیں صحیح ہیں اور اپنے اعتقادات کے لئے پھر دلیل

کی تلاش کرتے ہیں منطق میں جو نتیجہ سب کے بعد پیدا ہوتا ہے ہمارے ذہن میں عموماً سب سے پہلے آیا کرتا ہے اور پھر ہم اس کی صحت یا غلطی دریافت کرنے کے لئے دلیل یا مقدمات کی تلاش کیا کرتے ہیں۔

نتیجہ سے مقدمات کی طرف یا تصدیق سے دلائل کی طرف بڑھنے کا طریقہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ذہن صحیح و غلط علم میں امتیاز کرتا ہے اور اپنی معلومات کی تنقید و تنقیح کرنی چاہتا ہے ابتداءً غلط تصدیقات کے عملی نتائج ذہن کو اپنے معلومات کی تنقیح و تنقید پر مجبور کرتے ہیں جب تک غلط تصدیقات کوئی ناگوار نتیجہ پیدا نہیں کرتیں ان پر عموماً توجہ نہیں کی جاتی اور وہ یوں ہی گزر جاتی ہیں اور نہ اون کی دلائل کے متعلق سوال کیا جاتا ہے لیکن مشاہدہ اور تجربات سکھا دیتے ہیں کہ معتقدات عوام یا افواہ یا روایات پر بے سوچے سمجھے اعتبار نہیں کرنا چاہئے اور بہت سی باتیں جو بطور قانون کے بیان کی جاتی ہیں کلیہ نہیں ہیں۔ فرض کرو کہ لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ افعی زمرد سے مرجاتا ہے لیکن تجربہ سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔

نتیجہ

تصدیقات نتیجہ سب سے زیادہ پیچیدہ اور کامل تصدیقات میں مساوی صورت میں تصدیق ذہن کا ایک واحد فعل ہے جو کسی ادراک حس سے پیدا ہوتی ہے لیکن نتیجہ نکالنے میں ذہن کو مختلف مراتب و مدارج طے کرنے پڑتے ہیں اور ذہن ایک خاص طریقے سے ایک کلیہ واقعہ سے دوسرے واقعہ تک پہونچتا ہے۔ علاوہ ازیں تصدیق میں وہ دلیل بیان نہیں ہوتی جس پر اس کی توجیہ منحصر ہے نتیجہ نکالنے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خاص خاص امور یا اشیا کی موجودگی یا عدم موجودگی سے دوسرے کن کن اشیا یا امور کی موجودگی یا عدم موجودگی لازم آتی ہے۔ اکثر لازمی روابط سے بحث

کرکے نئی تصدیقات تک پہنچ جاتے ہیں مثلاً ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ میل ٹرین روانہ ہوگئی ہے کیونکہ یہ ٹرین ہمیشہ وقت پر چھوٹتی ہے اور اب وقت مقررہ سے ۵ منٹ زیادہ گزر چکے ہیں یا جو شخص کل بارش ہونے سے انکار کرتا ہے اس کو دوسرے واقعات جو بارش سے ضروری علاقہ رکھتے ہیں دکھا کر یہ ثابت کر دیا جاسکتا ہے کہ کل بارش ہوی تھی۔

نتیجہ کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ جو نتیجہ کسی دلیل سے نکلا ہے وہ ایسا واقعہ ہو کہ اب تک کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ نتیجہ ان مقدمات سے جن سے استدلال شروع ہوا ہے مختلف ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی اون سے علاقہ بھی رکھتا ہے۔

تمام دھاتیں عنصر ہیں

سونا دھات ہے۔

اس لئے سونا عنصر ہے۔

اس استدلال میں سونے کو عنصر کے ساتھ ملا سکتے ہیں یہ ملانے والے کڑی جس کو اصطلاح منطق میں حداوسط کہتے ہیں۔ دھات ہے اس لئے سونے کو عناصر میں ملا دینا ممکن ہے کیونکہ سونا بھی ایک دھات ہے جو عنصر کے زمرہ میں شامل ہے۔ جن قضیوں میں کوئی ایسا رشتہ معلوم نہ ہو جیسا کہ حداوسط ہے اون سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ منطق استخراجی میں حداوسط خود بیان کر دی جاتی ہے لیکن موجودات خارجی اور حوادثات قدرت پر غور و فکر کرتے وقت ہم کو حداوسط خود دریافت اور تحقیق کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر کسی بند کوٹھری میں آگ جلائیں تو آہستہ آہستہ جلے گی اور کھلی ہوا میں سلگائیں تو بھڑک اٹھیگی تو اس واقعہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں کسی ایسے واقعہ کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو بند کوٹھری اور آہستہ آگ جلنے میں مشترک ہو تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آکسیجن کی کافی مقدار کی موجودگی یا عدم موجودگی ہے اور یہی وسطی کڑی ہے۔

جہاں کہیں واقعات ایسے مربوط ہوں کہ اون میں سے ایک کی نیچر کے لحاظ سے یہ

بتایا جاسکے کہ دوسرے کی نیچر کیا ہوگی تو حجت قائم ہوجاتی ہے مثلاً تم عالم علم نباتات ہو تم ایک درخت کا پتہ دیکھو تو پتہ کی نیچر معلوم کرکے یہ بتادوگے کہ درخت کی جنس اور نوع اور دوسرے خواص طبعی کیا ہیں اس طرح جزو کی نیچر سے کل کی نیچر کا پتہ چل جائگا ایک عالم علم حیوانات ایک دانت کو دیکھ کر یہ بتادیتا ہے کہ وہ کس قسم کے حیوان کا دانت ہے

انسان کا علم جس فن میں زیادہ کامل ہوگا اوس میں اس کا فہم زیادہ کام کرے گا اور وہ صحیح نتائج اخذ کرسکے گا۔ عالم علم حیوانات حیوانات کے متعلق عالم نباتات نباتات کے متعلق عالم اراضیات طبقات ارض کے متعلق عالم علم ہئیت اجرام سماوی کے متعلق صحیح قیاس قائم کرسکے گا۔ عالم علم زمین ایک ٹیلہ کی صورت دیکھ کر یہ بتادے گا کہ ہزاروں برس قبل اس پر کیا کیا حوادثات گزر چکے ہیں۔ جب تک اشیاء کی حقیقت اور اونکی باہمی روابط کو دقت نظر سے مشاہدہ نہ کیا جائے صحیح قیاس نہیں قائم کیا جاسکتا۔ نتیجہ نکالنا فکر کا ایک فعل ہے۔ یعنے اشیا کے خواص مختصہ اور انکی ایسے باہمی روابط اور رشتے دریافت کرنا جو بادی النظر میں بالکل بے تعلق معلوم ہوتے ہیں۔

قیاسات کے ایماء ہونے کے طریقے

علمی تحقیقات

(۱) ہم دیکھتے ہیں کہ تمام کوے کالے رنگ کے ہوتے ہیں تو قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوے کی طبیعت اور سیاہ رنگ میں کوئی تعلق ہوگا اور عالم علم حیوانات یہ تحقیق کرے گا کہ کوے کی اندرونی ساخت اور عادت میں وہ کیا بات ہے کہ اوس کی وجہ سے کوے کا رنگ ہمیشہ کالا ہوتا ہے اسی طرح سے جب یہ دیکھا گیا کہ شمال مشرقی ہوائیں مضر صحت ہوتی ہیں تو اوس کی وجہ دریافت کرنے کی فکر ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ شمال مشرقی ہوائیں چونکہ قطبین سے خط استوا کی طرف چلتی ہے اور ہزاروں میل تک سطح زمین سے لگی لگی آتی ہیں تو زمین سے ملنے کی وجہ سے ان میں بہت سے ناصاف اور

مضر صحت اجزا زائل جاتے ہیں۔ جب ایک قسم کی بہت سی اشیا میں کوئی مشترک کیفیت یا خاصیت معلوم ہو تو بھی لوگ علل واسباب کے متعلق قیاس قائم کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

قضایا کا عکس

(۲) **قضیہ کا عکس** جب کوئی قضیہ کلیہ دریافت ہو جاتا ہے تو ہم قدرتاً یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ایا اس کا عکس بھی درست ہے یا نہیں۔ تمام انسان فانی ہیں اس کا عکس یہ ہے کہ تمام فانی انسان ہیں لیکن تجربہ سے یہ قضیہ غلط ثابت ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ فنا ہونے کی خاصیت انسان کے اون خواص میں پائی جاتی ہے جو وہ دیگر فانی اجسام کے ساتھ مشترک رکھتا ہے۔ اس طرح سائنس کا کام یہ ہے کہ وہ صرف واقعات نفس الامر ہی کو بیان نہ کرے بلکہ اشیا کے خواص طبعی میں جو عام تعلقات ہیں اون کو بھی معلوم کرے اور اون واقعات کے روابط متقابلہ بھی دریافت کرے۔

طریق تقابل / مشابہت

(۳) **طریق تقابل** یہ طریقہ بھی قیاس قائم کرنے کا اچھا ذریعہ ہے۔

(۴) **مشابہت** سب سے زیادہ قیاس قائم کرنے کا ذریعہ ہے مشابہت کے معنی ہیں۔ دو چیزوں یا واقعوں میں جب اکثر امور ایک دوسرے کے مانند ہوں تو اس سے یہ قیاس کرنا کہ جو خواص وکیفیات ایک شے میں ہیں وہی دوسرے میں بھی ہونگے یا جو علل واسباب ایک واقعہ کے ہیں ویسے ہی دوسرے کے ہونگے۔

ا : ب :: ج : د اگر ا ب سے دو چند ہے تو ج بھی د سے دو چند ہے

اگرچہ تشابہ قیاس کا ایا کرتا ہے لیکن تشابہ سے دلیل قائم کرنا ایک گمان غالب سے زیادہ نہیں ہے بہت سے قیاسات جو تشابہ کی بناء پر قائم کئے جاتے ہیں صحیح ہوتے ہیں اور بہت سے غلط **مریخ** زمین سے حرارت و برودت میں ملتا جلتا ہے دونوں سورج سے مساوی فاصلہ پر ہیں اور ایک ہی طرح کے مادے کے بنے ہوے معلوم ہوتے ہیں۔ منجمد رقیق اور غازی مادے مریخ میں ایسے ہی پائے

جاتے ہیں جیسے زمین میں۔ اس سے یہ قیاس قائم کیا جا سکتا ہے کہ **مریخ** بھی زندہ حیوانات سے آباد ہوگا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو خواص **مریخ** اور زمین میں مشترک پائے جاتے ہیں اون میں سے بعض اجسام آلیہ کو پیدا کرنے والے ہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ قیاس صحیح ہو اور ممکن ہے کہ غلط ہو۔ کیونکہ **مریخ** کے جو اجزا اور اون کی ترکیب کی کیفیت ہم کو اب تک معلوم نہیں ہے اون کی نسبت کون یقین سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اون میں کوئی ایسی خاصیت نہیں ہے جو حیات کی قاطع ہو اس سبب سے یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ **مریخ** آباد ہے اس لئے مشابہت کے طریقے پر جو دلیل قائم کی جائے اوس کی صحت اور عدم صحت امور متشابہ کی کثرت یا اہمیت پر منحصر ہے۔

قیاسات کے مختلف ذرایع پر غور کرنے کے بعد ہم اب قیاس کے مختلف اقسام پر غور کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ اگر کوئی قیاس قائم ہو بھی سکتا ہے تو کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

قیاس کے اقسام۔ قیاس علت

قیاس مفصلۂ ذیل اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے:-

قیاس علت یہ ایک مفروضہ گمان ہے کہ آیا کسی معلومہ واقعہ کی علت کیا ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ دریافت کرنا کہ کسی کتاب کا جس پر مصنف کا نام نہیں ہے۔ کون مصنف ہوگا یا اگر سڑک پر کوئی نعش پڑی ہوی ہے تو یہ دریافت کرنا کہ اس کی موت کا کیا سبب ہے اس قسم کے قیاسات قیاس علت ہیں ایسی صورت میں جہاں کہ قیاس کسی گزشتہ واقعہ کی علت کے متعلق ہو اور کوئی صریح شہادت نہ مل سکتی ہو تو قیاس ظنی شہادتوں سے ثابت کیا جاتا ہے مثلاً ایسی کتاب کے متعلق جس کا مصنف معلوم نہ ہو۔ کسی خاص شخص کے متعلق قیاس کیا جائے گا۔ کتاب کو دیکھ کر اوس کی طرز عبارت اور مضامین پر غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ کتاب کے مضامین اور

طرزِ تحریر اس شخص کے طرزِ تحریر سے کس قدر مطابق ہیں اگر کتاب کے مضامین اور طرزِ تحریر وغیرہ بالکل اوس شخص کے طرزِ تحریر سے مطابق ہونگے اور اون میں کوئی اختلاف نہ پایا جائے گا تو قیاس قوی ہوجائے گا۔ اور آخر میں اُس قیاسی مصنف کے تمام خصوصیات تحریر اس کتاب میں پائے جائنگے تو یہ قیاس یقین کے درجہ تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح کسی شخص کے موت کا سبب دریافت کرنے میں ڈاکٹر زخموں کا امتحان کرنے اور حالات و وقت پر غور کرنے دل اور پھیپڑے کی حالت دیکھنے معدے کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ قیاس قائم کرسکے گا کہ آیا موت قدرتی اسباب سے واقع ہوئی ہے یا ضرب و تشدد سے یہ تو ایک ایسے واقعہ کی مثال تھی جو گزشتہ زمانہ میں ایک بار واقع ہوا لیکن بعض واقعات ایسے ہیں جو بار بار واقع ہوتے اور ہمارے شاہدے میں آتے ہیں یہ مظاہر قدرت ہیں اور اون کی علت کی نسبت جو قیاس قائم کیا جاتا ہے اس کی تصدیق مشاہدہ اور تجربہ سے ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

تخمین یہ قیاس قائم کرنا ہے کہ کوئی علت جو ہمیں معلوم ہے کسی واقعہ کے پیدا کرنے میں کیونکر عمل کرتی ہے مثلاً کونین بخار کو کیوں دفع کرتی ہے یا وبا اور ہیضہ کے جراثیم ایک مریض سے دوسرے شخص کو کس طرح لگتے اور بیمار ڈالتے ہیں اس حالت میں صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو طریقہ قیاس کیا گیا ہے صرف وہی ایسا طریقہ ہے جس پر کوئی عامل عمل کرسکتا ہے اور اگر وہ کسی اور طریقہ پر عمل کرے تو کیفیات معلومہ پیدا نہ ہونگی مثلاً ہیضہ کے جراثیم کے متعلق یہ قیاس کیا گیا ہے کہ وہ جراثیم کھانے اور پانی کے ذریعہ سے معدے میں پہونچتی ہیں اور اگر وہ معدے میں نہ پہونچیں تو بیماری نہ پیدا ہو۔

ہر حالت میں قیاس مفروضہ مفید یقین نہیں ہوتا۔

ایسا قیاس قائم کرنے میں جس میں مشاہدے یا تجربے سے صریح شہادت نہیں مل سکتی۔ اس طرح آگے بڑھتے ہیں کہ پہلے یہ فرض کرلیتے ہیں کہ قیاس صحیح

ہے اور پھر بطور استخراج یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے کیا کیا نتائج نکلنے ضرور ہیں اور پھر
ان قیاسی نتائج کا اصلی واقعات سے جو مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوئے ہوں
مقابلہ کرتے ہیں اگر یہ فرضی اور اصلی واقعات باہم مطابق ہوں تو کہا جاتا ہے کہ
قیاس کی صحت کے متعلق کافی شہادت مل گئی اور اگر وہ بالکل مطابق نہ ہوں
تو یا تو قیاس کو بدلنا پڑتا ہے یا ان نتائج کے بموجب جو تحقیقات میں دریافت
ہوئے ہیں قیاس میں کچھ ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ مدت تک یہ قیاس مانا جاتا تھا کہ
اجرام سماوی کا مرکز زمین ہے اور یہ اجرام پورے دائرے میں زمین کے گرد چکر
کھاتے ہیں لیکن جوں جوں مشاہدہ زیادہ ہوتا گیا یہ مسئلہ غلط معلوم ہونے لگا کیونکہ
تمام واقعات جو مشاہدہ میں آتے تھے اس مسئلہ سے مطابق نہیں ہوتے تھے بعد میں یہ
قیاس کیا گیا کہ سورج مرکز عالم ہے جس کے گرد تمام اجرام گردش کرتے ہیں کچھ عرصہ
بعد اس قیاس میں بھی ترمیم کرنی پڑی اور کیپلر نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ اجرام
سماوی سورج کے گرد چکر تو کھاتے ہیں لیکن بیضوی دائروں میں قیاس کرنے کے
اس طریقہ میں بھی مغالطوں کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔ واقعات پیش شدہ کے علتوں
کے متعلق جو قیاس فرض کیا جاتا ہے اس کو اس واقعہ کی تمام صورتوں سے مطابق
کرکے دیکھتے ہیں اور اگر کوئی صورت بھی مخالف نہ پیدا ہو تو اوس قیاس کو صحیح
تسلیم کرتے ہیں۔ ثبوت کے اوس طریقہ میں وہ مغالطہ داخل ہے جس کو **مصادرہ
علی المطلوب** کہتے ہیں اگر کوئی شخص سنکھیا کھائے تو مر جائے گا ایک شخص
مر گیا لہذا ضرور ہے کہ اوس نے سنکھیا کھائی ہو۔ لیکن ہر دفعہ یہ قضیہ کیونکر صحیح
ہو سکتا ہے کسی قیاس کو اس وجہ سے صحیح ماننا کہ اس سے تمام واقعات کی توجیہ
ہو جاتی ہے اس قدر کافی نہیں ہے کہ اس کی بناء پر کوئی مسئلہ بلا شبہ صحیح تسلیم کیا
جائے۔ عملی نقطہ نظر سے ایک قیاس صرف اسی قدر یقینی ہے جس قدر کہ وہ مختلف

واقعات کی تشریح کرنے کے قابل ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ فرض کرنا مشکل ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق اور ایسے امور نہیں ہیں جنکے وہ قیاس تشریح نہیں کر سکتا۔

قیاس مفروضی کے شرائط

قبل ازیں کہ کسی قیاس کو مسئلہ مسلمہ مانا جائے اوس کو دو شرطیں پوری کرنی چاہئیں۔

(۱) ضرور ہے کہ اس قیاس کے ذریعہ سے بعض واقعات کی پیشین گوئی کی جاسکے مثلاً اگر کیپلر کا مسئلہ صحیح ہو تو ہم حرکت کے معلوم قوانین کے بہ موجب یہ پیشین گوئی کرسکیں کہ کسوف وخسوف کب واقع ہوگا اور اگر کسوف وخسوف انھیں اوقات پر واقع ہو تو کیپلر کا قیاس صحیح ہے۔

(۲) کسی قیاس کی صحت کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اس سے کسی واقعہ کی تشریح نہ بھی کی جائے تو بھی اس سے دوسرے واقعات نفس الامر جو پہلے معلوم نہ تھے خود بخود ظاہر ہو جائیں۔

یہ یاد رہے کہ ہر ایک گمان قیاس نہیں ہے بلکہ قیاس وہ ہے جو حقیقت کی صداقت کے متعلق قائم کیا جائے۔ اس قیاس سے نتائج اخذ کئے جاسکیں اور جو حقیقتیں اب تک دریافت ہو چکی ہیں یا جو قوانین ثابت ہو چکے ہیں وہ انکے منافی نہ ہو۔ حقیقتوں اور ثابت شدہ قوانین سے وہ ظنی قاعدے مراد نہیں ہیں جو ایک زمانہ میں صحیح اور دوسرے زمانہ میں غلط ثابت ہو جاتے ہیں جیسے کہ علوم ظنی علم ہیئت طب وغیرہ میں ہوتا ہے لیکن علوم یقینی ریاضی وغیرہ کے مسائل جو دلائل یقینی سے ایک بار ثابت ہو چکے ہیں نہیں بدلتے اور جو قیاس انکے منافی ہو وہ بالکل غلط ہے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ جو مسئلہ اون کے اعتقاد کے خلاف ہو اونکا بطلان کرتے ہیں اور اپنے معتقد علیہ مسئلہ کو قانون قدرت کے برابر جانتے ہیں۔

اعداد و شمار

تحقیقات علمی کا ایک بڑا طریقہ یہ بھی ہے کہ یہ دیکھیں کہ کوئی خاص خاصیت یا صفت کس قدر اشیا میں پائی جاتی ہے یا خاص خاص حالتوں میں ایک قسم کے کس قدر واقعات پیش آتے ہیں اور جس قدر ٹھیک ٹھیک یہ تعداد معلوم ہو جائیگی اسی قدر صحیح وہ قانون کلی ہوگا جو اون کی نسبت مقرر کیا جائے گا جب ایک بار یہ قانون صحیح طور پر دریافت ہو جاتا ہے تو پھر بار بار شمار کرنے کی حاجت نہیں رہتی جہاں کہیں کوئی قانون کلی معلوم نہیں ہوتا تو وہاں بھی واقعات کی تعداد کا معلوم کرنا زیادہ مفید اور بکار آمد ہوتا ہے اس سے مشاہدہ قابل اعتماد ہو جاتا ہے اور اس سے نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں مثلاً جب کسی سوسائٹی کی کیفیت ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کس قدر مرد ہیں کتنی عورتیں پیدائش اموات کی اوسط کیا ہے۔ شادی کس عمر میں کرتے ہیں جاہل کس قدر ہیں عالم کس قدر وغیرہ جب اعداد و شمار کی رو سے کسی قسم کے دو گروہوں میں یکسانیت پائی جائے تو یہ قیاس قائم کیا جاسکتا ہے کہ اون میں کوئی ربط علت و معلول ہے مثلاً جب یہ دیکھیں کہ اناج کی گرانی و ارزانی کے ساتھ پیدائش کی تعداد گھٹتی اور بڑھتی ہے تو قیاس قایم کیا جاتا ہے کہ اناج کی ارزانی لوگوں کی خوشحالی پر اثر ڈالتی ہے بعض دفعہ اعداد و شمار سے کسی قیاس کی تقویت ہو جاتی ہے جیسے یہ خیال کہ اگر کسی شہر میں پانی کی قلت ہو یا صفائی کا انتظام عمدہ نہ ہو تو وہاں بخار وغیرہ امراض کی شدت ہو گی جب آبادی کے لحاظ سے مریضوں کی تعداد معلوم کی گئی تو یہ قیاس صحیح ثابت ہوا یا اگر اموات کی تعداد میں کمی یا زیادتی ہو جائے تو ہم دریافت کرسکتے ہیں کہ موسم میں کوئی مفید یا مضر تغیر ہوا ہے۔

سائنٹفک تحقیقات شروع ہونے سے پہلے اشیاء کے کچھ نہ کچھ خواص سرسری طور پر ضرور معلوم ہو جاتے ہیں اس کے بعد ذہن یہ تلاش کرتا ہے کہ یہ خاصیت یا صفت کس قدر اشیاء میں پائی جاتی ہے اشیاء کے بعض خواص بلا کوشش و سعی کے معلوم ہو جاتے ہیں لیکن تعداد اس وقت تک معلوم نہیں ہوتی کہ بالقصد اپنے تئیں کام پر نہ لگایا جائے ایک قسم کی چیزوں کو شمار کرنا اور اون کی تعداد قلمبند کرنی اصطلاحات اور جماعت بندی کرنے کے لئے ضرور ہے اس طرح ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ اس خاص قسم میں کس قدر چیزیں داخل ہیں اور کونسی اور کس طرح دوسری اقسام میں داخل کی جاسکتی ہیں۔ شمار کرنے کا مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ خواص و اوصاف کے لحاظ سے ایک طرح کی چیزوں کو دوسری طرح کی چیزوں سے تمیز کیا جائے جس صورت میں کسی شے کی پوری تعداد معلوم ہو جاتی ہے تو نتیجہ قضیہ کلیہ کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے۔

اس کتب خانہ میں ساری کتابیں انگریزی زبان کی ہیں۔

جب کسی قسم کی اشیا کی کل تعداد معلوم ہوجائے تو نتیجہ ہمیشہ یقینی اور استقراء تام ہے اگر پوری تعداد معلوم نہ ہو تو نتیجہ امکانی ہوگا۔ اور استقراء ناقص ہوگا۔ استقراء کا صحیح مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ دریافت کیا جائے جو جزئیات کی خاص تعداد میں جاری و ساری ہو یا اون میں کوئی ربط پیدا کرتا ہو اس لئے جس قدر زیادہ تعداد پر اس قاعدہ کا امتحان کیا جائے گا اسی قدر اس کی صداقت زیادہ ہوگی لیکن اس امتحان و تنقیح کا اصلی منشا صرف تعداد کا معلوم کرنا نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ کا دریافت کرنا ہونا چاہئے بعض دفعہ ایک مثال بھی وہی کام دیتی ہے جو سیکڑوں مثالیں شمار کرنا عمل استقراء کی ابتدا ہے نہ کہ انتہا شمار کرنے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قانون ان چیزوں میں کیوں پایا جاتا ہے۔

یا اون سے یہ خاص خاص کیفیتیں کیوں ظاہر ہوتی ہیں۔ تمام سیارے سورج کے گرد بیضوی مدار پر چکر کھاتے ہیں ایسے قضایا میں صرف شمار سے واقعات کی توجیہ نہیں ہوجاتی بلکہ انکی حقیقت معلوم کرنے کے لئے مزید غور و فکر کی حاجت ہوتی ہے شمار کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اشیا کا اصطفاف بخوبی کیا جاسکتا ہے اور اصطفاف تحقیقات علمی کا بڑا ضروری جزو ہے لیکن تحقیقات کی علت غائی وہ بھی نہیں ہے اور واقعات کی توجیہ فکر کی دوسرے اعمال سے ہوتی ہے۔ تاہم اگر کائنات کی چیزوں میں ایسی مشابہت و تفاوت نہ پایا جاتا کہ اون کی تقسیم صنفوں اور انواع میں ہوسکتی تو اون کا بیان کرنا ناممکن ہوتا۔

اتفاق

اتفاق کوئی قوت نہیں ہے

اتفاق دنیا میں ایسی خود مختار قوت نہیں ہے جو واقعات پر حکمرانی کرتی ہو جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اتفاق سے ایک ہوٹل میں اپنے دوست سے ملے تو ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ کسی خاص وقت پر ہمارے ہوٹل میں جانے اور ہمارے دوست کے وہاں موجود ہونے کے اسباب تو ہیں لیکن ان دونوں واقعات کے جمع ہونے میں ہمارے ارادے کو دخل نہیں ہے۔

اتفاق کی تعریف

دو واقعات کا ایک وقت میں جمع ہونا اس وقت اتفاقاً کہا جاتا ہے جب اون میں علت و معلول کا علاقہ نہ ہو اور نہ اون کے آئندہ اجتماع کے متعلق پیشین گوئی کی جاسکے۔ میں اس وقت لکھ رہا ہوں محلہ میں ایک گویّا گا رہا ہے برابر کی مسجد میں اذان ہو رہی ہے۔ سڑک پر ایک گاڑی چل رہی ہے۔ ریل پل پر سے گزر رہی ہے۔ دنیا میں بے شمار واقعات اس وقت ہو رہے ہیں جن کا ممکن ہے کہ پھر کبھی اس طرح اجتماع نہ ہو۔ اس واسطے اگر ان میں سے ایک کسی وقت ظہور میں

آے تو یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ اور واقعات بھی ظہور میں آئیں گے جس وقت مسجد میں
اذاں ہو ضرور نہیں کہ گویّہ بھی اسی وقت گائے ۔ بعض واقعات اگرچہ بار بار
بھی جمع ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی اتفاقی ہی رہتے ہیں مثلاً شہر کے اسٹیشن سے ایک
گاڑی ایک بجے دن کے روانہ ہوتی ہے اور اسٹیشن کی برابر مسجد کا موذن دن کے
ایک بجے ظہر کی اذاں دیتا ہے تو ممکن ہے کہ ایک عرصہ تک ریل کی روانگی کے
وقت اذاں کی آواز سنائی دے ۔ لیکن پھر بھی ریل کی روانگی اور اذاں میں علت
ومعلول کا علاقہ نہیں ہے بلکہ ادن کا اجتماع اتفاقی ہے ۔

بعض صورتوں میں واقعات کے اجتماع میں علت ومعلول کا علاقہ ہوتا ہے
ایک مقام پر کسی خاص قسم کے پودے کثرت سے ملے ۔ چونکہ اتفاقی طور پر کوئی درخت
کسی زمین پر کثرت سے نہیں پیدا ہوتا قیاس کیا گیا کہ یہ کثرت زمین کے مزاج مقام
کے آب و ہوا اور درخت کے مزاج کی موافقت کی وجہ سے ہے ۔

توجیہہ

مشاہدہ اور تجربہ سے کسی علم کے حاصل ہو جانے سے یا اون طریقوں کو معلوم
کر لینے سے جن کے وہ واقعات مربوط ہیں ہم کسی شے یا واقعہ کی تہ کو نہیں پہونچ جاتے
نہ علم کی خواہش کو پورے طور پر تسکین حاصل ہوتی ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے
کہ ان مظاہر کی وجہ کیا ہے ۔ بجلی کی چمک کے بعد کڑک کیوں ہوتی ہے ؟ بحر مردار[1]
میں اگر کوئی آدمی گر پڑے تو کیوں نہیں ڈوبتا ۔

---

[1] نہ ڈوبنے کی وجہ یہ ہے کہ کھاری پانی میٹھے پانی کی نسبت بھاری ہوتا ہے ۔ بحر مردار کا
پانی بہت ہی کھاری ہے اس سبب سے اگر کوئی آدمی اس میں گر پڑے تو نہیں ڈوبتا ۔

ملک سوئٹزرلینڈ کے کوہ بلانک پر اگر انڈا اُبالا جائے تو کیا وجہ ہے کہ خواہ کتنی ہی دیر اُسے جوش دیں انڈا اندر سے سخت نہیں ہوتا۔

سائنس اس قسم کی توجیہ بھی کرتا ہے۔ عمل توجیہ جزئیات کے علم سے بالاتر ہے اور ایسے عام اصول اور قوانین قائم کرتا ہے جس کے واقعات تابع ہیں۔

جو علم تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اگر اس کی وجہ معلوم نہ ہو تو وہ سطحی علم کہلاتا ہے ہر شخص کی معلومات کا بڑا حصہ ایسا ہی سطحی ہوا کرتا ہے ہم بہت سی چیزیں جانتے ہیں جن کی وجہ نہیں بیان کر سکتے۔ بہت سے علم بھی ایسے ہی معلومات پر مبنی ہیں جیسے علم طب۔ کہ طبیب تجربوں سے یہ جانتے ہیں کہ فلاں فلاں امراض میں یہ دوائیں مفید یا مضر ہوتی ہیں لیکن مفید یا مضر ہونے کی وجہ اون کو معلوم نہیں ہوتی۔

استقرائی طریقہ

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے استقرائی طریقے میں حسب ذیل عمل داخل ہیں

(۱) ابتدائی مشاہدہ جس کے ساتھ ہمارے سابقہ تجربات کا علم بھی ہوتا ہے۔

(۲) واقعات کے مشاہدہ سے جو حقیقت ظاہر ہوی ہے ان کی توجیہ کے متعلق قیاس قائم کرنا جو اوس قانون معلومہ کی توجیہ کرنے میں بکار آمد ہو سکتا ہے۔

(۳) اس قیاس سے نتائج اخذ کرنا۔

(۴) ان نتائج حقائق معلومہ سے یا اون واقعات سے جو مشاہدے اور تجربے کے دوران میں معلوم ہوے مقابلہ کرنا اور اگر وہ مطابق ہوں تو انکی تصدیق کرنا

(۵) اگر ضرورت ہو تو اس قیاس میں ترمیم کرنی اور پھر اسکو بطور قاعدہ کلیہ بیان کرنا۔

۱؎ انڈے کے سخت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے کھولاو کا درجہ ہوا کے دباؤ پر منحصر ہے جب ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے تو پانی سو درجہ سے کم پر کھولنے لگتا ہے۔ چونکہ جڑ کی نسبت پہاڑ کی چوٹی پر ہوا کا دباو کم ہوتا ہے اسلئے کوہ بلانک پر پانی ۸۵ درجہ پر کھولنے لگتا ہے اور انڈا وہاں ابالا جائے تو اندر سے سخت نہیں ہوتا کیونکہ ۸۵ درجہ کی حرارت میں سفیدی اندر سے سخت نہیں ہوتی۔

توجیہ

جب یہ تمام امور پورے ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ہم نے اس واقعہ کی توجیہ کر دی یا کسی امر یا شے کی حقیقت و ماہیت دریافت کر لی اور یہی استقرائی تحقیقات کی علت غائی ہے کہ ہر شے کی حقیقت ہر امر کی ماہیت ہر واقعہ کی علت معلوم ہو جائے

واقعہ اور قاعدے میں فرق

واقعہ اور قاعدہ کلیہ میں (جسکو قانون بھی کہتے ہیں) فرق ہے واقعہ تو ایک خاص امر ہے جو کسی وقت ظہور میں آیا۔ جیسے زید کا بخار کونین کے استعمال سے اچھا ہو گیا ایک واقعہ ہے لیکن ایک قسم کی بہت سی چیزوں کے متعلق ایک خاص حکم لگانا قانون یا قاعدہ کلیہ ہے کو کنین بخار کو رفع کرتی ہے۔ زہر قاطع حیات ہے ایک قضیہ استقرائی اون حقیقتوں کے لحاظ سے جو اوس میں بیان ہوئی ہیں ایک مسئلہ ہے اور تعمیم کے لحاظ سے ایک قاعدہ کلیہ یا قانون ہے ایک شخص نے اشیا کی یہ خاصیت دریافت کی کہ اگر اپنے مساوی الحجم پانی سے ہلکی ہوں تو پانی میں تیرینگی اس کی لئے یہ ایک مسئلہ ہے لیکن اس اصول پر جو شخص جہاز بنا رہا ہے اوس کے لئے یہ ایک قانون ہے کہ مساوی الحجم پانی سے ہلکی چیزیں پانی میں تیرتی ہیں لہذا اوس کا جہاز ضرور پانی میں تیرے گا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جو قوانین دریافت شدہ سے مطابقت نہیں رکھتا تو یہ کہا جائے گا کہ یا تو قانون غلط ہے یا واقعہ ایک استثنے ہے تمام قوانین حقیقت کی تلاش کے لئے بنائے جاتے ہیں اور اگر وہ واقعات نفس الامر کے مطابق نہ ہوں تو اون میں ترمیم کرنی ضرور ہے۔ بڑے بڑے محققوں کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے دریافت کئے ہوئے قوانین کی خواہ وہ اون کو کسی قدر مرغوب کیوں نہ ہوں چھوڑ دینے کو ہر وقت آمادہ رہتے ہیں لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی قانون کو بالکل ترک کر دینے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ ذرہ سی ترمیم میں کام چل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قانون تمام واقعات کی بہ استثناء ایک یا دو کے توجیہ کرے تو بعض

دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ مستثنیات اصلی مستثنیات نہیں ہوتے بلکہ کوئی دوسرا مخالف قانون
نتیجہ پیدا ہونے میں خلل انداز ہوتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بیلوں (طیارے) ہوا میں
اڑتے ہیں اور زمین پر نہیں گرتے۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ قانون کشش غلط ہے
بلکہ ہوا اون کو اڑا رہی ہے مگر ہوا کو نکال دو تو وہ زمین پر پتھر کی طرح گر پڑینگے۔

قانون علت

قانون رابطہ

قانون یا تو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک واقعہ کی علت یا وجہ کیا ہے ایک شخص
کے سر میں چوٹ لگی اور وہ بے ہوش ہوگیا تو بے ہوش ہونے کی علت سر میں
چوٹ لگنا ہے۔ یہ **قانون علت** ہے یا اون سے کوئی رابطہ یا تعلق ظاہر ہوتا
ہے اجسام مادی ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں روح بغیر جسم کے کام نہیں کرتی یہ
قانون رابطہ ہیں۔

بعض قوانین دوسرے اعلیٰ قوانین سے اخذ کئے جاسکتے ہیں مثلاً یہ قانون کہ
تمام سیارے ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں اس عام تر قانون سے ماخوذ ہے کہ تمام
اجسام ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں ایسے قانون مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں
اور اون کی تعمیم کم ہوتی ہے یہ **قانون استخراجی** یا **قانون تجربی** کہلاتے
ہیں بعض قوانین ایسے ہوتے ہیں جو کسی دوسرے قانون سے استخراج نہیں
ہوتے اور اون کی تعمیم بہت زیادہ ہوتی ہے جیسے **قانون قدرت** قانون
انتخاب طبعی۔ قانون کشش ثقل وغیرہ اسی میں داخل ہیں۔

جب کوئی قانون معلوم ہوجائے تو اوس کی نسبت یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ
ایسا کیوں ہوتا ہے مثلاً یہ قانون معلوم تھا کہ پانی ۳۲ فٹ بلندی تک ایک پمپ
میں چڑھ جاتا ہے لیکن یہ نہ معلوم تھا کہ کیوں چڑھتا ہے اس وقت تک اس
قانون کی توجیہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہوا کا دباؤ پانی کو ۳۲
فٹ بلندی تک چڑھا سکتا ہے تو اس قانون کی توجیہ ہوگئی۔ اس طرح

توجیہ ہو جانے سے قانون تجربی بہت بکار آمد ہو جاتے ہیں اور نئی نئی حالتوں میں ان کو عملاً کام میں لایا جاسکتا ہے لیکن بغیر اس قسم کی توجیہ کے بھی قانون تجربی بہت بکار آمد ہوتے ہیں۔ علم طب۔ علم حیات۔ علم الاقتصاد۔ علم طبقات الارض میں بہت سے ایسے قانون ہیں جن کی توجیہ نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے یہ علوم ابھی تک نامکمل حالت میں ہیں۔

ایک مفرد واقعہ کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ اوسکی توجیہ ہوگئی جبکہ اوسکی علت دریافت ہو جائے یا یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ کسی قانون کی خاص حالت ہے مثلاً کسی حادثہ موت کے متعلق یہ بیان کیا جاے کہ وہ پلیگ کی وجہ سے ظہور میں آیا۔ اسی طرح طبقات الارض کی ساخت کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آگ یا پانی یا دونوں کے عمل کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

ایک تجربی قانون کے متعلق (اگر وہ بسیط ہو) یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوس کی توجیہ ہوگئی جبکہ

(۱) کسی اور عام تر قانون کی طرف اوس کا حوالہ دیا جائے جس سے وہ بطور استخراج نتیجتاً پیدا ہوا ہے۔

بے سہارے اجسام زمین پر گر پڑتے ہیں اس قانون کی توجیہ اس عام تر قانون سے ہوتی ہے کہ تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

(۲) جب کسی تجربی قانون کی علتیں مرکب ہوں تو اس کی توجیہ اس طرح ہوتی ہے کہ مختلف علتوں کے قواعد کو بیان کردیتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نتیجہ ان علتوں کے اثرات کا جو اس وقت عمل کر رہی تھیں مجموعہ یا فرق ہے۔ مثلاً سیاروں کے بیضوی دائروں میں حرکت کرنے کی وجہ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سیارے دوسرے سیاروں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور خود خط مستقیم میں حرکت کرنا چاہتے ہیں

(۳) جب کسی قانون تجربہ کے ایسے بہت سے اسباب ہوں جو مسلسل واقع ہوئے ہوں تو اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ پہلے سبب اور نتیجہ کو بیان کر دیتے ہیں مثلاً یہ قانون کہ بندوق کا گھوڑا دبانے سے گولی چھٹ جاتی ہے دراصل اس تشریح کے برابر ہے۔

گھوڑا دبا کر چھوڑ دینے سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔

گرمی سے بارود میں آگ لگ جاتی ہے۔

بارود کے جلنے سے گاس پیدا ہوتی ہے۔

جب گاس تھوڑی سی جگہ میں بند ہوتی ہے وہ قوت سے پھیلتی ہے پھیلنے کی قوت گولی کو بندوق سے خارج کر دیتی ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے ظاہر ہوا ہوگا کہ منطق استقرائی اور منطق استخراجی میں بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ منطق استخراجی میں جن قضیوں سے نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ منطق استقرائی کے قاعدوں کے موافق دریافت ہوتے ہیں۔

تصدیق

منطق استقرائی میں تصدیق کے معنے حسب ذیل ہیں:-

(۱) ایک طریقہ ثبوت کی تائید دوسرے طریق ثبوت سے کرنا۔ تصدیق کوئی علیحدہ طریقہ ثبوت نہیں ہے بلکہ ایک ثبوت کی تائید دوسرے ثبوت سے کرنے کا نام ہے۔

(۲) جو نتیجہ برہان قیاسی کے عمل سے برآمد ہو اس کو واقعات کی کسوٹی سے پرکھنا مثلاً علم ہیئت کے مسائل کی رو سے یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ زہرہ اور عطارد بھی قمر کی طرح ہلالی اور بدری اشکال کو ظاہر کرتے ہیں۔ جب دوربین سے مدد لیکر دیکھا

گیا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت ایسا ہی ہوتا ہے۔

(۳) کسی قیاس مفروضہ کی صحت یا غلطی معلوم کرنے کے لئے تجربہ کرنا یا طریق توافق کے استدلال کی جانچ کے لئے طریق تفارق وغیرہ کا استعمال کرنا۔

قیاس کی حقیقت تم پڑھ چکے ہو کہ کسی واقعہ کی توجیہ کرنے کے لئے ذہن ایک قاعدہ فرض کر لیتا ہے اور پھر دوسرے قرائن سے دیکھتا ہے کہ یہ قاعدہ واقعہ سے مطابق ہوتا ہے یا نہیں اگر قاعدہ مفروضہ اور واقعہ میں مطابقت پائی جائے تو اس قیاس کی تصدیق ہو جاتی ہے ورنہ تکذیب۔

جو شخص واقعات کو دیکھ کر قواعد کلی اخذ نہیں کر سکتا وہ اچھا مشاہدہ کرنے والا نہیں ہے قواعد کلی کے متعلق قیاسات خارج سے بذریعہ حواس مدرک نہیں ہوتے بلکہ ذہن خود اون کو پیدا کرتا ہے وہ قوت واہمہ یا متفکرہ کی مخلوق ہیں۔ صحیح قواعد اخذ کرنے والا اچھے شاعر کی طرح بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے۔ جس شخص کا ذہن جزئی واقعات کو دیکھ کر کلیات کی طرف منتقل نہیں ہوتا وہ کبھی کوئی مہتم بالشان دریافت نہیں کر سکتا۔ سائنس کے بڑے بڑے مسائل اون لوگوں نے دریافت کئے ہیں جن کو خداوند عالم نے دقیق نظر عنایت فرمائی ہے علمی دقت نظر رکھنے والا شخص اشیاء کی تحقیق کی ایک ایک بات معلوم کرتا ہے اور ایسی ایسی مشابہتیں دریافت کرتا ہے کہ معمولی نظر کا آدمی اون کو دیکھتا ہی نہیں لیکن جب تک پہلے سے واقعات کا کچھ علم نہ ہو صرف فکر کام نہیں دیتا کیونکہ قیاس جہل محض یا معدوم شئے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے پہلے سے کوئی علم بطور مواد کے موجود ہونا چاہئے

قیاس قائم کر لینا تو آسان ہے لیکن اوس کی تصدیق یا تکذیب کرنی مشکل ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ سائنس کا محقق جو مسائل قائم کرتا ہے اکثر وہ

غلط و بے بنیاد ہوتے ہیں اس لئے اس کو اپنے مسائل کو ترک کرنا پڑتا ہے صرف یہی ضرورنہیں ہے کہ علمی تحقیق کرنے والے کا ذہن خیالات و معلومات سے مالا مال ہو بلکہ اوس کو اپنے مسئلہ سے زیادہ صداقت و حقیقت کی محبت ہونی چاہیئے خواہ وہ مسئلہ اس کو کسی قدر عزیز اور دلچسپ کیوں نہ معلوم ہوتا ہو اس لئے ہر قیاس کی تنقیح کرنی بہت ضرور ہے۔ تنقیح کے دو طریقے ہیں۔

(۱) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ قیاس صحیح ہے اور پھر یہ دیکھتے ہیں کہ صحیح ہونے کی صورت میں اس سے کیا کیا نتیجے نکلنے ضرور ہیں۔ ایسا کرنے میں عمل استخراج کیا جاتا ہے یعنے قیاس کی صداقت فرض کر کے نتیجوں سے اوس کا امتحان کرتے ہیں۔

(۲) جو نتائج اس طرح پیدا ہوتے ہیں اون کا اصلی واقعات سے جو حواس سے بذریعہ مشاہدہ یا تجربہ معلوم ہوے ہیں مقابلہ کرتے ہیں۔

اگر یہ نتیجہ باہم یکساں اور موافق ہوں تو قیاس صحیح تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر موافق نہ ہوں تو ضرور ہے کہ یا تو قیاس میں کچھ اصلاح کی جاے یا اوس کو ترک کیا جائے۔

گلیلو نے دیکھا کہ پانی پمپ میں صرف ۳۳ فٹ چڑھتا ہے مگر وہ یہ نہ معلوم کر سکا کہ پانی اس مقام پر کیوں ٹھیر جاتا ہے اس کے شاگردوں میں سے ایک نے یہ قیاس قائم کیا کہ ہوا کا وزن پانی کو دباتا اور ایسی نلی میں جو ہوا سے خالی ہو اوپر چڑھاتا ہے اس قیاس کی تصدیق کے لئے اوس نے یہ دلیل قائم کی کہ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو ہوا پارے کو بھی دباتی اور اوپر چڑھاتی ہوگی لیکن پارہ ہوا سے چودہ گنا زیادہ بھاری ہے اس لئے پارہ بہ نسبت پانی کے ۱/۱۴ حصہ بلندی تک چڑھنا چاہیئے اس نے یہ تجربہ اس طرح کیا کہ ۳۴ انچ کی نلی لیکر پارے سے

بھری اور اوس کو ایک کھلے ہوے برتن میں جس میں پارا بھرا ہوا تھا اوندھا دیا۔ پارا برتن میں اترنے لگا اور تیس انچ کی بلندی پر ٹھیر گیا اس طرح قیاس مفروضہ کی تصدیق ہوگئی اور اس بنا پر مقیاس الہوا (بیرومیٹر) ایجاد ہوا۔

فرانس کے ایک عالم پاسکل (Pascal) نے یہ قیاس قائم کیا کہ پہاڑوں کی بلندی پر ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ پہاڑ کی بلندیوں پر پانی اور پارا اس درجہ تک نہ چڑھے جب اس کا تجربہ پہاڑ پر کیا گیا تو پارہ تقریباً ۳ انچ نیچے اوتر گیا۔ جب نیوٹن نے مسئلہ کشش کا قیاس قائم کر لیا اور اس کی تصدیق کرنی چاہی تو زمین اور دوسرے اجسام سماوی کی صحیح صحیح جسامت معلوم کرنے کی سخت کوشش کی لیکن زمین اور چاند کی کششوں کا مقابلہ کیا تو چاند کی حرکت جسامت کے متناسب نہ معلوم ہوی۔ نیوٹن کو اپنے مسئلہ کی صحت میں شبہ پیدا ہوا لیکن وہ اپنی دھن میں لگا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ زیادہ صحیح حساب لگانے سے زمین کی جسامت اوس سے بڑی ہے جیسی کہ اس وقت خیال کی جاتی تھی پھر نیوٹن نے اپنے قیاس کے مطابق زمین اور چاند کی کشش کا حساب لگایا تو اپنے قیاس کو صحیح پایا اس طرح مسئلہ **کشش ثقل** کی تصدیق ہوگئی۔

محقق کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ جلدی برداشتہ خاطر ہو کر اپنے قیاس سے دست بردار نہ ہو جائے بلکہ اس کی صحت یا غلطی کا کافی طور پر امتحان کرے بعض دفعہ منفی جواب بھی مفید نتیجہ ہوتے ہیں خصوصاً جب کئی وجہیں ا ب ج خیال میں آئیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ ا و ب صحیح نہیں ہیں تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ج صحیح ہے اور اس کا نام **عمل تردید** ہے یعنے جب کسی معلول کی کئی وجہیں خیال میں آئیں تو اون میں سے ایک ایک کا امتحان کرکے دیکھیں کہ کون سی اون میں سے صادق آتی ہے فرض کرو کہ اول کی چار غلط ثابت ہوں تو پانچویں کے متعلق یہ خیال

کیا جائیگا کہ وہ صحیح ہے۔

استقراء و استخراج

اوپر کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حجت یا دلیل کے بڑھنے کے دو راستے ہیں ایک تو یہ کہ ایسے معلومہ واقعات یا اصول سے شروع کرتے ہیں جنکی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ یہ صحیح ہیں اور پھر یہ ثابت کرتے ہیں کہ فلاں نتیجہ ان سے ضرور لازم آتا ہے مثلاً یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہے کہ مائعات کی سطح یکساں رہتی ہے تو ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہمارے بالاخانہ پر نل کے ذریعہ سے پانی چڑھ سکتا ہے کیونکہ بالاخانہ پانی کے خزانہ سے ہم سطح یا نیچا ہے۔ اگر کسی بند کوٹھری میں جہاں آکسیجن کی مقدار کم ہو آگ لگائی جائے تو آگ بہت دھیمی جلے گی۔ دلیل کا یہ طریقہ **استخراج** ہے یہ مقدمات سے شروع ہوتا اور نتیجہ پر ختم ہوتا ہے۔ استخراج میں نتیجہ ہمیشہ ایک قاعدۂ کلیہ کے تحت میں ہوتا ہے۔ سقراط فانی ہے کیونکہ یہ قانون کہ تمام انسان فانی ہیں مسلم ہے اور سقراط اس قانون کے تحت میں ہے۔ دلیل استخراجی یہ ثابت کرتی ہے کہ اگر کوئی قاعدہ کلیہ کسی خاص واقعہ یا حالت پر منطبق کیا جائے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ ذہن کا عمل ہے۔ جو اوپر سے نیچے کو اترتا ہے۔ **استقراء** کا عمل اس کے خلاف ہے ہم ایک خاص واقعہ یا شے سے شروع کرتے ہیں اور وہ قانون کلی یا خاصہ دریافت کرتے ہیں جو اوس قسم کی تمام واقعات یا اشیا میں جاری و ساری ہے بعض واقعات ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے نظر آتے ہیں اس لئے فکر یہ تلاش کرتا ہے کہ ادن میں ایسا کیا ربط ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرے کا ظہور لازم ہے اس لئے فکر اجزا و جزئیات کا مطالعہ کرکے سارے آئین سے واقفیت پیدا کرتا ہے۔ صبح کو دھواں زمین کی طرف رجوع تھا شام کو بارش ہوی یہ دونوں امور سینکڑوں دفعہ سارے

آدمیوں نے دیکھے ہوں گے لیکن اون میں علاقہ اور ربط تلاش کرنے کا خیال بہت کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ فکر یہ سوچتا ہے کہ آخر یہ دونوں ساتھ ساتھ کیوں واقع ہوے اور اس سوال کا جواب دینے کے لئے وہ ان واقعات کی جو اس کو معلوم ہیں تحلیل کرتا ہے۔ جب دھواں زمین کی طرف رجوع ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ ہوا معمول سے زیادہ بھاری ہوا اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ اس میں نمی بہت ہو۔ لیکن جب ہوا نم ہو تو وہ اپنی نمی مینہ کی صورت میں خارج کر دیتی ہے اس طرح ہمیں ایک قانون کلی معلوم ہو جاتا ہے اور ہم سمجھ جاتے ہیں کہ دھویں اور بارش کا اجتماع اتفاقی نہیں بلکہ لازمی ہے۔

استقراء اور استخراج دراصل دلیل کی دو قسمیں نہیں ہیں۔ حجت قائم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ذہن یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مظاہر قدرت میں لزوم کیا ہے اور وہ کیا قانون کلی ہے جو ان میں لزوم پیدا کرتا ہے اس امر کے دریافت کے لئے ضرور ہے کہ ذہن اس علم سے اپنی تحقیق شروع کرے جو اس کو حاصل ہے جب اس لزوم کا قاعدہ کلی معلوم ہو جاتا ہے تو پھر اس سے جزئیات پر حکم لگا سکتے ہیں اور عمل استدلال استخراجی ہو جاتا ہے لیکن جب تک ادراکات حسی کے سے اون کے لزوم کے قواعد کلی معلوم کرتے ہوں تو طریق استدلال استقرائی رہتا ہے خواہ کہیں سے شروع کیا جائے ہر حال میں مطلب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ کسی قاعدہ کلی کے بہ موجب واقعات کے لازمی روابط کی حقیقت معلوم کی جائے اس طرح عمل استقراء اور استخراج کا منشاء ایک ہی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ علوم جدیدہ عمل استقراء سے دریافت ہوے ہیں لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں حقایق علمیہ معلوم کرنے کے لئے عمل استخراج ہوا ہی نہیں۔ علوم سوچنے اور فکر کرنے سے پیدا ہوتے ہیں اور فکر صرف ایک طریقہ کا پابند نہیں ہے۔ قواعد کلی جزئیات کے امتحان اور تنقیح کے بغیر دریافت نہیں ہو سکتے اور ان قواعد کی صحت کا امتحان بھی یہی ہے کہ اون کو

واقعات کے ساتھ مطابق کرکے دیکھا جائے لیکن جب کوئی قاعدہ کلی دریافت ہوجاتا ہے تو وہ اصول کے طور پر استعمال ہونے لگتا ہے اور اس سے نئے نتائج اخذ کئے جانے لگتے ہیں۔ علمی تحقیقات اور روزمرہ کی زندگی میں عمل استقراء و استخراج ساتھ ساتھ چلتے ہیں

کسی امر میں فکر کرنے کے جس قدر طریقے ہیں وہ سب منطق قیاسی سے ظاہر نہیں ہوتے نہ ہمارے پاس ہر وقت ایسے مقدمات تیار رہتے ہیں جنکو ہر شخص تسلیم کرے خود وہ قضئے جو کسی قیاس کے مقدمات ہوتے ہیں فکر کے نتیجے ہیں ایسے سادے قضئے بھی جیسے کہ تمام انسان فانی ہیں پانی ہیڈروجن اور آکسیجن سے مرکب ہے غور و فکر سے معلوم ہوئے ہیں اور مشاہدہ و تجربہ کا نتیجہ ہیں۔ یہی حال تمام ادراکات حسی کا ہے کہ اگر ان پر غور و فکر نہ کیا جائے تو اون سے بے ترتیب نقوش ذہنی حاصل ہونگے۔ جن کا کچھ مفہوم نہ ہوگا۔ اس واسطے یہ معلوم کرنا بہت ضرور ہے کہ اشیاء کی صحیح حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارا ذہن کس طرح آگے بڑھتا ہے نیز اون قوانین کو بھی معلوم کرنا ضرور ہے جو کائنات پر حکمراں ہیں۔ تمام علم میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیا میں ایک مستقل ضابطہ اور آئین جاری ہے جو یکساں حالتوں میں ہمیشہ یکساں طور پر عمل کرتا ہے وہ طریقہ جس کے وسیلہ سے ذہن اشیا کے یہ مستقل آئین دریافت کرتا ہے استقراء کہلاتا ہے۔

استقراء ہو یا استخراج دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنے منفرد و جزئی حوادثات و واقعات کا باہمی تعلق و رشتہ کسی قاعدہ کلیہ کی رو سے دریافت کرنا۔ استخراج میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ قاعدہ کلیہ معلوم ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ خاص واقعہ پر یہ قاعدہ کلیہ کیونکر عمل کرتا ہے اس کے برخلاف استقراء کا عمل واقعات جزئی سے شروع ہوتا ہے اور فکر کو یہ کام کرنا ہے کہ اون واقعات کے روابط کا قانون کلی دریافت کرے علم کا ذخیرہ جمع کرنے میں استقراء

اور استخراج دونوں بہت بکار آمد ہیں۔ مختلف علوم اون جزئی واقعات سے شروع ہوتے ہیں جو مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس مشاہدہ اور تجربہ سے پہلے ذہن میں اصول کلیہ کا کچھ بھی ذخیرہ موجود نہیں ہوتا جو اوس علم کا نقطۂ ابتدا بن سکے۔ اس واسطے ذہن ان ہی جزئی واقعات سے جو ادراک سے حاصل ہوے ہیں کام لیتا ہے اور اون کے مطالعہ سے اون کو قوانین عامہ دریافت ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابتدا میں ہر ایک سائنس کا طریق عمل استقرائی ہوتا ہے لیکن جب فکر کو کوئی قانون کلی معلوم ہو جاتا ہے تو وہ یہ دیکھنا شروع کر دیتا ہے کہ قانون کلی سے کیا کیا حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں اور جو نتائج اس طرح عمل استخراج سے معلوم ہوتے ہیں اون کو اصلی واقعات سے مقابلہ کر کے یہ دیکھتے ہیں کہ اصول کلی صحیح ہے یا نہیں۔ غرض استقراء اور استخراج کا عمل ذہن میں ملا جلا ہوا کرتا ہے اور خود استقراء میں بھی ایسے عمل کرنے پڑتے ہیں جو اصل میں استخراج کی قسم کے ہوتے ہیں۔

سائنس کے محقق اپنے فکر کے نتائج سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اون کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ذہن اس نتیجہ تک کس عمل سے پہونچا ہے لیکن علم منطق کا موضوع یہ ہے کہ فکر کے طریق عمل کو بیان کرے۔ علم منطق فکر کو خود اوس کی طریق عمل سے آگاہ کرتا ہے کہ وہ کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کیا کیا ترکیبیں کیا کرتا ہے۔

مغالطہ Fallacies

غلط دلیل اور غلط رائے میں فرق

مغالطہ ایک ایسی دلیل ہے جو بظاہر نتیجہ خیز معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل ایسی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مغالطہ عمداً اس لئے استعمال کیا جائے کہ اس سے فریق مخالف کو دھوکہ دینا مقصد ہو تو وہ **دلیل باطل** ہے مغالطوں کے جاننے کا

بڑا مقصد یہ ہے کہ اون سے بچا جائے نہ کہ دھوکہ دہی کے لئے اون کا استعمال کریں
یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک تو غلط دلیل ہوتی ہے اور ایک غلط رائے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اگرچہ غلط رائے غلط دلیل ہی سے پیدا ہوتی ہے لیکن منطق میں غلط دلیل سے ہی بحث کی جاتی ہے۔ غلط رائے سے مقصد نہیں، ہوتا مثلاً کسی شخص کی یہ رائے ہو کہ سائنس کی تعلیم ہندوستان کے لئے مفید نہیں ہے تو خواہ اس رائے کی غلطی کیسی ہی ظاہر ہو منطق کو اس سے تعلق نہیں لیکن یہ دلیل کہ

سارے جانور خود بخود حرکت کرتے ہیں۔
موٹر کار خود بخود حرکت کرتی ہے۔
موٹر کار ایک جانور ہے۔
مغالطہ ہے۔

مغالطہ کی تعریف

غرض قضیوں کے عکس کرنے کے قاعدوں قیاسوں اور حجتوں کے قاعدوں اور نتیجہ نکالنے میں راہ نمائی کرنے کی قاعدوں کو توڑنے کو مغالطہ کہتے ہیں۔ بظاہر مغالطہ کی صورت ایسی معلوم ہوتی ہے گویا وہ دلیل صحیح ہے۔

قضیوں کے معنوں کو اچھی طرح نہ سمجھنا بھی بہت سی غلطیوں کا موجب ہوتا ہے کیونکہ جب قضایا، کا مطلب ہی صحیح صحیح سمجھ میں نہ آئے گا تو ممکن ہے کہ جو نتیجہ ان سے اخذ کیا جائے وہ بھی غلط ہو۔ اس قسم کی غلطیوں کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جاسکتا سوائے اس کے کہ جب تک قضایا کی معنی اچھی طرح نہ سمجھ لیں اور اون کی صحت کے متعلق پورا پورا اطمینان نہ ہو جائے اون کو تسلیم نہ کیا جائے

بہت سے کثیر الوقوع مغالطوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں اون سے یہ فائدہ ہے کہ طول طویل استدلال نہیں کرنا پڑتا بلکہ فریق مخالف کی غلطی صرف مغالطہ کے قسم کے اظہار سے ظاہر ہو جاتی ہے مغالطوں کی بحث علیحدہ کرنے اور مغالطو

کے نام رکھنے سے مغالطوں کی شناخت بہت وضاحت سے ہوسکتی ہے ادن سے پرہیز کرنا بھی زیادہ آسان ہوگیا ہے اور مغالطوں کا پتہ زیادہ آسانی سے چل سکتا ہے۔

مغالطے طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ منطق استخراجی کا مغالطہ منطق استقرائی کا مغالطہ۔ ایسے مغالطے جن میں منطق کا کوئی قاعدہ ٹوٹتا ہو اور دوسری قسم کے مغالطے ان میں سے بعض کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

قاعدے	مغالطہ کا نام	مثال
پہلا قاعدہ قیاس میں صرف تین اطراف ہونے چاہئیں۔	**مغالطہ چار حد**	فرانسیسی یوروپین ہیں۔ انگریز اینگلو سکینز ہیں۔ انگریز یوروپین ہیں۔ دراصل یہ کوئی قیاس ہی نہیں ہے۔ اسمیں چار حدیں ہیں فرانسیسی انگریز اینگلو سکینز یوروپین۔ بعض صورتوں میں اگرچہ لفظ ایک ہی ہو مگر دو مفہوم ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک عمدہ قانون کی اطاعت کرنی چاہئے قانون کشش عمدہ قانون ہے۔ قانون کشش کی اطاعت کرنی چاہئے۔ اس صورت میں بھی دراصل چار اطراف ہیں (۱) قانون (وہ حکم جو کسی حکمراں نے دیا ہو) (۲) قانون (قانون قدرت جسکے بموجب مظاہر قدرت ظاہر ہوتے ہیں) (۳) قانون کا

		عمدہ ہونا (۴) اطاعت کرنا
دوسرا قاعدہ قیاس میں صرف تین ہی قضئے ہونے چاہئیں۔	مغالطہ چار مقدمے	چار قضیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ شیر درندہ جانور ہے۔ بلی درندہ جانور ہے۔ درندے جانور خوفناک ہوتے ہیں۔ ہاتی خوفناک جانور ہے۔
تیسرا قاعدہ ہر قیاس میں کم سے کم ایک مقدمہ میں حداوسط جامع ہونی چاہیئے۔	مغالطہ حداوسط غیر محصور	نیکوکار خوش ہیں۔ دولتمند خوش ہیں۔ دولت مند نیکوکار ہیں۔ حداوسط خوش ہیں۔ جامع نہیں ہے۔
چوتھا قاعدہ کوئی حد نتیجہ میں جامع واقع نہ ہونی چاہئے جو کسی نہ کسی مقدمہ میں جامع واقع نہ ہوئی ہو۔	مغالطہ عمل سخت (ممنوع)	جو شے فکر کرتی ہے موجود ہے۔ مادہ فکر نہیں کرتا۔ مادہ موجود نہیں ہے۔ حداکبر کا عمل سخت ہے۔ (۲) تمام اجسام مادی وزن دار ہیں۔ تمام اجسام مادی ذی وسعت ہیں۔ تمام اشیا ذی وسعت وزن دار ہیں۔

قاعدہ	مغالطہ	مثال
		حد اصغر کا عمل سخت ہے۔
پانچواں قاعدہ دو سالبہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا	مغالطہ مقدمات سالبہ	جاپانی آریہ نہیں ہیں۔ ایرانی ہندو نہیں ہیں۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔
چھٹا قاعدہ اگر ایک مقدمہ بھی سالبہ ہو تو نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا۔ **ساتواں قاعدہ** دو جزئیہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا	مغالطہ استنباط نتیجہ موجبہ من مقدمات سالبہ و نتیجہ سالبہ من مقدمات موجبہ	تمام ہندو آریہ ہیں۔ جاپانی ہندو نہیں ہیں۔ جاپانی آریہ نہیں ہیں۔ بعض ہندو مرہٹی بولتے ہیں۔ بعض ہندو تلنگی بولتے ہیں۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔
آٹھواں قاعدہ اگر دو مقدمات میں سے ایک بھی جزئیہ ہو تو نتیجہ ضرور جزئیہ ہوگا۔	مذکورۂ بالا مغالطوں میں سے کوئی عاید ہوتا ہے	تمام دھاتیں عنصر ہیں۔ بعض مادی چیزیں دھاتیں ہیں۔ بعض مادی چیزیں عنصر ہیں اس کے سوا تمام نتیجے مغالطہ ہونگے۔

(۲) مغالطہ ابہام بعض مغالطے ابہام اور الفاظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مبہم لفظ اگرچہ بہ ظاہر ایک لفظ معلوم ہوتا ہے لیکن در اصل وہ دو لفظ ہوتے ہیں جو علیحدہ علیحدہ معنی رکھتے ہیں۔

تل ایک قسم کا بیج ہے۔

اس شخص کے رخسارے پر تل ہیں۔

اس شخص کے رخسارے پر ایک قسم کے بیج ہیں۔

بعض فقروں کے الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ اون کے ایسے دو دو معنی نکل سکتے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہوں اون میں سے اگر اصل مدعا کے خلاف معنی لئے جائیں تو وہ ضرور غلط ہوں گے۔ اس قسم کی غلطیوں کا علاج یہ ہے کہ پہلے ہر لفظ کے معنی اور ہر اصطلاح کی تعریف مقرر کر لی جائے۔ الفاظ کے صحیح معنی نہ جاننا مغالطوں کا سرچشمہ ہے اور لوگ عموماً اسی سے غفلت کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض الفاظ یا فقروں پر زور دینے سے بھی معنی بدل جاتے ہیں۔ پکڑو مت جانے دو۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ اس شخص کو نہ پکڑو اور جانے دو۔ دوسرے معنے یہ کہ اوس شخص کو پکڑ لو اور جانے نہ دو۔

اس رمضان میں میں نے ایک روزہ نہیں رکھا۔

ایک معنی تو یہ کہ صرف ایک روزہ نہیں رکھا باقی رکھے۔ لیکن اگر لفظ ایک پر زور دیجیے تو یہ معنے ہونگے کہ سارے رمضان کے روزے کھا گیا۔

(۳) مغالطہ اتفاق یا عوارض ایک حد کو ایک مقدمہ میں بغیر کسی شرط کے لیتے ہیں اور دوسرے مقدمہ میں بعض اتفاقی امور یا عوارض اُس پر عاید کر دیتی ہیں۔ زید کو جس شے سے مارا وہی تھی جس سے میں نے اس کو پٹتے ہوے دیکھا۔

میں نے زید کو اپنی آنکھوں سے پٹتے ہوے دیکھا۔

زید جس سے پٹا گیا وہ میری آنکھیں تھیں۔

(۲) جو چیز منڈی میں خریدی جاتی ہے کھائی جاتی ہے۔
کچا گوشت منڈی میں خریدا جاتا ہے۔
کچا گوشت کھایا جاتا ہے۔

(۴) **مغالطہ ترکیب** جو امر افراد میں سے ایک یا دو پر صادق آتا ہے تو بھی! وہ کل مجموعہ افراد پر بھی صادق آسکتا ہے۔ ہر صورت میں یہ مسئلہ کلیتہً صحیح نہیں ہوتا۔
مثلث کے سب زاویے دو قائموں سے چھوٹے ہیں اگر سب کے معنے ہر ایک کے لئے جائیں تو یہ قضیہ صحیح ہے۔ لیکن کل یا مجموعہ کے معنے لئے جائیں تو یہ مغالطہ ہے۔

(۲) خالد بہت اچھا آدمی ہے۔
خالد موسیقی داں ہے۔
خالد بہت اچھا موسیقی داں ہے۔

(۳) زید اور اس کی بیوی جب تنہا رہتے ہیں تو بہت غمگین رہتی ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ ساتھ رہ کر بھی غمگین رہیں گے۔

(۴) کانسل کا ہر ممبر اگر فرداً فرداً کسی خاص مسئلہ پر غور کرے تو دھوکہ کھا جاتا ہے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اگر وہ سب ممبر مل کر بھی اسی مسئلہ پر غور کرینگے تو دھوکہ کھا جائنگے۔

(۶) **مغالطہ تقسیم** مغالطہ ترکیب کا عکس ہے جو امر مجموعہ افراد پر صادق آتا ہے وہ اس مجموعہ کے ہر فرد پر بھی صادق آسکتا ہے ہر صورت میں یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔
مثلث کے سب زاویے دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں ا ب ج مثلث کا زاویہ ہے
لہذا ا ب ج دو قائموں کے برابر ہے۔
انجمن ترقی اردو کے ممبروں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔
زید و خالد انجمن ترقی اردو کے ممبر ہیں۔
زید و خالد نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۱۰) کسی شے کے متعلق کوئی صفت بڑھادی جائے یا گھٹا دی جائے درآنحالیکہ اس صفت کا بیان یا ترک مقصود نہ ہو۔

تم نے کل جو کچھ خریدا تھا وہ آج کھا رہے ہو۔

کل تم نے کچا گوشت خریدا تھا۔

آج کچا گوشت کھا رہے ہو۔

دراصل گوشت کے ساتھ کچا بڑھانے کی حاجت نہ تھی کیونکہ کبرے میں فقط گوشت بلا لحاظ کچا و پکا مراد ہے۔

(۱۱) جس مقصد پر بحث ہو رہی ہے اسکو چھوڑ کر دوسرا مقصد ایسا اختیار کرلیں جو زیر بحث نہیں ہے بلکہ اصول مقصد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یا کم و بیش اس سے تعلق ہے ایسے مغالطہ بڑی بڑی بحثوں میں پیدا ہوتے ہیں جن میں ہزاروں الفاظ اور مغالطہ انگیز ترکیبیں اختیار کی جاتی ہیں اسی قسم کا یہ مغالطہ ہے کہ مطلب زیر بحث چھوڑ کر کسی شخص کے رویہ پیشہ وغیرہ پر نکتہ چینی کرنی تاکہ مخاطب پریشان ہوجائے اور دوسرے لوگوں کی نظر میں وہ شخص حقیر ثابت ہو۔

(۱۲) کوئی سوال اس طریقے سے کرنا کہ خواہ اوس کا جواب منفی دیا جائے یا مثبت جواب دینے والا ملزم ٹھیرے مثلاً کسی شخص سے یہ سوال کرنا کہ کیا اب تم نے اپنی ماں کو مارنا چھوڑ دیا ہے۔

(۱۳) دلیل استقرائی کے مغالطوں میں بڑا خطرناک یہ مغالطہ ہے کہ جن دو چیزوں میں ذرا مشابہت پائی جاتی ہو اون میں مشابہت تامہ فرض کریں اگر ایک دوا نے ایک شخص کو فائدہ پہنچایا تو یہ فرض کرلینا کہ اس مرض کے تمام مریض اس دوا سے صحت یاب ہوجائینگے اور مریض کی طبیعت۔ عمر۔ مقام کی آب و ہوا وغیرہ کا کچھ خیال نہ کرنا غلطی ہے۔

(۱۴) یہ فرض کرنا کہ جو کیفیت عام طور پر بہت سی اشیا کی ہے وہی کسی خاص شے کی بھی ہے درآنحالیکہ وہ شے اس قسم کی نہیں ہے۔ چلتی ریل پر سے کودنا یا چڑھنا جرم ہے لیکن ریل کے گارڈ وغیرہ ملازم چلتی ریل میں سے اترتے چڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو مجرم خیال کرنا

غلطی ہے کیونکہ ان کو اس کام کی مشق ہوتی ہے یہ **مغالطہ عام سے خاص** پر ہے۔

(۱۵) **مغالطہ خاص سے عام پر** خاص خاص اشخاص یا چیزوں پر جو امر صادق آتا ہے اوسکو قاعدہ کلیہ سمجھ لیتے ہیں۔ خاص خاص حالتوں میں سنکھیا۔ کچلا۔ افیون کھانے کی دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں لیکن یہ سمجھ لیناکہ یہ چیزیں ہر حالت میں کھا لینی مفید ہیں سخت غلطی ہے۔

(۱۶) **مغالطہ خاص سے خاص پر** کسی خاص شے سے ایک خاص شے پر دلیل کرنا درآنحالیکہ اون میں واقعی تناسب نہیں ہے اگر زید پر عمر حملہ کرے تو زید کو حق حفاظت خود اختیاری حاصل ہے اس لئے اگر دو پہلوان کشتی لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو مار ڈالے تو جائز ہے۔ درحقیقت یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ یہ دونوں صورتیں بالکل مختلف ہیں۔ پہلوانوں کی لڑائی ضرر رسانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ صرف زور آزمائی کے لئے ہوتی ہے۔

(۱۷) **مغالطہ علت** کسی شے یا واقعہ کو کسی دوسری شے یا واقعہ کی علت قرار دے لینا درآنحالیکہ اوسکے لئے کافی دلائل نہ ہوں جیسے دمدار تاروں کا نکلنا۔ قحط پلیگ یا بادشاہوں کی موت کا باعث قرار دینا۔ کسوف وخسوف کو دنیا پر مصیبت آنے کی علامت قرار دینا۔

کسی واقعہ کی اصل علت کو نظرانداز کر دینا اور غلطی سے اسکی دوسری علت فرض کر لینا۔ ایک بزرگ کے مزار پر نیم کا درخت اگا ہوا ہے اسکی نسبت یہ مشہور کرنا کہ آتشک کا بیمار اُس کے پتے پی کر اچھا ہو جاتا ہے۔ درآنحالیکہ یہ خاصیت ہر ایک نیم کی ہے۔

ایک معلول کا ایک جزو ایک علت سے پیدا ہوتا ہے اور باقی اجزا اور علتوں سے لیکن غلطی سے اسی ایک علت کو تمام معلول کی علت قرار دینا مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شہر میں چونکہ گورنمنٹ کالج موجود ہے وہاں کے لڑکے زیادہ تعلیم یافتہ اور لایق ہوتے ہیں پوری علت نہیں ہے بلکہ شہر کے باشندوں کی ذہانت اون کا تمول اور میلان طبع کو بھی اس میں دخل ہے۔

(۱۸) **مغالطہ عدم مشاہدہ امثلہ** یہ غلطی اس طرح واقع ہوتی ہے کہ انسان امثال موجبہ پر غور کرتا ہے اور امثال سالبہ پر غور نہیں کرتا مثلاً خواب میں جو کچھ دیکھا بعض

اوقات ویسا ہی ظہور میں آتا ہے۔ یا رمالوں کی پیشین گوئی بعض دفعہ صحیح ہوتی ہے تو لوگ اُن کے معتقد ہو جاتے ہیں لیکن اُن صدہا اُمور پر غور نہیں کرتے جنمیں یہ پیشین گوئیاں صحیح ثابت نہیں ہوتیں جب انسان کے دل میں کسی خاص امر سے تعصب تنفر محبت وغیرہ ہو تو وہ اُن مثالوں کو بطور دلیل پیش کرتا ہے جو اوس کے موافق طبع ہوں۔ اور اس کے خلاف تمام مثالوں کو نظر انداز کر دیتا ہے یورپ کے سیاح ہندوستان یا کسی غیر ملک میں جاتے ہیں تو وہاں کے گاڑی بانوں ہوٹلوں کے ملازموں اور اسی طرح ادنیٰ قسم کے پیشہ وروں سے انکو سابقہ پڑتا ہے اور وہ انکے اخلاق وعادات کے بموجب تمام قوم کے عادات فرض کر لیتے ہیں اور بعض تو اپنے سفرناموں میں بھی لکھ دیتے ہیں۔

(۱۹) غلط مشاہدہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی خاص مثال سے جس قدر عوارض متعلق ہیں اون میں سے بعض کو نظر انداز کر دینا مثلاً ایک بیماری کے چند اسباب میں سے صرف ایک کو لینا اور باقی پر غور نہ کرنا۔

(۲۰) **سوء مشاہدہ کی غلطیاں** جیسے آفتاب کو متحرک اور زمین کو ساکن دیکھ کر یہ فرض کر لینا کہ آفتاب متحرک اور زمین ساکن ہے۔

(۲۱) **مغالطہ تمثیل کاذب** تمثیل ایسا استدلال ہے کہ دو واقعات جن کا مشاہدہ کیا گیا ہو بعض امور میں ایک دوسرے کے موافق ہیں تو دونوں واقعات ایسے امور میں بھی جو ہمارے مشاہدے کی حد سے باہر ہیں موافق ہونگے مثلاً اناج اور کوئلہ مفید چیزیں ہیں۔ سونا اور چاندی بھی مفید چیزیں ہیں۔ اناج اور کوئلہ کی مقدار اگر دنیا میں دوچند ہو جائے تو انسان کی بہبودی اور آسایش کے لئے بہت مفید ہوگا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ سونے اور چاندی کی مقدار بھی اگر دوچند ہو جائے تو انسان کی آسایش کے لئے مفید ہوگا کیونکہ اناج اور کوئلہ کے استعمال اور سونے چاندی کے طریق استعمال میں فرق ہے۔

فہرست تصانیف پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی

حکمت عملی۔ فلسفہ عملی میں جامع اور مبسوط کتاب	عہ
الانسان۔ انسان کے خصایص طبعی کا مفصل بیان	عہ
تمنائے دید۔ اخلاق و معاشرت و تمدن کے مسائل حصہ کے پیرایہ میں۔	۱۰
تسہیل البلاغت۔ علم معانی۔ بیان و بدیع کے مسائل سلیس و دلچسپ طریقہ سے	۱۲
الفہرست۔ ہر علم و فن کی اردو کتابوں کے متعلق مفید معلومات	۵
الاستدلال علم منطق کے اصول سلیس زبان میں سہل طریقہ سے بیان کئے ہیں	۱۲

سوداگروں یا زیادہ تعداد میں خریدنے والوں کو (۲۵) فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔

کتابوں کے ملنے کا پتہ پروفیسر سجاد مرزا بیگ دہلوی
بازار عیسے میاں حیدرآباد دکن